کالکا دیوی
ایم اے راحت

گئی...... یہ درویشوں اور صاحب کرامت لوگوں کی صحبت تھی، چنانچہ عمادالدین کو اس صحبت سے بہت کچھ حاصل ہو گیا...... امکان تھا کہ طلب حق میں حد سے گزر جاتے، لیکن ساتھ اچھا تھا، انہیں سمجھایا گیا۔

"عمادالدین...... دین کے ساتھ دنیا بھی رکھو"۔

"لیکن دنیا میں میرا دل نہیں لگتا"۔

"دل لگاؤ"۔

"کیسے لگاؤں؟" پھر دل کے ساتھ دل لگی کا بندوبست بھی کر دیا گیا...... بزرگوں، درویشوں کے عمل ہی نرالے ہوتے ہیں، حکم ہوا بندراون چلے جاؤ۔

"وہاں کیا کرنا ہوگا مرشد"۔

"مشرکوں کی بستی میں ایمان کی تلاش"۔

"کچھ اور تمہیں عطاء ہو جائے"۔

"جن کا کام وہی جانیں"۔

عمادالدین بندراون چل پڑے...... پتہ بتا دیا گیا تھا...... مندروں کی دنیا پیتل کے گھنٹوں اور ناقوسوں کی آوازیں اذان کی بجائے آتی تھیں...... پریشان ہو گئے، لیکن مجبوری تھی، مندروں کی آبادی میں ہی ایک کھلی جگہ قیام کیا...... موسم ناسازگار تھا...... نزلہ ہوا، پھر بخار ہو گیا...... آخر میں نمونیا، بے ہوش ہو گئے...... ہوش آیا تو کچھ اجنبیوں کے درمیان تھے...... تلک اور قشقے چہروں پر لگے ہوئے تھے، مگر دل صاف تھے۔

"نام بھی پتہ ہے تمہارا دھرم بھی...... بتانا مت...... لو دوا کھا لو...... یہ الفاظ کہنے والے دھرمانند جی تھے۔

"دوا؟ عمادالدین حیرت سے بولے"۔

"گائے کا پیشاب نہیں ہے اس میں...... ہم بھی کھرے برہمن ہیں...... زلیخا...... اری او زلیخا...... اپنے برتن سے پانی لے آ"۔

کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی عمادالدین کے...... دوا بھی کھائی پانی بھی پیا...... زلیخا کو بھی دیکھا اور جو دیکھا اسے دیکھ کر ششدر رہ گئے...... بعد میں تفصیل معلوم ہوئی...... نمونیا ہوا تھا...... تڑپ رہے تھے کہ دھرمانند جی نے دیکھ لیا...... اپنے خاندان کے ساتھ یاترا پر آئے ہوئے تھے...... انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تیمارداری کی، ڈاکٹر کو دکھایا...... اپنی نگرانی میں رکھا اور عمادالدین کے سامان میں سے ان کے بارے میں معلومات ہوئی لیکن فراخ دل تھے...... دین دھرم سے زیادہ انسانی ہمدردی اور محبت کے قائل...... چنانچہ عمادالدین کو ٹھیک کر لیا۔

"اب اجازت چاہتا ہوں...... عمادالدین نے کہا"۔

"اس قابل ہو؟ دھرمانند بولے"۔

"جی ہاں"۔

"جانتے ہو ڈاکٹر صاحب نے کیا کہا ہے؟"۔

"نہیں جانتا"۔

"پوچھ ہی لیتے، اس کے بعد بات کرتے...... ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے...... کم از کم پندرہ دن بیڈ ریسٹ پر رہنا ہے...... ویسے ہمیں پتا ہے...... کہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے ہو گے کہ ہندو کا دیا کھا رہے ہو...... ارے بھائی...... ہم تو پہلے ہی اس بات کا خیال رکھے ہوئے ہیں...... زلیخا...... ہے ہمارے پاس...... تمہارے لئے وہی سب کچھ کر رہی ہے...... دودھ تک اس کے ہاتھ سے دلوایا ہے تمہیں اور ابھی کچھ دن رہ جاؤ گے تو مشکل نہیں آ جائے گی...... وہ بھی اللہ والی ہے...... نماز روزے کی پابند...... پوچھ لینا اس سے جو کبھی روکا ہو اسے"۔

"نہیں...... دھرمانند جی! آپ مجھے بہت شرمندہ کر رہے ہیں...... آپ کی محبت اور احسان کو تو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا"۔

"تو پھر...... بھاگنے کی کیوں سوجھی ہے......؟ پتا ہے بڑی پریشانی ہو گئی ہے...... ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تو بیماری پھر گھیر لے گی"۔

"بس...... میں تو"۔

"نہیں...... کچھ نہیں...... جو کچھ ہے وہ دیکھ لیا جائے گا اس کی پرواہ مت کرو......

عمادالدین صاحب خاموش ہوگئے اور اس کے بعد انہوں نے دھرمانند جی کے ساتھ گزارا شروع کردیا...... کھانے پینے کے لئے واقعی بیچاری زلیخا ہی ذمہ داریاں نبھا رہی تھی...... دبلی تپلی جسامت کی مالک...... کوئی بیس اکیس سال کی عمر...... الجھے بال لیکن اتنے گھنے کہ پورا چہرہ گھٹاؤں میں گھرا محسوس ہو...... بڑی بڑی حسین آنکھیں...... دکھ اور کرب میں ڈوبی ہوئی...... ہونٹوں پر قدرتی گلاب کھلے ہوئے...... اتنے جاذب نقوش کہ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو جائیں، لیکن مجسم حسرت ویاس سارے جہاں کا کرب خود میں سمیٹے ہوئے بہت ہی سادہ اور عام سے کپڑوں میں ملبوس...... دھرمانند جب اسے مخاطب کرتے تو ان کے لہجے میں بڑی محبت ہوتی...... کہنے لگے۔

"زلیخا بیٹی...... مہمان کا خاص طور سے خیال رکھنا...... کوئی تکلیف نہ ہونے پائے انہیں...... بس......یوں سمجھ لو کہ تمہاری ذمہ داری ہے"۔

"جی...... چاچا جی...... زلیخا کی آواز کا ترنم ابھرا...... بہر حال...... پھر عمادالدین صاحب ان لوگوں کے عادی ہوگئے...... ایک دن...... دو دن...... تین دن...... ان کے اہل خاندان بھی تھے...... ان کی مسز کا نام پوجا دیوی تھا...... پوجا دیوی بھی ظاہر ہے دھرمانند کی بیگم تھیں...... اتنی ہی ملنسار...... اتنی ہی ہمدرد اور محبت کرنے والی...... بہر حال...... عمادالدین کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہاں انہیں کیا کرنا ہے......؟ پھر ایک دن جب دھرمانند اور ان کی دھرم پتنی پوجا کے لئے گئے ہوئے تھے...... عمادالدین اپنی جگہ سے اٹھے...... خیمے سے باہر نکل کر دوسرے خیمے کی طرف چل پڑے تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا...... بتوں کے سائے میں عبادت ہو رہی تھی...... جائے نماز بچھی ہوئی تھی اور اس پر زلیخا دوزانوں بیٹھی سوگوار دونوں ہاتھ بلند کئے دعا مانگ رہی تھی...... آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے...... سفید دھاریں اُنڈی آ رہی تھیں...... رخسار جل تھل ہو رہے تھے...... ایسا کرب سمٹا ہوا تھا اس کے

چہرے پر...... کہ دیکھنے والے کا کلیجہ دہل جائے...... عمادالدین پتھرا کر رہ گئے...... دل جیسے بند ہو گیا...... بدن میں سکتہ سا طاری ہو گیا...... آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی...... حالانکہ اندر سے آواز آ رہی تھی کہ اس حسن بے مثال کا کرب خود میں سمیٹ لیں...... اسے ہر دکھ سے آزاد کردیں لیکن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا اور اسی عالم میں کھڑے ہوئے تھے کہ دھرمانند اور ان کی دھرم پتنی آگئے...... انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ عمادالدین اس طرح کھڑے ہوئے ہیں...... عمادالدین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ خیمے میں لے گئے۔

"اس کا ورد ہم میں سے کسی کو بھی نہیں معلوم...... وہ لاوارث ہے کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے...... بے چین ہے...... بے سکون ہے...... نہ ہنستی ہے نہ مسکراتی ہے...... حالانکہ...... ہم نے اسے بیٹیوں ہی کی طرح رکھا ہے، لیکن پتا نہیں...... کیا دُکھ ہے اس کے سینے میں......؟ بہت پوچھا مگر بتاتی نہیں...... اسے ہنسانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ہنسنے کے بجائے رو پڑتی ہے...... کوئی بہت ہی گہرا زخم ہے دل میں...... کسی نہ کسی نے اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے...... راتوں کو جاگتی رہتی ہے...... کبھی کہیں بیٹھے بیٹھے تاریکیوں کو گھورتی رہتی ہے...... کبھی رات رات بھر نماز پڑھتی رہتی ہے...... گھنٹوں سجدے میں پڑی رہتی ہے...... دھرمانند جی...... بتا رہے تھے اور عمادالدین کے رگ و پے میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں...... وہ زلیخا کے بارے میں سوچ رہے تھے...... بہر حال...... دھرمانند نے یہ تمام تفصیلات بتائیں، لیکن اور کچھ نہ کہہ سکے نہ کر سکے...... پھر اسی رات دوبارہ باہر نکلے تو ایک بار پھر بائیں سمت نظر گئی...... خیمے کے اس طرف گھاس کا ایک قطعہ تھا...... صاف ستھرا تو نہیں تھا...... یہاں پوجا پاٹ کے لئے آنے والوں نے اسے صاف ستھرا کر دیا تھا اور اس صاف ستھرے ٹکڑے پر زلیخا بیٹھی ہوئی نماز پڑھ رہی تھی، حالانکہ رات کافی سے زیادہ گزر چکی تھی...... دیارِ دہر میں یہ عبادت عمادالدین جیسے دین دار شخص کو بہت ہی عجیب سی لگی...... وہ زلیخا کو دیکھتے رہے کہ یہ کون ہے......؟ کس کے ظلم کا شکار ہوگئی ہے؟" قدم خود بخود آگے

بڑھ گئے اور اس سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر اسے دیکھنے لگے...... وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی...... عمادالدین کے آنے کا اسے پتا نہیں تھا، لیکن کچھ لمحوں کے بعد عمادالدین نے اس کی سسکیاں سنیں...... وہ بری طرح سسک رہی تھی...... عمادالدین کا دل پگھلنے لگا...... اس کا درد انہیں اپنے سینے میں محسوس ہونے لگا...... دل بری طرح اس کی طرف کھنچ رہا تھا...... وہ ہاتھ اٹھائے سسکتی رہی اور عمادالدین بے اختیار ہو کر اس کے قریب پہنچ گئے...... اسے جب ان کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ سہم کر اٹھ کھڑی ہوئی...... اس کے انداز میں وحشت تھی۔

"کچھ نہیں زلیخا...... ڈرو نہیں...... میں ہوں...... زلیخا نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا تو عمادالدین نے کہا"۔

"میں تمہارے لئے بہت افسردہ ہوں...... زلیخا...... کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا...... میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں کیا دُکھ ہے......؟ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے تمام دُکھ دور کر دوں...... زلیخا...... کاش تم مجھے اپنے بارے میں بتا دو...... یوں لگا...... جیسے زلیخا کو کسی ہمدرد کی موجودگی کا احساس ہوا ہو...... اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی دھاریں بہہ رہی تھیں"۔

"مجھے بتاؤ...... میں کیا کروں تمہارے لئے...... زلیخا" عمادالدین نے کہا...... وہ روتی آنکھوں سے عمادالدین کو دیکھ رہی تھی...... اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی...... پھر اس کا سر آہستہ سے جھکا...... ایک قدم آگے بڑھی اور اس نے اپنی پیشانی عمادالدین کے سینے سے ٹکا دی...... یہ منظر دھرمانند نے دیکھ لیا، لیکن...... دیکھ کر کچھ نہ کہا...... بات دل میں رکھی...... مختصراً...... زلیخا کی کہانی عمادالدین کو یوں معلوم ہوئی ماں باپ تھے...... ایک بھائی تھا...... زندگی سکون سے گزر رہی تھی...... جوان بھائی برے راستوں پر نکل گیا تھا...... وہ دولت کمانے کے چکر میں دنیاوی اقدار کو بھول چکا تھا...... کچھ لوگوں سے دشمنی ہوئی ایک دن رات کو گھر میں داخل ہوا تو سینے میں گولی کا سوراخ تھا...... خاموشی سے گھر میں دم توڑ دیا...... ماں نے جوان بیٹے کو اس انداز میں دیکھا تو ایک لمحہ نہ جی سکی اور بیٹے کے ساتھ ماں

کی میت کو بھی ایک ہی جگہ...... ایک ہی قبرستان میں دفنانا پڑا...... اس کے بعد باپ بیٹی رہ گئے، لیکن ایسے زخم جان لیوا ہی ہوتے ہیں...... زلیخا کی زندگی تھی بچ گئی، لیکن تھوڑے عرصے کے بعد باپ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا...... ظلم کرنے والوں نے تنہا لڑکی پر مظالم کرنے کے فیصلے کئے...... باقی تو وہ سب کچھ برداشت کرتی رہی، لیکن جب محلے کے ایک اوباش انسان نے اس کی طرف قدم بڑھائے تو زلیخا گھر چھوڑ بھاگی...... نجانے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی رہی......؟ یہاں تک کہ دھرمانند کے ہاتھ لگ گئی...... خاموش طبع اور سر جھکا کر کام کرنے والی...... دھرمانند نے اسے بیٹیوں جیسا درجہ دے دیا تھا اور کبھی اس کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کی تھی...... بڑائی کے لئے کسی خاص جسم کو تراش نہیں کرنا پڑتا...... بڑائی کہیں بھی کسی بھی جسم میں پل سکتی ہے اور دھرمانند جی ایک مسلمان لڑکی کو بیٹی کی طرح پروان چڑھاتے رہے...... یہاں تک کہ آج انہوں نے اس لڑکی کا سر اپنے ایک ہم مذہب نوجوان کے سینے پر ٹکا دیکھ لیا...... عمادالدین سے بات کی اور کہا کہ اپنے مذہب کے مطابق زلیخا کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیں...... قدرت نے شاید اسی لئے یہاں بھیجا تھا...... سارے انتظامات ہو گئے...... نکاح کیا...... دھرمانند جی نے کنیادان بھی کیا اور آخر کار...... زلیخا عمادالدین کی بیوی بن گئی...... عمادالدین اسے لے کر مرشد کے حضور پہنچے تو مرشد نے مسکرا کر کہا۔

"عمادالدین...... کہا تھا تم سے دین بھی نبھاؤ اور دنیا بھی...... اللہ اس کا اجر دیتا ہے......

بیوی کو لے کر گھر پہنچے...... لیکن اہل خاندان نے انہیں قبول نہ کیا...... خود اللہ نے اتنی بلندی و مرتبہ دے دیا تھا کہ اپنا گزارہ کر سکتے تھے، چنانچہ...... ایک مدرسے میں دین کی تعلیم دینے لگے جو ان کی اپنی آبادی میں ہی تھا...... مدرسے والوں نے ان کے فیض سے واقف ہو کر انہیں عظمت کا مقام دیا...... اور عمادالدین مدرسے کی طرف سے دیئے ہوئے مکان میں رہنے لگے...... زلیخا ان کے ساتھ خوش تھی اور ایک پر سکون زندگی گزار رہی تھی...... اس پر سکون زندگی میں ایک ننھی سی بچی کی آمد نے مزید حسن پیدا کر دیا تھا اور دونوں میاں بیوی

پرمسرت زندگی بسر کر رہے تھے...... باقی لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور عماد الدین کی صورت دیکھنے کے روادار نہیں تھے...... عماد الدین نے بھی صبر کر لیا تھا...... دن رات کی عبادت و ریاضت سے ان کے علوم میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا...... لوگوں کی مدد بھی کیا کرتے تھے...... تعویذ گنڈے...... کلام الٰہی سے علاج جو کچھ ان کے بس میں تھا کرتے رہا کرتے تھے...... علم کو اگر خرچ کیا جائے تو بڑھتا ہے...... یہ واحد چیز ہے جس کا مصرف ہی کچھ اور ہوتا ہے...... عماد الدین صاحب اپنی حیثیت میں خاصے مشہور ہو چکے تھے...... پھر زندگی کے رخ میں ایک انوکھی تبدیلی رونما ہوئی...... ان کا بچپن کا دوست ارجن شاستری جو بچپن ہی سے شریر اور نٹ کھٹ تھا اور سولہ سترہ سال کی عمر میں اس کے ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا...... پھر طویل عرصے تک وہ واپس نہیں آیا...... یہاں تک کہ واپس آیا تو شیطان کا دوسرا روپ بن چکا تھا...... نجانے کہاں اور کن لوگوں کی صحبت میں رہا تھا......؟ گندے علوم سیکھے تھے اور آبادی کے ایک گوشے میں اپنی رہائش گاہ بنالی تھی...... بہت جلد اس کے گندے علوم کا کاروبار مشہور ہونے لگا...... عماد الدین صاحب کو بھی ارجن شاستری کے بارے میں معلوم ہوا...... اس سے ملنے گئے اور جب ارجن شاستری نے انہیں دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کے اور اپنے درمیان ایک لکیر کھینچ دی۔

"ہم بچپن کے دوست ضرور ہیں...... عماد الدین صاحب...... لیکن اس لکیر کے اس طرف نہ آئیں...... یہ ہم دونوں کی بدقسمتی ہے کہ ہمارے راستے الگ ہو گئے ہیں...... تم اپنے علوم کی طرف راغب ہو اور میں نے دنیا کے بہترین علوم سیکھے ہیں...... میرا راستہ مت کاٹنا...... نقصان اٹھاؤ گے"۔

"مگر تمہیں ہوا کیا......؟ ارجن شاستری...... شاستری جی کا خاندان تو بڑا ہی اچھا خاندان رہا ہے"۔

"تمہیں معلوم ہے کہ بڑے شاستری نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا"۔

"معلوم ہے...... مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟"۔

"میرا دین دھرم تو ان کے ساتھ ختم ہو گیا...... اب تو میں نے ایک نیا دھرم ہی اپنایا ہے...... اسے کالا دھرم کہتے ہیں اور تم دیکھنا...... آنے والے وقت میں ارجن شاستری کو کتنا بڑا مقام حاصل ہوتا ہے"۔

"برائی اور غلاظت تو کوئی مقام نہیں ہوتا...... شیطان کی قوت بھی تو بہت زیادہ ہے، لیکن تم بتاؤ شیطان کو کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے"۔

"ارے بھائی...... مجھے سبق پڑھانے آئے ہو...... میں تو خود تمہیں سبق پڑھا کر رکھ دوں، ایک منٹ میں...... بات یہ ہے کہ بچپن کی دوستی ہے عماد الدین صاحب...... اسی لئے میں صرف ایک مشورہ دے سکتا ہوں...... کبھی میرا راستہ کاٹنے کی کوشش مت کرنا"۔

"بہت برے ہو گئے ہو تم ارجن شاستری"۔

"ہاں...... اور تم بہت زیادہ اچھے ہو گئے ہو...... اس لئے آگ اور پانی کو ساتھ ساتھ نہیں رہنا چاہئے...... آج کے بعد ادھر دوبارہ کبھی مت آنا...... کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میرا راستہ روکو اور مجھے بعد میں افسوس ہو کہ میں نے ایک دوست کو نقصان پہنچا دیا...... عماد الدین صاحب واپس آ گئے تھے، لیکن دل میں تھوڑا سا دکھ ضرور ہوتا تھا...... اپنے کاموں میں مصروف رہے پھر انہوں نے بے شمار ان لوگوں سے ارجن شاستری کی برائیاں سنیں...... وہ پیسے لیتا تھا اور لوگوں کے لئے کالا علم کرتا تھا...... بے شمار لوگوں کو اس کے ہاتھوں نقصان پہنچ چکا تھا، لیکن لوگ اس سے ڈرنے لگے تھے...... اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا...... کئی افراد ایسے بھی تھے جو عماد الدین کے پاس آئے اور عماد الدین نے انہیں دعا تعویذ اور پڑھا ہوا پانی دے کر ارجن شاستری کے چنگل سے نکالا...... ارجن شاستری نے جہاں اپنی دنیا آباد کی تھی وہاں اس نے اپنا گھر بھی بنا رکھا تھا...... کوئی عورت بھی اس کے ساتھ تھی اور اتفاق کی بات یہ کہ اس کی بھی ایک بیٹی تھی جو اس عمر کی تھی جس عمر کی عماد الدین صاحب کی بیٹی...... مہر النساء...... بہرحال...... یہ سارے کام ہوتے رہے اور پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا...... دوبارہ ارجن شاستری سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا تھا...... ادھر عماد الدین کے والد صاحب

کے دوست ٹھاکر جسونت رائے عمادالدین سے ملتے رہتے تھے...... عمادالدین صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن...... جسونت رائے اور ان کا خاندان یہیں آباد تھا، جبکہ عمادالدین کا خاندان یہاں سے کہیں اور منتقل ہو گیا تھا...... پھر ایک دن ٹھاکر جسونت رائے اپنے خاندان کے مختلف افراد کے ساتھ عمادالدین کے پاس پہنچے...... ان کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی سخت پریشان نظر آرہے تھے...... جسونت رائے نے عمادالدین سے کہا۔

"عمادالدین بیٹا...... نہ تو میرا تعلق تمہارے دین دھرم سے ہے اور نہ ہی آج تک کسی ہندو نے تم سے مدد طلب کی ہو گی...... میں پہلا آدمی ہوں جو تمہارے پاس آیا ہوں...... یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ تمہارے پتا کا بچپن کا دوست ہوں...... میرا حق بھی ہے تم پر، حالانکہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے...... تمہارے لئے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں کسی کی ضرورت تھی ہی نہیں بیٹے...... میں مشکل کا شکار ہو گیا ہوں...... یہ میرے گھر کے لوگ ہیں...... پھر ان سب کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے"۔

"جسونت چاچا...... آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں......؟ میں تو آپ کا غلام ہوں...... حکم دیجئے...... کیا کام ہے مجھ سے"۔

"بیٹا...... دنیا میں تین چیزوں کا کھیل روز اول سے ہے اور روز آخر تک رہے گا...... زر...... زن اور زمین...... ان کے لئے اپنے بھی پرائے ہو جاتے ہیں...... دوست آنکھیں پھیر لیتے ہیں، حالانکہ وہ کمینہ ہیرا لعل بے در...... بے گھر پھر رہا تھا...... میں نے اسے مکھیا بنایا اور زمینیں بھی دیں...... پر اب وہ اور چکروں میں پڑ گیا ہے...... مجھ سے ایک ایسی زمین مانگ رہا تھا...... جواب میری ہے ہی نہیں اور ہوتی بھی تو زمینیں بانٹی تو نہیں جاتیں...... مکھیا ہیرا لال کافی عرصے سے مجھے دھمکیاں بھی دے رہا ہے...... خیر...... دھمکیوں کی تو میں کبھی پرواہ نہیں کرتا، لیکن اب اس نے جو کچھ کیا ہے وہ بڑا غلط ہے"۔

"کیا ہوا چاچا جی...... کچھ بتایئے تو سہی"۔

"اس نے اس پاپی کالے دھرم والے ارجن شاستری کا سہارا پکڑا ہے اور اس کے آدمی

نے مجھے آکر اطلاع دی ہے کہ آنے والی دیوالی جس میں صرف دس روز رہ گئے ہیں...... وہ میری طرف ہانڈی بھیج رہا ہے...... تم مٹھوں کے بارے میں تو جانتے ہی ہو گے...... دیوالی کی رات کو جادو کے یہ مٹھ چلتے ہیں اور کالے دھرم والے انہیں اپنے دشمنوں پر مارتے ہیں جو کالا دھرم نہیں جانتے، وہ کالے دھرم والوں سے یہ کام کراتے ہیں اور یہ مٹھ جہاں بھی گرتا ہے وہاں تباہی پھیلتی ہے...... کوئی نہ کوئی مر جاتا ہے...... یہ ہے سارا سلسلہ"۔

"آپ کو یقین ہے...... کہ مکھیا ہیرا لال ایسا کام کرا رہا ہے"۔

"کرا چکا ہے...... اب بس انہیں دیوالی کا انتظار ہے" جسونت رائے نے کہا۔

"آپ بالکل بے فکر رہیں...... انشاء اللہ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا...... عمادالدین نے جسونت رائے کو یقین دلایا...... جسونت رائے چلے گئے اور عمادالدین پریشانی سے یہ سوچنے لگے کہ اب انہیں کیا کرنا ہے......؟ آخر کار اپنے بچپن کے دوست سے ملنے کا فیصلہ کیا، حالانکہ ارجن شاستری ان سے کہہ چکا تھا کہ وہ دوبارہ اس طرف نہ آئیں، لیکن عمادالدین اس کے سامنے پہنچ گئے...... ارجن شاستری اس جگہ آیا جہاں اس نے پہلے بھی ایک بار لکیر کھینچی تھی...... عمادالدین نے مسکرا کر کہا۔

"ارجن...... تم دیکھ لو میں آج بھی اسی جگہ کھڑا ہوں جو تم نے میرے لئے منتخب کر دی تھی...... میں نے اس لکیر کو عبور کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، جبکہ اس وقت وہ لکیر موجود نہیں ہے"۔

"دیکھو عمادالدین...... تم میرے بچپن کے دوست ہو...... میں بے شک تمہیں اپنے پاس خوش آمدید کہتا جو کچھ میں نے سیکھا ہے...... اس میں سے کچھ تمہاری مدد کے لئے بھی خرچ کرتا...... یہ میری دوستی ہوتی لیکن تم جانتے ہو کہ ایک طرف کالا دھرم ہے اور دوسری طرف تمہارے دین کے علوم، دونوں اس طرح آپس میں ٹکراتے ہیں کہ شاید آگ اور پانی میں بھی اتنا بیر نہ ہو...... ایسی صورت میں میرے دوست...... ہماری دوستی کا تو تصور رہا بھی نہیں ہے...... میں نے اس دن بھی تمہیں سمجھایا تھا کہ دوبارہ کبھی میرے پاس نہ آنا...... مجھے

یہ بھی معلوم ہے کہ ایسے کچھ لوگوں کا ساتھ دیا ہے تم نے جنہیں میں نے کسی بھی وجہ سے نقصان پہنچایا تھا...... تم نے انہیں اس نقصان سے بچالیا ہے عمادالدین...... پلیز میری دوستی کا اس کے علاوہ اور کچھ عمل نہیں ہو سکتا کہ تمہاری ان کوششوں کے باوجود میں نے تم سے رابطہ نہیں کیا، کیونکہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ چھوٹے موٹے گنڈے تعویذ میرے اس طاقتور عمل کا بدلہ نہیں دے سکتے جو میں کرتا ہوں یا کر سکتا ہوں...... میں نے سوچا کہ چلو تمہارا دھندا بھی چلتا رہے...... دو چار پیسے مل ہی جاتے ہوں گے ان گنڈے تعویذوں کے، جبکہ میں تو بہت کچھ کمارہا ہوں...... یہ میری بڑائی ہے عمادالدین...... چلو خیر ہے...... کہنا کیا چاہتے ہو تم......؟ دوبارہ کیوں آئے ہو میرے پاس"۔

"بولو"۔

"کھیا ہیرا لعل نے تم سے جسونت رائے کے لئے کوئی کارروائی کروائی ہے...... جسونت رائے میرے پاس آئے تھے...... وہ میرے والد صاحب کے پرانے دوستوں میں سے ہیں...... انہوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے"۔

"اوہو...... مدد مانگی کے تم سے...... اچھا...... بھئی ایسا لگتا ہے جیسے تمہاری تقدیر بھی زوروں پر ہو...... چلو ٹھیک ہے...... کھاؤ...... کماؤ مگر ایک بات سنو...... جسونت رائے کے سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"۔

"تم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا"۔

"کارروائی تو ضرور ہوگی"۔

"کیونکہ ہیرا لعل نے مجھے دو لاکھ روپے دیئے ہیں...... تم جسونت لال سے پوچھو وہ مجھے کیا دیں گے......؟ دس لاکھ پر بات ہو سکتی ہے...... یا پھر ایسا کریں کہ زمین ہیرا لعل کو دے دیں...... میں دو لاکھ روپے پر ہی گزارہ کرلوں گا"۔

"اور اگر دونوں میں سے کوئی کام نہ ہو تو...... عمادالدین نے کہا"۔

"تو پھر ایسا کرنا کہ دیوالی کی رات جسونت رائے کے گھر جا کر بیٹھ جانا اور خود ہی تماشا دیکھ لینا جو کچھ ہوتا ہے"۔

"میں یہی نہیں چاہتا ارجن شاستری"۔

"ارے...... تو تم کیا چاہتے ہو......؟"۔

"یہی کہ تم اپنا ارادہ ترک کردو"۔

"تم دس لاکھ بھجوادو...... چلو کچھ کمی بیشی کرلیتے ہیں اس میں"۔

"ایک پیسہ بھی نہیں...... ارجن شاستری! میں تمہیں دوستی کے نام پر روکنے آیا ہوں کہ جسونت رائے کے خلاف ہیرا لعل کی مدد نہ کرو"۔

"بھائی...... دوستی کی قیمت اتنی نہیں ہوتی...... دوستی کے نام پر تو تم مجھے دو لاکھ بھی نہیں دے سکتے...... دے سکتے ہو......؟"۔

"ایک پیسہ بھی نہیں دے سکتا"۔

"تو پھر دیکھ لو...... تم جو کچھ کمارہے ہو...... کماؤ...... ہم جو کمارہے ہیں وہ ہمیں کمانے دو...... بس پھر یہی کہیں گے کہ تیسری بار ادھر مت آنا عمادالدین...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے...... بڑا افسوس ہوگا ہمیں...... اب دوستی تو نبھائیں گے...... کیا سمجھے......؟

"ایک بار میں پھر تم سے درخواست کررہا ہوں...... مان لو میری بات...... ارجن شاستری" جواب میں ارجن شاستری ہنس پڑا پھر بولا۔

"ہزار دو ہزار روپے چاہئیں تو مانگ کرلے جاؤ مجھ سے...... چلو واپس مت کرنا...... دوستی کی اتنی بڑی قیمت میں نہیں دے سکتا...... تمہارا کیا سودا ہوا ہے جسونت رائے سے؟"۔

"ٹھیک ہے......" عمادالدین نے کہا اور گردن جھکا کر واپس پلٹ پڑے، لیکن ان کے چہرے پر غصے کے آثار تھے...... سمجھایا تھا ارجن شاستری کو...... نہیں مان رہا تھا تو اب مجبوری تھی۔

دیوالی آگئی...... ہندو دھرم کے لوگوں نے اتنے چراغ جلائے کہ پوری بستی روشن کردی ہر ہندو گھرانے میں چراغ جل رہے تھے...... سڑکوں پر چہل پہل تھی...... عمارتیں سجی ہوئی تھیں، لیکن ٹھاکر جسونت رائے کی حویلی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی...... جسونت رائے کی حویلی کی روشنی پوری بستی میں مشہور تھی...... لوگ اس روشنی کو دیکھنے آیا کرتے تھے، لیکن اس بار وہاں روشنی نہیں تھی...... سبھی کو تو صورت حال کا پتا نہیں تھا...... کچھ کو حیرت تھی...... کچھ پریشان تھے، لیکن حویلی کا بڑا گیٹ بند تھا...... پہرے داروں کو ہدایت کردی گئی تھی کہ باہر سے کسی کو نہ آنے دیا جائے...... عمادالدین صاحب حویلی پہنچ چکے تھے اور حویلی کے گیٹ کے سامنے بنے ہوئے ایک ایسے درے میں بیٹھے تھے جہاں سے دور دور تک آسمان دیکھا جاسکتا تھا...... حویلی کے مختلف گوشوں میں جسونت رائے کا خاندان آنے والی قیامت کا انتظار کررہے تھے...... ہندو دھرم میں تو جادو کی ان ہانڈیوں کا بڑا دخل ہوتا ہے، جو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے دیوالی کی رات کو پھینکی جاتی ہیں...... ہزاروں المیے جنم لیتے ہیں اور قانون اس بارے میں کچھ بھی نہیں کرسکتا...... آج بھی کالے جادو کے ماہر یہ سارے کام کرتے ہیں...... یہ گندی اور نیچ نسل کے لوگ ہوتے ہیں جن کا اپنا بھی کوئی دین دھرم نہیں ہوتا...... انہیں تو ہندو بھی نہیں کہا جاسکتا...... ان کا دھرم صرف دولت ہوتی ہے اور دولت کے یہ پجاری اپنے گندے علم سے دوسروں کو نقصان پہنچانے

میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے...... عمادالدین صاحب ایک وظیفہ پڑھ رہے تھے...... مرشد نے بہت کچھ دے دیا تھا انہیں اور ان کی نیک چلنی اس میں اضافہ کئے جارہی تھی...... خود محنت مزدوری کرتے تھے یہاں باپ کی دولت میں سے کچھ ہاتھ نہیں لگا تھا...... بیوی اور بیٹی کی پرورش کے لئے اپنی محنت سے کماتے تھے...... تعویذ گنڈے کے نام پر انہوں نے کبھی کسی سے ایک پیسہ بھی قبول نہیں کیا تھا...... نذرانے تک قبول نہیں کرتے تھے...... کہتے تھے کہ یہ درپردہ معاوضہ ہوتا ہے اور اللہ کے نام کا کوئی معاوضہ قبول کرنا گناہ ہوتا ہے...... جسے وہ قبول نہیں کرسکتے...... بہرحال...... اس وقت بھی وہ بیٹھے ہوئے تھے...... جسونت رائے اور ان کے اہل خاندان آسمان پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے...... رات کو بارہ بجے کے بعد فضا میں ایک روشن شے اڑ کر آتی ہوئی دیکھی جس کا رخ اس حویلی کی طرف تھا...... وہ آہستہ آہستہ فضا میں تیرتی ہوئی حویلی پر آرہی تھی...... جسونت رائے کی دھرم پتنی...... ان کے بچے بہوئیں سبُ کے سب بھگوان کو یاد کرنے لگے...... دشمن آگیا تھا...... ادھر عمادالدین صاحب بھی اس روشن نقطے پر نگاہیں جمائے ہوئے بیٹھے تھے...... جو حویلی کے لئے موت کا پیغام لے کر آرہا تھا...... عمادالدین صاحب نے آنے والی ہانڈی کی طرف نگاہیں جمائیں...... وہ آہستہ سے نیچے جھکتی چلی آرہی تھی...... پھر جب وہ حویلی کے بڑے گیٹ کو عبور کرکے آگے بڑھی تو اچانک عمادالدین صاحب نے پھونک ماری اور اس کے بعد اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے...... کلام الٰہی کی کچھ مخصوص آیات پڑھ کر انہوں نے ایک بار پھر ہانڈی کی جانب تین بار پھونک ماری اور اچانک ہی جسونت رائے نے ہانڈی کا رخ بدلتے ہوئے دیکھا...... وہ جس طرف سے آئی تھی...... اس طرف ہی واپس جارہی تھی...... عمادالدین صاحب نے ایک بار پھر اس پر پھونک ماری اور ہانڈی دور ہوگئی...... اس عمل کو دیکھ کر جسونت رائے اور اس کے اہل خاندان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور اس کے بعد وہ شور مچاتے ہوئے عمادالدین صاحب کی جانب دوڑے...... جسونت رائے کے بچوں نے عمادالدین کو گود میں اٹھالیا تھا۔

"بھئی عمادالدین...... آپ نے جو کچھ ہمارے لئے کیا ہے...... ہم اسے زندگی بھر نہیں

بھول سکتے اب تو خطرہ ٹل گیا ہے نا"۔

"ہاں...... پر مجھے افسوس ہے کہ مجھے اس ہانڈی کو واپس ارجن شاستری کے پاس بھیجنا پڑا، حالانکہ میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن مجبوری تھی اور کوئی ذریعہ نہیں تھا...... جسونت رائے کے بڑے بیٹے نے ایک تھال جس میں چاندی اور سونے کے سکے بھرے ہوئے تھے...... لا کر عمادالدین صاحب کو پیش کیا اور کہا۔

"بھائی عمادالدین...... ہم آپ کی اور تو کوئی خدمت نہیں کر سکتے...... یہ ایک معمولی سے بھینٹ ہے...... عمادالدین نے نگاہیں اٹھا کر جسونت رائے کو دیکھا اور کہا"۔

"بھائی...... میں نے تو آپ کو کوئی بری بات نہیں کہی...... مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ مجھے اس طرح ذلیل کریں گے...... میں اس محبت بھرے کام کے لئے کوئی معاوضہ تو نہیں لینا چاہتا"۔

"یہ تو نذرانہ ہے بھائی عمادالدین"۔

"معاوضہ اور نذرانہ...... ایک ہی چیز کے دو نام ہیں...... مجھے اجازت دیجئے......" عمادالدین نے کہا اور جسونت رائے اپنے بیٹے سے کہنے لگے۔

"بیٹا...... تمہیں پتا نہیں ہے کہ یہ کون سا خاندان ہے......؟ یہ جو ہم انہیں دے رہے ہیں نا...... شاید اتنا انہوں نے اپنے ملازموں کو اپنے ہاتھوں سے دے دیا ہو...... مت پڑو اس چکر میں...... وہ کچھ نہیں لیں گے...... عمادالدین صاحب گھر آگئے...... زلیخا کے ساتھ مہرالنساء بیٹھی ہوئی تھی...... بچی دیکھتے ہی دیکھتے تیرہ چودہ سال کی ہو چکی تھی...... سمجھدار اور اس قدر حسین کہ دیکھنے والی نگاہ ایک دفعہ دیکھے تو ہٹ نہ سکے...... زلیخا کا عکس تھا اور زلیخا بھی کم حسین شخصیت نہیں تھی...... عمادالدین کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر زلیخا نے کہا۔

"کیا بات ہے......؟ کوئی پریشانی ہو گئی"۔

"نہیں زلیخا...... کوئی خاص بات نہیں ہے...... ایک ایسا عمل کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا"۔

"کیسا عمل......؟"۔

"بس زلیخا...... اس نے بھی تو زیادتی کی تھی...... سمجھایا تھا ہم نے اسے...... نہیں مانا بے وقوف...... کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے...... اصل میں گندا علم ہے...... کبھی کبھی عامل کو بھی نقصان پہنچا دیتا ہے"۔

"مجھے پوری بات تو بتایئے"۔

"ٹھاکر جسونت آئے تھے ہمارے پاس...... نام تو بتایا تھا ہم نے ان کا...... ہمارے والد صاحب کے دوستوں میں سے تھے"۔

"ہاں ہاں...... کیوں نہیں...... ایک بار ان کی دھرم پتنی بھی آئی تھیں نا ہمارے پاس...... ہمیں مکان کا تحفہ دے رہے تھے وہ"۔

"وہی...... وہی...... وہی...... انہی کی بات کر رہا ہوں میں"۔

"پھر آئے نہیں ہمارے پاس"۔

"بات ہے نا...... زلیخا"۔

"کیا......"۔

"ظاہر ہے ہمارے اور ان کے مذہب میں زمین آسمان کا فرق ہے...... بہت سے معاملات میں ہم ان کی مداخلت پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی آمد"۔

"خیر...... چھوڑیئے...... انہیں کیا ہو گیا"۔

"نہیں...... ہوا کچھ نہیں ہے...... بس یہ سمجھ لو کہ ایک چھوٹا سا کام تھا ان کا...... ہمارا ایک اور دوست تھا یہاں...... ارجن شاستری"۔

"اس کے بارے میں بھی بتا چکے ہیں"۔

"وہی...... وہی...... ہم نے آج اس کا ایک جادو ناکام بنا دیا ہے اور یہ مجبوری تھی ہماری...... اصل میں اس کا یہ جادو اگر حویلی پر گر پڑا ہوتا تو ٹھاکر جسونت رائے کے دو چار افراد مر جاتے...... بس ہم نے اسے واپس کر دیا ہے، لیکن یہ خیال نہیں تھا ہمارے دل میں کہ

وہ اسے کوئی نقصان پہنچادے...... بس یہ خدشہ ہے چونکہ...... ہم ان کالے جادو کی باتوں کو نہیں جانتے...... کہیں وہ ارجن شاستری کو کوئی نقصان نہ پہنچادے اور عمادالدین کا خیال غلط نہیں تھا...... واقعی وہ اس بارے میں نہیں جانتے تھے...... ارجن شاستری نے اپنا گھر آبادی سے الگ تھلگ بنا رکھا تھا، کیونکہ بہت سے کام ایسے ہوتے تھے جو بستی کی آبادی میں نہیں ہو سکتے تھے...... دیوالی کی رات کو ہندو دھرم کے لوگ درگا پوجا اور ایسے ہی دوسرے کام کیا کرتے تھے...... ارجن شاستری سال بھر کی کمائی کرتا تھا...... بہت سے معاملے ہوا کرتے تھے...... بہت سے لوگ اپنے مخالفوں پر جادو ٹونے کروایا کرتے تھے، چنانچہ...... آج کی بکنگ بڑی زبردست تھی ایک شیری متی...... سرلا دیوی تھی جو دوسری کسی آبادی میں رہتی تھی...... انہیں اپنی سوکن کو مروانا تھا، چنانچہ جادو کا ایک مٹھ ان کی طرف بھی چل پڑا تھا...... اس کے علاوہ اور بھی دو تین کام تھے اور انہی میں سے ایک کام جسونت رائے کی حویلی پر پھینکے جانے والا مٹھ بھی تھا، چنانچہ ارجن شاستری اپنے کام کا آغاز کر چکا تھا اور یہ پہلا ہی مٹھ تھا جو اس نے روانہ کیا تھا اور اب اسے اس کی کامیابی کا انتظار تھا...... آٹے کا بنا ہوا بھیانک شکل کا ایک پتلا ارجن شاستری کے سامنے رکھا ہوا تھا...... اس کے قدموں میں ثابت ماش کے دانے بکھرے ہوئے تھے...... برابر ہی خون کے دو چراغ جل رہے تھے...... یہ خون تیل میں شامل کیا گیا تھا اور کسی ایسے شخص کے دشمن کا تھا جو اپنے دشمن کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا......

کالا پتلا ارجن شاستری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا ہوا تھا اور ارجن شاستری اس کی آنکھوں میں مٹھ کو اڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا...... یہ اس کے ایک منتر کی پیداوار تھی...... مٹھ تیزی سے اڑتا ہوا آگے جا رہا تھا اور پتلے کی آنکھوں میں جو کسی خاص چیز سے بنائی گئی تھیں...... مٹھ کا روشن نقطہ نظر آرہا تھا...... پھر اچانک ہی یہ نقطہ واپس پلٹ پڑا اور ارجن شاستری جو اپنی کامیابی پر مسلسل مسکرا رہا تھا...... ایک دم چونک پڑا...... اس کی ہنسی ایک دم ختم ہو گئی تھی...... روشن نقطے کی واپسی اس کے لئے ایک بھیانک عمل کے طور پر تھی...... وہ اپنی جگہ سے وحشت زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا...... اس کے ہاتھ پھیل گئے اور وہ ہونٹوں

ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

"یہ کیسے ہو گیا...... یہ کیسے ہو گیا کالی ماں...... ایسا کیسے ہو گیا؟" اچانک ہی پتلے کے ہونٹوں سے آواز نکلی"۔

"تو اپنے دشمن کو بھول گیا...... ارجن؟"۔

"کون دشمن......؟" ارجن نے پتلے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ جو مسلمان مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور تجھ سے کہہ گیا تھا کہ جسونت رائے کی حویلی پر حملہ کرنا ٹھیک نہیں ہو گا"۔

"عمادالدین"۔

"جو بھی اس کا نام ہے...... اس نے تیرا مٹھ واپس کر دیا ہے...... بچ...... سنبھل...... وہ آگیا...... پتلے نے کہا اور دوسرے لمحے ارجن شاستری وہاں سے اٹھ کر بھاگا...... وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا...... اچانک ہی ایک دھماکہ ہوا...... رہائش گاہ کی چھت میں ایک سوراخ ہوا اور مٹی کی ہانڈی جس میں سندور...... چاول...... دال...... آٹا اور نجانے کیا کیا چیزیں بھری ہوئی تھیں...... چھت پھاڑتی ہوئی نیچے آگری...... اس وقت ارجن شاستری کی بیٹی کشاوتی بیٹھی اپنے ہاتھوں میں مہندی لگا رہی تھی کہ ہانڈی اس کے سر پر گری اور کشکاوتی کی بھیانک چیخ فضا میں گونج اٹھی...... اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اور ارجن شاستری چیخ رہا تھا۔

"یہ کیا ہوا...... ارے یہ کیا ہوا......؟ اری اٹھ...... اس آگ کو بجھا...... یہ آخری الفاظ اس نے اپنی دھرم پتنی سے کہے تھے...... لیکن اس کی دھرم پتنی اپنی جگہ ساکت بیٹھی ہوئی تھی...... اس کے دل کی حرکت بند ہو چکی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ارجن شاستری کی پتری نے بھی دم توڑ دیا...... ارجن شاستری پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیوی اور بیٹی کو دیکھ رہا تھا...... اس کے چہرے پر انتہائی ہیجان اور غم کے اثرات تھے...... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی لٹ جانے والی دنیا کو دیکھ رہا تھا اور اس کے منہ سے غراہٹ نکلی۔

"عمادالدین...... بہت برا کیا ہے تو نے...... بہت برا کیا ہے...... ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ خاموشی سے لوگوں کے کام دھندے کریں گے...... دولت اکٹھی کریں گے اور خاموشی ہی سے وقت گزار دیں گے...... ہماری دھرم پتنی ہمارا پریم تھی اور ہماری بچی...... نہیں عمادالدین...... برا کیا ہے تو نے...... کسی اور کے لئے ہمارا گھر برباد کر دیا...... ایسا ہو نہیں سکے گا...... عمادالدین...... ایسا ہو نہیں سکے گا...... تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا، پھر اس کے بعد اس نے اپنی بیٹی کی لاش اٹھا کر کندھے پر ڈالی...... بیوی کی لاش دونوں ہاتھوں میں اٹھائی اور ان دونوں کو لئے ہوئے وہ ایک اور دروازے کی جانب بڑھ گیا...... جو اس کے گھر کا دروازہ تھا اور اندرونی کمرے میں تھا...... یہ اندرونی کمرہ گہرا تاریک تھا اور بڑا وسیع تھا...... ارجن شاستری نے دونوں لاشیں اس کمرے کے بالکل درمیان میں رکھ دیں اور اس کے بعد آگے بڑھ کر دیوار میں لگے ہوئے سوراخوں میں اڑسی ہوئی مشعلیں روشن کر دیں...... دھوئیں کی چراند چاروں طرف پھیل گئی...... پیلے پیلے ماحول میں یہ دونوں لاشیں بڑی عجیب لگ رہی تھیں...... ارجن شاستری نے ایک دیوار کے قریب پہنچ کر کوئی بٹن دبایا اور دیوار میں ایک خانہ کھل گیا...... اندر بہت سے لکڑی کے پتلے رکھے ہوئے تھے جن کی شکلیں عجیب وغریب تھیں...... بھیانک شکلوں والے ان پتلوں کی تعداد کوئی تیس پینتیس کے قریب تھیں......

ارجن شاستری نے یہ سارے پتلے نکال لئے اور انہیں ان دونوں لاشوں کے گرد سجا دیا...... دونوں لاشیں کمرے کے فرش پر پڑی بڑی عجیب لگ رہی تھیں...... ارجن شاستری پتلوں کو سجانے کے بعد خود تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور کوئی منتر پڑھنے لگا...... کچھ لمحوں کے بعد اس نے پتلوں پر ایک پھونک ماری اور یہ پتلے آگ کی طرح روشن ہو گئے...... ان کے بدن سے شعلے نکل رہے تھے اور وہ چیخ رہے تھے۔

"ہمیں مت مارو...... مہاراج...... ہم نے کیا کیا ہے...... ؟ ارے...... دیا رے دیا...... ارے...... مر گئے رے...... شما کر دو مہاراج ہمیں نہ مارو...... ننھی ننھی چیخیں اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ارجن شاستری خونی نگاہوں سے ان پتلوں کو دیکھ رہا تھا...... جو ایک ایک

کر کے بھسم ہوتے جا رہے تھے اور پھر وہ زمین پر پانی کی طرح بہہ رہے تھے...... یہ بھیانک کھیل دیر تک جاری رہا...... پتلے اب بھی چیخ رہے تھے، فریاد کر رہے تھے۔

"ہمیں نہ مارو...... مہاراج...... ہم نے کیا کیا ہے...... ؟" تب ارجن شاستری بولا۔

"تم میرے چہیتے بیر تھے...... میری بیوی اور بیٹی مر گئیں...... تم کچھ نہیں کر سکے میرے لئے...... میں نے تمہاری رکھشا کے لئے کیا نہیں کیا...... ؟ کس طرح پالا ہے تمہیں...... تم کچھ بھی نہیں کر سکے میری بیوی اور میری اکلوتی بچی کے لئے...... کیا کرنا ہے مجھے تمہارا؟"۔

"ہم کیا کر سکتے تھے مہاراج...... ہم تو نردوش ہیں...... جس نے تمہارا مٹھ تمہیں لوٹایا ہے وہ ہمارے دھرم کا تو نہیں ہے...... وہ دوسرے دھرم کا ہے...... مالک...... وہ جو کچھ کرتا ہے...... ہمارے پاس اس کا توڑ نہیں ہے...... ہمیں مت مارو"۔

"تمہارے پاس اگر اس کے کئے کا توڑ نہیں ہے تو میں تمہارا کیا کروں گا...... ؟ جل جاؤ بھسم ہو جاؤ...... مر جاؤ تم سب...... نئی شکتی حاصل کروں گا...... تمہیں پالنے کا کوئی فائدہ نہیں...... لکڑی کے پتلے زندہ انسانوں کی طرح کراہتے اور دم توڑتے رہے...... دیوالی کی یہ بھیانک رات جہاں جس قدر بھیانک تھی...... وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا...... آہستہ آہستہ آخری پتلا بھی زمین پر پانی کی مانند بہہ گیا تو ارجن شاستری اپنی جگہ سے اٹھا...... اس بار اس نے تانبے کا بنا ہوا کالی کا مجسمہ اٹھایا تھا...... اسے ایک بلند جگہ رکھنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے اور گردن جھکا دی...... پھر بولا۔

"جے مہاکالی...... کالی کال کو ڈھائے...... دشمن کا کلیجہ کاٹ کر لائے...... تب کالی کہلانا...... میرے ساتھ کیا ہوا ہے...... ؟ کالی مجھے شکتی دے...... مجھے شکتی دے کہ میں اس مسلمان سے مقابلہ کر سکوں...... میں اسے نیچا دکھا دوں...... اگر تو نے مجھے یہ شکتی دے دی تو تیرا یہ داس تیرے نام کی بلی دے دے گا...... خود اپنی بلی...... سن کالی دیوی...... مجھے ان دونوں کی آتمائیں چاہئیں...... میں ان کے شریر میں ان کی آتماؤں کی واپسی چاہتا ہوں...... ایک

مخصوص وقت تک کے لئے...... میں جانتا ہوں کہ مردوں کو جیون دینا تیرا کام نہیں ہے...... پر یہ بھی جانتا ہوں کہ تو بیروں کو ان کے شریر میں داخل کر کے انہیں جیتا دکھا سکتی ہے...... میں ایک وقت تک ان کے شریر جیتے دیکھنا چاہتا ہوں...... اس کے بعد میں تجھے تیرا یہ ادھار واپس کر دوں گا...... یہ شریر مجھے دے دے...... اپنے بیروں کو ان کے جسموں میں داخل کر دے...... کر دے کالی...... کالی کال کو ڈھائے...... دشمن کا کلیجہ کاٹ کر لائے...... تب کالی کہلائے...... اچانک ہی ایک تیز چمک...... ایک بہت ہی تیز چمک کمرے میں ابھری...... ایسی کہ آنکھوں کی روشنی چھن جائے...... ارجن شاستری کی آنکھیں بھی ایک دم بند ہو گئی تھی اور پھر کافی دیر تک اس کی آنکھوں میں جھائیاں رقص کرتی رہی تھیں...... رفتہ رفتہ جب آنکھوں کے ہیولے کالے ہو گئے تو اس نے آنکھیں کھول دیں...... تانبے کا مجسمہ بدستور اپنی جگہ موجود تھا، لیکن اسی وقت اسے اپنے عقب سے کشکاوتی کی آواز سنائی دی۔

"ہم کہاں ہیں......؟" اور ارجن شاستری اچھل پڑا...... اس نے پلٹ کر دیکھا...... دونوں ماں بیٹیاں فرش پر بیٹھی ہوئی تھیں...... ارجن شاستری انہیں دیکھنے لگا...... پھر اچانک ہی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ پڑا...... میری کشکا...... میری رجنی...... وہ دونوں سے لپٹ گیا، لیکن دونوں عورتیں کسی بت کی مانند خاموش کھڑی رہیں...... ارجن شاستری کافی دیر تک روتا رہا...... وہ عجیب عجیب باتیں منہ سے نکال رہا تھا۔

"میری وجہ سے تم پر یہ بپتا پڑی...... میری وجہ سے تم اس سنسار سے دور ہو گئیں...... میری وجہ سے ہوا ہے یہ سب کچھ...... میری وجہ سے ہوا ہے...... آہ...... ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا...... میری وجہ سے نقصان پہنچا ہے تمہیں...... میں کیسے اپنے آپ کو معاف کر سکوں گا...... میں کیسے اپنے آپ کو معاف کر سکوں گا...... وہ بلک بلک کر رونے لگا، لیکن دونوں عورتیں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں جیسے ان کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو...... تب ارجن شاستری نے کہا۔

"ہاں...... میں جانتا ہوں...... کہ اب تم اس سنسار میں نہیں ہو...... یہ تمہاری آتمائیں

بھی نہیں ہیں جو تمہارے جسموں کو متحرک کر رہی ہیں، بلکہ یہ کالی دیوی کے بیر ہیں...... ہاں...... کالی دیوی تو نے میری بات مان لی ہے اور دیکھ برا ہو گیا ہے...... اس مسلمان نے میرا گھر تباہ کر دیا...... ایسا تو نہیں ہونا چاہئے تھا...... ایسا تو نہیں ہونا چاہئے تھا...... کچھ دیر کے بعد وہ پھر اپنی رہائش گاہ میں آ گیا...... یعنی وہاں جہاں اس کی بیوی اور بیٹی موجود تھیں...... ٹوٹی ہوئی ہانڈی کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہوئے تھے...... اس نے ان ٹکڑوں کو سمیٹا...... کشکاوتی اور رجنی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں اور وہ ٹوٹی ہوئی ہانڈی کے ٹکڑے سمیٹ کر انہیں ایک تھیلے میں ڈال رہا تھا...... پھر اس نے تھیلے کا منہ باندھا اور اسے ہاتھوں میں لٹکائے گھر سے باہر نکل آیا...... اس نے اپنے گھر کے پچھلے حصے کا رخ کیا تھا...... یہاں بڑی لمبی لمبی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں...... بدنما اور خوفناک جھاڑیاں...... ان جھاڑیوں میں ایک کنویں کا دہانہ چھپا ہوا تھا، جو زمین کے برابر تھا...... اصل میں اس طرف آنے کی اجازت تو کسی کو نہیں تھی...... کوئی بھی ان جھاڑیوں سے نہیں گزرتا تھا، لیکن اگر کسی نے گزرنے کی کوشش کی تو پھر یہ اندھا کنواں اس کا استقبال کرتا تھا...... شاید اس کنویں کی گہرائیوں میں کئی انسانی ڈھانچے ہوں...... یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ارجن شاستری کی حکم عدولی کی تھی...... مٹی کی ہانڈی کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا تھیلا اس نے اس کنویں میں اچھال دیا...... دونوں ہاتھ جوڑے ماتھے سے لگائے اور بولا۔

"قسم کھاتا ہوں...... تین لاکھ آٹھ ہزار سات سو پینسٹھ دیوی دیوتاؤں کی کہ ایک دن عمادالدین کی لاش کو بھی اسی کنویں کی نذر کروں گا...... میرا وعدہ ہے...... میرا وعدہ ہے...... میرا وعدہ ہے...... پھر وہ خاموشی سے وہاں سے چل پڑا تھا...... دیوالی کی اس رات وہ جو کچھ کھو بیٹھا تھا...... اسے واپس لانا اس کے بس کی بات نہیں تھی، لیکن اپنے طور پر وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب عمادالدین سے انتقام ہی اس کی زندگی ہے، لیکن عمادالدین کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے، جو کچھ کیا تھا انہوں نے...... اسے خود بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے، مگر کیا کرتے...... جسونت رائے سے ان کے خاندان کی گہری دوستی تھی اور بہر حال نہ بھی ہوتی

تب بھی مشکل میں پھنسے ہوئے ایک انسان کی مدد کرنا اس علم کو خراج ادا کرنے کے مترادف تھا جو انہیں بخشا گیا تھا...... وہ اپنے علم میں بہت آگے پہنچ چکے تھے...... یہ الگ بات ہے کہ...... صاحب علم ہمیشہ اپنے آپ کو اور اپنے سر کو جھکائے رکھتے ہیں کہ ان کی بقاء کا ذریعہ ہی یہ ہے اور سچی بات یہ ہے...... کہ بڑے سے بڑا علم انکساری چاہتا ہے اور یہ انکساری ہی علم کی غذا ہوتی ہے...... تاہم عماد الدین نے دوسرے دن ارجن شاستری سے ملنے کا فیصلہ کیا...... ویسے بھی بچپن کا دوست تھا...... تھوڑی بہت انسیت بھی تھی...... اسی حوالے سے...... حالانکہ برے راستوں کا راہی تھا پھر بھی انسانی نکتہ نگاہ سے وہ اس بات کو بہتر سمجھتے تھے کہ ارجن شاستری کی بھی خبر لی جائے، چنانچہ...... یہ طویل فاصلہ طے کر کے وہ شاستری کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے...... شاستری اس وقت باہر ہی ایک پلنگ پر سوچ میں بیٹھا ہوا تھا...... اسے عماد الدین کے اپنے پاس چلے آنے کی امید نہیں تھی...... وہ جو منصوبہ بنا چکا تھا اس کے تحت تو وہ یہ سوچ رہا تھا کہ خود عماد الدین کے پاس جا کر ان کی اس کامیابی کی مبارک باد دے، لیکن عماد الدین خود ہی چلے آئے تھے تو اس نے دل میں سوچا کہ بیٹا عماد الدین تیرے اور میرے درمیان جو جھگڑا چلنے والا ہے...... وہ اس سنسار کے لئے ایک انوکھا ہی جھگڑا ہوگا...... ایک ایسا جھگڑا جس کے بارے میں لوگ دیکھیں گے اور سوچیں گے اور کہیں گے کہ ایسے دشمن بھی ہوتے ہیں...... اس نے مسکرا کر کھڑے ہو کر عماد الدین کا استقبال کیا تھا...... عماد الدین گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

"آؤ بیٹھو...... ملاجی......" شاستری نے عماد الدین کو ایک نئے نام سے مخاطب کیا"۔

"ملاجی"۔

"ہاں...... بڑے عالم ہوگئے ہو...... بہت بڑے عالم ہوگئے ہو...... مان لیا بھائی...... بچا لیا تم نے جسونت رائے کو...... بڑی بات ہے...... ورنہ گیا تھا وہ...... بھسم ہو جاتا سسرا...... ایک مٹھ واپس کر دیا ہے تم نے ملاجی...... آگے کیا کرو گے؟"۔

"کچھ نہیں...... تو اگر ہزار مٹھ بھی ادھر بھیجے گا تو میں وہ سب واپس کرتا رہوں گا"۔

"بڑی بات ہے...... بڑی بات ہے......" ارجن شاستری نے گردن ہلاتے ہوئے کہا...... پھر بولا"۔

"مگر...... جسونت رائے نے تمہیں کیا دیا اس کے صلے میں......؟"۔

"دعائیں"۔

"بس"۔

"تو اور کیا...... تم کیا سمجھتے ہو......؟ دعاؤں سے بڑھ کر کوئی اور قیمتی شئے ہو سکتی ہے"۔

"بس...... یہی اختلاف ہے میرے اور تمہارے درمیان...... عماد الدین! میں کہتا ہوں کہ دعا دینے والے انسان کو بے وقوف بناتے ہیں...... ہر چیز کا ایک صلہ ایک معاوضہ ہوتا ہے...... تم پتا نہیں کہاں کی باتیں لئے پھر رہے ہو...... ارے بابا...... کل کو بوڑھے ہو جاؤ گے...... مر جاؤ گے...... بچی ہے بیوی ہے اور بھی بچے ہوں گے تمہارے...... کیا ان دعاؤں سے ہی پیٹ بھرو گے ان لوگوں کا"۔

"پیٹ بھرنے والی ذات...... ذات باری کی ہوتی ہے...... اب میرے اور تمہارے نظریئے میں اور عقیدے میں یہی تو فرق ہے، جو روحوں کو زمین پر بھیجتا ہے وہ ان کے لئے ہر طرح کا بندوبست بھی رکھتا ہے...... ارجن شاستری...... ہم تو صرف ذریعہ ہوتے ہیں...... ہمارے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو جائیں...... دماغ کام کرنا چھوڑ دے تو ہم اپنی پرورش نہیں کر سکیں گے...... اپنے بچوں کی پرورش کیا کریں گے...... ہم...... لیکن نظام کائنات نظام حق ہوتا ہے اور نظام حق میں کوئی نہیں ہوتا...... نظام حق...... نظام کائنات کی ترتیب کرتا ہے کہ اس کو کیا دینا ہے...... یہ اور کون سے ذریعے سے دیتا ہے......؟ یہ فیصلے تو آسمان میں ہوتے ہیں...... ارجن شاستری...... اور جو دنیا کی ہوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ دینے والی ذات (نعوذ باللہ) کہیں زمین پر بستی ہے تو یہ ان کی غلطی ہے، بلکہ یہی بہکاوا ہے...... جو انہیں ہوتا ہے یہی سمجھ رہے ہو نا تم...... مسئلہ صرف یہی ہے...... سوچنے کا بس یہی مقام ہے...... اگر صحیح سوچ لیا تو سمجھ لو کہ بیڑا پار ہو گیا...... سوچ میں کہیں غلطی ہو گئی تو پھر کچھ

نہیں ملتا، اس کائنات میں"۔

"بڑی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی...... تم نے ملاجی...... تمہارا کیا خیال ہے......؟ صرف تمہارے کہنے سے میں اپنا نظریۂ تبدیل کر سکتا ہوں...... مسلمان ہو جاؤں کیا...... جواب میں عماد الدین ہنس دیئے...... انہوں نے کہا۔

"مسلمان ہونا تو بہت عظمت کا کام ہے...... شاستری! تیرے جیسے سیاہ دل لوگ مسلمان نہیں ہوتے"۔

"دیکھو...... دیکھو...... لڑنا شروع کر دیا...... میں نے تو کتنی محبت سے خوش آمدید کہا ہے اور تم لڑنے لگے مجھ سے"۔

"نہیں...... ایسی بات نہیں...... لڑ نہیں رہا بلکہ بتا رہا ہوں وہ الفاظ مت کہہ جو مجھے مشتعل کر دے...... کیا سمجھا؟"۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... اب تو کیا چاہتا ہے؟"۔

"نہیں...... نہیں...... کچھ نہیں...... تیری خوشامد کرنے آیا ہوں...... رات کی ہانڈی تجھ تک واپس پہنچ گئی تھی نا"۔

"ہاں...... پہنچ گئی تھی" ارجن شاستری کے لہجے میں ایک خوفناک غراہٹ تھی"۔

"تجھے بہت برا لگا ہوگا"۔

"نہیں...... حیرت ہوئی تھی"۔

"کیسی حیرت"۔

"یہی کہ ملا عماد الدین تو واقعی کام کا آدمی بن گیا...... ہانڈیوں کو واپس کرنا تو جادو منتروں ہی کا کام ہے اور سادھو...... منتری ہی یہ کام کرتے ہیں...... کالے جادو کو کالا جادو ہی مارتا ہے...... یہ تم نے تو کمال کر دکھایا"۔

"نہیں بے وقوفی ہے تمہاری...... سوچ ہے تمہاری...... سنو کالا، پیلا، نیلا جادو کوئی حیثیت نہیں رکھتا...... میں پھر وہی بات کہوں گا کہ جو...... مالک کائنات ہے اور جس نے اس

کائنات میں شیطان کو اتار دیا ہے وہ شیطان کے شر کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور اس نے ان لوگوں کو شیطان سے نمٹنے کے لئے طاقت اور قوت عطا کر دی ہے جو شیطان کے فریب میں آ جاتے ہیں، جو بچنا چاہے وہ بچ سکتا ہے ارجن شاستری"۔

"چلو بھائی...... ٹھیک ہے...... چلو...... اپنا اپنا کام کرو...... تم اپنا کام جاری رکھو ہم اپنا کام جاری رکھیں گے"۔

"یہ بتاؤ تم خیریت سے تو ہو نا"۔

"ہاں...... کیوں نہیں......؟ کیا سمجھ رہے تھے تم......؟ ہانڈی واپس کر کے ہم سب کو مار دو گے"۔

"خدا کی قسم...... شاستری میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور نہیں تھا بلکہ جسونت رائے کو بچانے والے سے میں نے یہ دعا بھی مانگی تھی کہ تمہیں بھی کوئی نقصان نہ پہنچے"۔

"ارے...... چھوڑو...... چھوڑ...... تمہیں پتا ہے کہ مٹھ کیا چیز ہوتی ہے......؟"۔

"نہیں پتا...... یہی تو کہتا ہوں"۔

"جھوٹ بولتے ہو"۔

"نہیں شاستری...... واقعی نہیں جانتا"۔

"جادو منتر کا ایک ایسا ایٹم بم ہوتا ہے یہ جسے واپس کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا اور جہاں پر ایٹم بم گرتا ہے وہاں ہیروشیما اور ناگاساکی سے زیادہ بربادی ہوتی ہے...... بچا لیا تم نے جسونت رائے کو اس ایٹم بم سے اور وہ واپس آ گیا"۔

"چلو...... یہی سہی...... ایٹم بم کا رخ موڑ دیا گیا...... تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا اس سے"۔

"کیا نقصان پہنچ سکتا تھا تمہارے خیال میں"۔

"یقین کرو اگر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تو مجھے خوشی ہوئی"۔

"ایک منٹ" ارجن شاستری نے کہا اور اپنی بیوی اور بیٹی کو آواز دی...... دونوں

آ گئی تھیں۔

"کشکاوتی...... بتاؤ انہیں ہمیں کیا نقصان پہنچا؟"۔

"کوئی نقصان نہیں پہنچا...... نقصان کیا ہوتا؟"۔

"آپ ٹھیک ہیں بھابھی جی...... تم ٹھیک ہو...... کشکا بیٹی"۔

"ہم دونوں ٹھیک ہیں" کشکاوتی نے جواب دیا۔

"آؤ...... میں تمہارے سر پر ہاتھ تو پھیر دوں"۔

"نہیں...... چاچا جی میرے سر کے بال خراب ہو جائیں گے...... کشکاوتی نے جواب
اور کئی قدم پیچھے ہٹ گئی...... عمادالدین ہنسنے لگے تھے"۔

"شریر ہو گئی ہے میرے سامنے ہی پلی بڑھی ہے اور اب مجھ سے ہی شرارت کر ر
ہے...... اچھا...... ارجن شاستری...... اب مجھے اجازت دو...... چلتا ہوں...... اور تھوڑی دیر
بعد عمادالدین وہاں سے رخصت ہو گئے...... دل پر سے بوجھ ہٹ گیا تھا...... یہ بات کئی
سوچی تھی کہ کہیں ان کے اس عمل سے ارجن شاستری کو یا اس کے اہل خاندان کو کوئی نقصا
نہ پہنچا ہو، لیکن اب ان کی بیوی اور بیٹی کو دیکھ کر اور شاستری کو زندہ سلامت دیکھ کر انہ
سکون ہوا تھا، جبکہ جب وہ واپس آئے تو شاستری نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

"کتنا اطمینان نظر آ رہا ہے تیرے چہرے پر...... عمادالدین...... میری زندگی کا س
سے بڑا مقصد یہی ہے کہ تیرے دل سے سکون ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھین لوں...... ہمیشہ ہم
کے لئے"۔
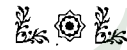
ٹھاکر جسونت رائے بہت خوش تھا...... عمادالدین کا احسان وہ زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا، لیکن درویش منش کے لئے کوئی چیز قابل اعتنا نہیں تھی...... جسونت رائے خود عمادالدین سے ملا اور اس نے کہا۔

"عمادالدین...... پرانے رشتوں سے میں تمہارا چچا لگتا ہوں...... تم نے بھگوان کی دیا سے سنسار میں بہت جا حاصل کر لیا...... علم کی اپنی دولت ہوتی ہے...... میری دولت...... میرا پریوار نہیں بچا پا رہی تھی...... اس وقت تمہارے علم کی دولت نے میرے پریوار کی رکھشا کی...... عمادالدین...... اس وقت تم مجھ سے کہیں مالا مال ہو، لیکن دیکھو دنیا کی دولت بھی کوئی چیز ہوتی ہے...... مہرالنساء میری ہی بیٹی ہے...... اسے ایک اچھا مستقبل دینے کے لئے اگر تم اپنے چچا کی تھوڑی سی مدد قبول کر لو تو عمادالدین یہ کوئی بری بات نہیں ہوگی...... نہ تم مجھ سے کچھ مانگ رہے ہو اور نہ میں تمہیں دے رہا ہوں...... بس سمجھ لو...... کہ اپنی بچی کے لئے کچھ زمینیں اس کے نام کرنا چاہتا ہوں...... تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے" جواب میں عمادالدین مسکرا دیئے...... انہوں نے کہا۔

"چاچا جی...... جب آپ نے خود ہی مجھے اپنے آپ سے دولت مند قرار دے دیا ہے...... تو پھر مجھے غریب کہہ کر میری بے عزتی کیوں کر رہے ہیں......؟ اگر میں دولت مند ہوں تو مہرالنساء ایک دولت مند شخص کی بیٹی ہے...... پھر آپ ہماری مدد کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو...... جو کچھ میں کہہ رہا ہوں...... پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں"۔

"اس خلوص کا میں دل سے احترام کرتا ہوں...... لیکن...... اس احترام کو احترام کی شکل ہی میں رہنے دیجئے...... اس میں کوئی کھوٹ نہ پیدا کیجئے...... آپ سے التجا کرتا ہوں میں" ایسا انداز اختیار کیا تھا عمادالدین نے کہ اس کے بعد جسونت رائے کے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہی...... وہ خاموش ہو گئے اور وقت گزرتا رہا...... ادھر...... شاستری اپنی کوششوں میں مصروف تھا اتنا وقفہ دینا چاہتا تھا وہ...... کہ عمادالدین کے ذہن سے ہر خدشہ نکل جائے، لیکن کشکا وتی...... اور اپنی دھرم پتنی کے لئے جادو کے زور سے اس نے بہت تھوڑا سا وقت لیا تھا...... اور اس وقت سے پہلے اسے سارے کام کر لینے تھے، چنانچہ وہ تاک میں لگا ہوا تھا...... آخر کار ایک دن مہرالنساء اسے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں اس وقت عمادالدین موجود نہیں تھا...... مہرالنساء بیچاری ان تمام چیزوں سے ناواقف تھی...... اسے نہیں معلوم تھا کہ ارجن شاستری جسے وہ چاچا...... چاچا...... کہتی ہے اب اس کے باپ کا حریف بن چکا ہے...... اس نے تو یہی سنا تھا کہ ارجن شاستری عمادالدین کا بچپن کا دوست ہے...... اس وقت وہ پچھلے کھیتوں سے سرسوں کا ساگ توڑ کر لا رہی تھی جس کے لئے اسے زلیخا نے بھیجا تھا، لیکن...... اس سے خوبصورت موقع ارجن شاستری کو اور نہیں مل سکتا تھا...... وہ...... مہرالنساء کے سامنے پہنچ گیا۔

"چھی...... چھی...... چھی...... چھی...... بیٹا! یہ تیرا کام ہے کیا......؟ کیسا ہے یہ عمادالدین......؟ ارے بچیوں سے اتنے سخت کام تھوڑا ہی کرائے جاتے ہیں"۔

"لو چاچا...... سرسوں کا ساگ توڑنا اور اس کی گٹھڑی بنا کر لے آنا کیا سخت کام ہے"۔

"بٹیا...... بیٹیوں کو تو انسان پھولوں کے بستر پر پالتا ہے...... یہ پرایا دھن ہمارے پاس کتنے دن کے لئے ہوتا ہے...... ہمیں کیا معلوم؟"۔

"یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں...... چاچا جی...... لیکن؟"۔

"کشکا تجھے کتنے دن سے یاد کر رہی ہے...... کبھی اس سے ملنے کو من نہیں کرتا"۔

"آؤں گی چاچا جی...... کسی وقت"۔

"لے...... کسی وقت کی کیا بات ہے؟ دس منٹ کے لئے ابھی چل...... لا یہ گٹھڑی مجھے دے دے"۔

"چاچا جی...... وہ"۔

"ہاں...... بول...... کیا کہہ رہی ہے؟"۔

"میں نے گھر میں نہیں کہا ہے"۔

"چاچا ہوں تیرا...... چاچا اور پتا میں کوئی فرق ہوتا ہے؟"۔

"ہوتا تو نہیں ہے لیکن...... اماں سے"۔

"اری چل...... پاگل کہیں کی...... دس منٹ کے لئے چل کشکا کے پاس...... اسے ساتھ ہی لیتی آنا...... کہہ دینا کشکا مل گئی تھی...... زبردستی مجھے لے گئی اور پھر کشکا آئے گی تو تیری اماں سے کہہ دے گی کہ وہ لے گئی تھی اسے"۔

"چاچا جی...... مجھے جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا...... بس تھوڑی دیر کے بعد"۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... کشکا تجھے بڑا یاد کر رہی ہے...... آجا" ارجن شاستری نے معصوم سی بچی کا ہاتھ پکڑا...... چودہ پندرہ سال کی عمر میں کیا...... بس...... موم کا ڈھیر ہوتا ہے...... چنانچہ بحالت مجبوری ارجن شاستری کے ساتھ چل پڑی...... شاستری اسے لئے ہوئے بڑی برق رفتاری سے چھپتا چھپاتا اپنے گھر پہنچا تھا...... آج ہی تو موقع ملا تھا اسے...... جلدی سے مہرالنساء کو اندر کے اسی بڑے کمرے میں لے گیا جو اس کے لئے سب سے بڑی جگہ تھی اور جہاں کالے علم کا کالا خزانہ جمع تھا...... کشکا اور ارجن شاستری کی بیوی کالی دیوی کی دی ہوئی زندگی گزار رہی تھیں...... اب نہ انہیں کھانے پینے کی ضرورت تھی...... نہ زندہ رہنے کے لئے ہوا اور پانی کی...... وہ تو بس ایک جادو کے زیر اثر جی رہی تھیں...... کچھ لمحوں کے بعد ارجن شاستری انہیں بھی اندر لے آیا اور پھر اس نے مہرالنساء سے کہا۔

"عمادالدین کی بیٹی...... بڑی بری بات کی ہے عمادالدین نے ہمارے ساتھ...... یہ کشکا ہے اور یہ میری دھرم پتنی...... جو تجھے جیتی جاگتی نظر آرہی ہے...... لیکن یہ جیتی نہیں ہے"۔

"کیا...... مہرالنساء حیرت سے بولی"۔

"ہاں...... یہ بات تو نہیں جانتی ہوگی...... سپوتری...... لیکن میں تجھے بتاؤں یہ جیتی نہیں ہیں"۔

"تو پھر"۔

"مار دیا ہے تیرے پتا نے اس کو...... میری بچی کو مار دیا اور میری دھرم پتنی کو بھی مار دیا ہے"۔

"مگر چاچاجی...... یہ تو"۔

"ہاں...... مگر جو کچھ ہے تیرے علم میں بہت جلد آجائے گا...... یہاں لیٹ جا"۔

"ما...... مگر کیوں......؟"۔

"لیٹ جا" ارجن شاستری کا لہجہ بدل گیا۔

"چاچاجی...... مجھے دیر ہورہی ہے"۔

"ہاں...... تجھے دیر ہورہی ہے...... مجھے بھی دیر ہورہی ہے...... جلدی کر، بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے...... جلدی کر"۔

"مگر چاچاجی...... میں...... کشکا...... چاچاجی...... یہ چاچاجی کیا کہہ رہے ہیں؟ مہرالنساء نے سامنے کھڑی ہوئی کشکا اور ارجن شاستری کی بیوی سے فریاد کی، لیکن ارجن شاستری مہرالنساء کے پاس پہنچ گیا...... اس نے مہرالنساء کے لمبے اور خوبصورت بال پکڑے اور اسے زمین پر لٹادیا۔

"خاموشی سے یہاں لیٹی رہ...... ورنہ" ارجن شاستری نے ایک لمبا چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا...... پھر اس نے کشکا سے کہا۔

"تو بھی یہاں لیٹ جا...... ابھی تیرا اسے باقی ہے...... کچھ دن بچے ہوئے ہیں تیرے جیون کے...... میری بیٹی...... میں تجھے جیون نہیں دے سکا...... ماری گئی تو میری وجہ سے...... پر کیا کروں......؟ مجبوری تھی...... اب میرے من میں بدلے کی جو آگ لگی ہوئی ہے، وہ اسی طرح سرد ہوسکتی ہے کہ مہرالنساء تیرے شریر میں رہے...... میں تجھے تو جیتا نہیں رکھ سکا...... میری بچی...... مگر تیرے شریر کو زندہ رکھوں گا، جا...... بھگوان تیری رکھشا کرے اور اس کے بعد اس نے اپنا عمل شروع کردیا...... یہ ایک عجیب عمل تھا...... مہرالنساء کی آنکھیں بند ہوتی جارہی تھیں اور وہ ارجن شاستری کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہی تھی، جو اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے...... اس کے بدن میں جلن ہونے لگی تھی، یہ جلن بڑھتی گئی...... اور بڑھتی گئی...... بڑھتی گئی...... اس نے چیخنے کی کوشش کی، لیکن اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی اور تھوڑی دیر کے بعد اچانک ہی اس کے ذہن پر نیند سی سوار ہوگئی...... اس نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو دنیا سے بے خبر پایا، لیکن یہ تھوڑی ہی دیر کی بات تھی...... کچھ لمحوں کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو اس نے ماحول کا جائزہ لیا...... اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے سب کچھ یاد آگیا...... ارجن شاستری اس وقت موجود نہیں تھا نہ ہی اس کی دھرم پتنی یہاں موجود تھی، لیکن برابر میں...... اس نے برابر میں دیکھا اور ایک لمحے کے لئے اس کا دماغ چکرا کر رہ گیا...... وہ تو برابر میں اپنے آپ کو لیٹے ہوئے دیکھ رہی تھی، مگر یہ آنکھیں...... یہ سب کیا قصہ ہے......؟ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی...... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے برابر لیٹے ہوئے وجود کو دیکھا...... اس کی آنکھیں بند تھیں، لیکن یہ تو وہی تھی...... آہ...... یہ تو میں ہی ہوں، مگر...... پھر میں کون ہوں......؟ ایک عجیب سوال تھا جس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا...... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے برابر لیٹی ہوئی مہرالنساء کو دیکھتی رہی...... اگر یہ مہرالنساء ہے تو پھر میں کون ہوں......؟ پھر اس نے مہرالنساء کے شانے کو جھنجھوڑ کر مہرالنساء کو جگایا تو مہرالنساء نے آنکھیں کھول دیں اور اسے دیکھنے لگی...... پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی...... اسے دیکھنے لگی پھر مسکرائی...... پھر بولی۔

"ارے...... یہ تو میں ہوں، کون ہے تو؟"۔

"مگر...... تو کون ہے؟"۔

"میں کشکا ہوں"۔

"اور میں مہرالنساء ہوں"۔

"مگر تو تو میرے شریر میں ہے"۔

"اور میں شاید تمہارے بدن میں ہوں"۔

"ہاں"۔

"یہ تو عجیب ہو گیا"۔

"نہیں...... عجیب نہیں ہوا...... یہ ہونا تھا...... یہ ضرور ہونا تھا...... اور میں خوش ہوں کہ ایسا ہو گیا"۔

"مگر ہوا کیا ہے......؟ یہ تو مجھے بتا دو"۔

"ہوا یہ تھا کہ میرے پتا نے ایک منتر کیا...... اس منتر سے وہ جسونت رائے اور اس کے پریوار کو ختم کرنا چاہتے تھے"۔

"ہائے...... جسونت جی کو کیوں ختم کرنا چاہتے تھے؟ ارجن شاستری"۔

"کوئی دشمنی کا کام چل رہا تھا"۔

"تو پھر"۔

"تیرے پتا نے وہ منتر الٹ دیا...... ہماری بھیجی ہوئی ہانڈی ہم پر آ گری...... میں اور ماں جی مر گئیں اور پتا جی اپنے منتر میں ناکام ہو گئے...... پھر پتا جی نے ہمیں ادھار کا جیون دیا...... اپنے جادو منتروں سے انہوں نے چند روز کے لئے ہمیں زندہ کر دیا...... ہمیں کچھ دن کے بعد مر جانا ہے، لیکن کیا ہی مزے کی بات ہے......؟ اب تو مرے گی مہرالنساء...... تیرے شریر میں میں ہوں، چنانچہ تیرا شریر مر جائے گا...... میرا شریر جیتا رہے گا...... میں بے شک کچھ دن کے بعد مر جاؤں گی اور تیرا شریر بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا، مگر میرا شریر زندہ

رہے گا اور تو میرے شریر میں قید رہے گی...... یہ ہے میرے پتا کا انتقام"۔

"نہیں...... خدا کے لئے نہیں...... خدا کے لئے نہیں...... ایسا نہ کرو" کشکا کے بدن میں مہرالنساء نے روتے ہوئے کہا، اسی وقت ارجن شاستری واپس آ گیا...... اس نے مہرالنساء کو کشکا کے بدن میں دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

"دل ٹھنڈا ہو گیا...... بھگوان کی سوگند...... دل ٹھنڈا ہو گیا...... لڑکی اب تو کشکا کے شریر میں ہے...... میری کشکا جیتی ہے...... تم اگر اپنے ماتا پتا کا جیون چاہتی ہو...... اگر یہ نہیں چاہتی کہ میں انہیں جلدی غلاظت میں ڈال کر مار دوں تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میری بات سن...... خاموشی اختیار کر...... اپنے آپ کو کشکا کہہ...... کشکا سمجھ...... اگر تو نے اس کے خلاف کیا تو سمجھ لے مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا...... میں تیرے ماتا پتا کے جیون کو ختم کر دوں گا...... کتے کی موت ماروں گا انہیں"۔

"نہیں...... نہیں...... خدا کے لئے میری امی اور ابو کو"۔

"اب خدا نہیں...... بھگوان کا نام لینا پڑے گا تجھے...... جو کچھ میں کہوں گا وہ کرنا پڑے گا تجھے"۔

"مگر میری بات سنو...... میری بات سنو...... ایسا مت کرو چاچا جی...... مجھے میرا بدن واپس دے دو...... میں جادو منتر کے یہ کھیل نہیں جانتی...... جھگڑا ہے تو میرے ابو سے ہے تمہارا...... میرا کوئی معاملہ نہیں ہے چاچا جی...... مجھے معاف کر دو"۔

"بیٹی اور پتنی کھو چکا ہوں میں...... کیسے معاف کر دوں گا تمہیں...... میرا کلیجہ خالی ہو چکا ہے تو عمادالدین کا کلیجہ بھی خالی ہونا چاہئے...... کیا سمجھی" اور پھر ارجن شاستری نے کشکا کے بدن میں اپنے دشمن کی بیٹی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور مہرالنساء کشکا کے وجود میں قید آنسو بہانے لگی، جبکہ مہرالنساء کے بدن میں کشکا کو جگا کر ارجن شاستری نے کشکا سے کہا۔

"ساگ کا یہ ڈھیر لے کر تو چلی جا...... اب عمادالدین کے ہاں...... اب وہی کرنا ہے تجھے جو میں چاہتا ہوں...... مجھے معاف کرنا...... میں تیری رکھشا نہیں کر سکا...... میری وجہ

سے تجھے نقصان پہنچا...... پر تیرا شریر میرے ساتھ رہے گا...... تیرے شریر کو ایک لمبا جیون دے چکا ہوں میں" یہ کہہ کر اس نے مہرالنساء کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا...... ساگ کا ڈھیر اس کے ہاتھ میں دیا اور مہرالنساء وہاں سے چل پڑی...... تھوڑی دیر کے بعد کشکا مہرالنساء کے روپ میں گھر میں داخل ہو گئی...... عمادالدین وہاں موجود نہیں تھا، چنانچہ...... کشکا نے مہرالنساء کی آواز میں زلیخا سے پوچھا۔

"ماتا جی...... یہ ساگ کہاں رکھ دوں......؟ زلیخا بری طرح اچھل پڑی...... اس نے حیرت سے مہرالنساء کے بدن کو دیکھا...... پھر بولی۔

"کیا کہا تو نے......؟ ماتا جی...... کشکا کو ایک لمحے کے اندر اندر اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور وہ بولی"۔

"ماں...... ماں جی"۔

"امی نہیں"۔

"آج میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ کو ماں جی کہوں...... ماں کتنا پیارا لفظ ہوتا ہے"۔

"پگلی...... چل ساگ مجھے دے...... اندر کے کمرے کی صفائی کر دے اور کشکا اندر چلی گئی، لیکن نجانے کیوں زلیخا کے دل میں ایک خلش سی بیدار ہو گئی تھی......؟ ماتا جی...... ماں جی...... ویسے تو مہرالنساء کی عمر کوئی بہت زیادہ نہیں تھی...... شرارتیں اس کے اندر بھی موجود تھیں، لیکن مجموعی طور پر وہ ایک خوش مزاج اور نفیس طبیعت کی لڑکی تھی...... بے پناہ ذہین...... اور صورتحال کو سمجھنے والی...... بہرحال...... اس نے زیادہ توجہ نہیں دی اور رات کو جب عمادالدین کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے مہرالنساء کو بھی ساتھ بلا لیا...... مہرالنساء کھانے کے دستر خوان پر آ کر بیٹھی اور پھر ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"کیوں کیا بات ہے......؟"۔

"یہ گوشت ہے کیا؟"۔

"ہاں...... کیوں؟"۔

"نہیں...... ماں...... میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے...... میں آج کھانا نہیں کھاؤں گی...... ویسے جب بھی میں گوشت کھاتی ہوں میرے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے...... میں سبزی کھاؤں گی یا دال کھاؤں گی...... وہ اٹھی اور وہاں سے چلی گئی تو عمادالدین نے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے......؟ یعنی یہ کہ ایک طرف تو گوشت کے بغیر ایک نوالہ حلق سے نہیں اترتا اور آج گوشت سے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے"۔

"کھسک گئی ہے تھوڑی سی...... چلئے آپ کھانا کھائیے" دوسری صبح کچھ اور نئی باتیں ہوئیں اور کئی بار مہرالنساء نے اجنبی الفاظ بولے...... زمین کو دھرتی...... آسمان کو آکاش...... پاک کو پویتر اس بات پر عمادالدین بھی چونکے تھے اور ان کے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہو گئی تھی، لیکن تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کیا قصہ ہے......؟ بہرحال...... یہ سارا مسئلہ چلتا رہا...... کئی بار عمادالدین اور زلیخا نے مہرالنساء کی سرزنش بھی کی اور کہا کہ تو کیا فضول حرکتیں کرتی رہتی ہے، لیکن مہرالنساء ہنس کر خاموش ہو جاتی تھی...... عمادالدین نے ایک دن بیوی سے کہا۔

"کچھ محسوس کر رہی ہو تم......؟"۔

"کیا......؟"۔

"یہ اچانک مہرالنساء کو کیا ہو گیا ہے......؟ تم نے اس کی زبان سنی ہے...... مجھے حیرت ہوتی ہے"۔

"کیا حیرت ہوتی ہے؟"۔

"عجیب باتیں کرتی ہے وہ"۔

"مگر کیوں"۔

"پتا نہیں...... دونوں میاں بیوی اس موضوع پر باتیں کرتے رہے پھر اس رات کوئی چار بجے کا وقت ہو گا...... عمادالدین صاحب نوجوان بیٹی کے کمرے میں کبھی نہیں جاتے تھے...... دن کی روشنی میں بات اگر ہوتی تو وہ بھی اجازت لینے کے بعد، لیکن اس وقت وہ تہجد

کے لئے اٹھے تھے اور انہوں نے مہرالنساء کے کمرے میں روشنی جلتی ہوئی دیکھی تھی تو چونک پڑے تھے کہیں مہرالنساء کو کوئی تکلیف نہ ہو...... ماں باپ کی نیند خراب ہونے کے خوف سے وہ انہیں بتا نہ رہی ہو...... دیکھوں تو سہی...... آہستہ قدموں سے آگے بڑھے اور آخر کار مہرالنساء کے دروازے پر جا پہنچے...... پھر انہوں نے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھا اور جو کچھ دیکھا...... اسے دیکھ کر ان کے ہوش و حواس رخصت ہوگئے...... اندر روشنی میں مہرالنساء پالتی مارے بیٹھی ہوئی تھی...... اس کی آنکھیں بند تھیں اور دونوں ہاتھ سینے پر جڑے ہوئے تھے، لیکن اس کے سامنے جو چیز رکھی ہوئی تھی...... اس نے عمادالدین کے تن بدن کو لرزا دیا...... یہ کالی دیوی کا مجسمہ تھا جسے اس نے ایک بلند جگہ رکھا ہوا تھا...... اس کے قدموں میں تین چراغ روشن تھے اور مہرالنساء کی آواز آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی۔

”اے کالی ماتا...... اے کلکتے والی...... میرا کام کردے...... میرا جیون ختم ہو چکا ہے...... میں جینا چاہتی ہوں...... میرا جیون امر کردے...... چاہے میں اسی شریر میں کیوں نہ رہوں......؟ میرا جیون امر کردے...... کالی ماتا...... میرا جیون امر کردے...... پھر وہ نجانے کون کون سے اشلوک پڑھنے لگی...... عمادالدین شدت حیرت سے گم تھے، لیکن ان پر عجیب و غریب انکشافات ہو رہے تھے...... وہ پاگلوں کی طرح بیٹی کو دیکھ رہے تھے جو مسلسل وہی الفاظ دہرائے جا رہی تھی...... عمادالدین سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے اور بہت ہی دلبرداشتہ تھے وہ...... بڑی پریشانی کے عالم میں تھے اور ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں......؟ وہ سوچتے رہے...... پھر جلدی سے وہاں سے ہٹ آئے...... صورتحال تو بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن پھر بھی کچھ شبہ ہو گیا تھا اور اس شبے کو رفع کرنے کے لئے انہوں نے ایک طریقہ کار سوچ لیا تھا، مگر حقیقت سے ناآشنا تھے...... بیوی کو بھی یہ بات نہ بتائی...... البتہ دوسری رات ایک بہت ہی جلالی وظیفہ پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے...... یہ وظیفہ ساری رات کا ہوتا تھا اور سورج نکلنے سے پہلے اس کا ردعمل ظاہر ہو جاتا تھا...... پورا دن جس وحشت کے عالم میں گزرا تھا اسے عمادالدین صاحب ہی جانتے تھے...... نجانے کیا کیا وسوسے...... کیا کیا

خیالات ان کے دل میں آتے رہے تھے......؟ لیکن ابھی جب تک صورت حال کی وضاحت نہ ہو جائے کسی پر شک کرنا یا کسی کو موردالزام دینا ان کے لئے ممکن نہیں تھا، چنانچہ خاموشی سے انتظار کرتے رہے اور یوں خاصا وقت گزر گیا...... بہت زیادہ وقت گزرنے کے بعد انہوں نے اپنے وظیفے کو ختم کیا اور اس کے بعد مراقبے میں بیٹھ گئے...... سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ان پر حقیقتوں کا انکشاف ہونے والا تھا...... آنکھیں بند تھیں...... کان کسی کی آواز کو سننے کے منتظر تھے...... پھر ایک آواز ان کے کانوں میں اُبھری۔

”عمادالدین...... بہت بڑا عمل ہو چکا ہے...... شیطان کے چیلے ارجن شاستری نے مہرالنساء کا جسم حاصل کر کے اس کی روح نکال لی ہے اور مہرالنساء کے اصل وجود کو کشکا کے وجود میں تبدیل کر دیا ہے، کیونکہ اس دن جو ہانڈی تم نے واپس کی تھی اس نے ارجن شاستری کی بیٹی اور بیوی کو ہلاک کر دیا تھا...... ارجن نے ستائیس دن کی مہلت مانگ لی تھی اور ابھی ستائیس دن پورے ہونے میں کچھ دن باقی ہیں...... تمہاری بیٹی کو وہ ورغلا کر لے گیا تھا اور اس کا وجود اپنی بیٹی کشکا کو دے دیا ہے اس نے...... جو لڑکی تمہاری بیٹی مہرالنساء کے وجود میں ہے...... وہ کشکا ہے...... ستائیس دن کے بعد وہ مر جائے گی اور تمہاری بیٹی کا بدن مر جائے گا، جبکہ مہرالنساء کشکا کے بدن میں زندہ رہے گی...... عمادالدین کی آنکھوں سے خون ٹپک پڑا تھا...... بلک بلک کر رونے لگے تھے وہ اور انہوں نے کہا تھا۔

”معبود کریم...... میری رہنمائی کر...... میں کیا کروں......؟ اے عظیم قوتوں...... اے بڑے لوگو...... مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟“۔

”اس کا حل ہے...... لیکن ایک شکل اور ہے...... یہیں...... اپنی اس رہائش گاہ میں...... کسی ایسی جگہ مہرالنساء کے بدن کو محفوظ رکھ جہاں اس کی حفاظت ہو سکے...... اب یہ تیری ذمہ داری ہے کہ اس کے بدن کو کیسے محفوظ رکھ سکے گا...... پھر...... تجھے بتایا جائے گا کہ آئندہ تیرا عمل کیا ہوگا......؟ بہت برے حالات کا شکار ہو گیا ہے تو...... عمادالدین...... لیکن اللہ کی مدد شامل حال رہے گی...... مہرالنساء کے بدن کو محفوظ رکھنا...... ایک دن تجھے اس کا موقع

ضرور ملے گا کہ تو اپنی بیٹی کو واپس لا سکے...... عمادالدین کی آنکھیں آنسوؤں سے بھ
تھیں...... سورج نکل آیا...... چلہ ختم ہو گیا تھا، لیکن جو انکشاف ہوا تھا...... اس نے عمادالد
کو دیوانہ کر دیا تھا...... دل تو چاہ رہا تھا کہ تلوار لے کر جائیں اور ارجن شاستری کے بدن
ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، لیکن خود کو سنبھالا...... یہ معاملہ ایسا نہیں ہوتا جسے اتنی آسانی
ہضم کر لیا جائے...... کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا اس بارے میں...... کوئی ایسا قدم ضرور اٹھانا ہو گا
اس مشکل سے نکال دے...... آہ...... واقعی...... بڑا کٹھن اور مشکل وقت تھا اور عمادالدین
بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ وہ کیا کریں......؟ اب اس وقت انہیں اپنی نیکیو
کو آواز دینے کا خیال آیا تھا...... اولاد کے لئے انسان دنیا کی ہر شے قربان کر سکتا ہے......
عمادالدین نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے مہرالنساء ان کی اکلوتی بیٹی ہے......
اسے واپس آنا ہو گا...... اپنی زندگی میں ہر قیمت پر واپس آنا ہو گا...... اس کے بجائے دل کو د
اور درد کا شکار کر کے وقت گزاری کی جائے...... بہتر یہ ہو گا کہ بڑی قوتوں نے جو رہنمائی
ہے...... اس کے زیر اثر کام کیا جائے اور اس سلسلے میں عمادالدین نے فوری فیصلہ کیا تھا ک
پہلے ان ستائیس راتوں کو گزار لیا جائے...... اس کے بعد دیکھا جائے کہ...... ارجن شاستر
کے خلاف کیا کیا جا سکتا ہے...... بیٹی کی زندگی کے لئے اس کا بدن محفوظ کرنا دنیا کا اہم ترین کا
تھا...... اپنی اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں وہ یہ عمل نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ ان کے ذہن نے
برق رفتاری سے کام شروع کر دیا...... بہت سے ایسے معاملات تھے جو سرسری طور پر نگاہو
میں آتے تھے اور نظر انداز کر دیئے جاتے تھے...... خاصی پرانی بات تھی...... ایک با
عمادالدین کہیں دوسری آبادی میں گئے تھے اور اس کے بعد کچھ ایسے حالات ہوئے تھے ک
انہیں تقریباً سولہ میل کا سفر پیدل کرنا پڑا تھا...... وہ زندگی کا ایک یادگار واقعہ تھا، لیکن اس
یادگار واقعے میں ایک رہنمائی شامل تھی...... جب وہ پیدل واپس آ رہے تھے تو آسمان بادلو
سے ڈھکا ہوا تھا اور جس سڑک پر وہ سفر کر رہے تھے وہ ناہموار تھی یعنی یہ کہ کبھی اسے استعمال
کیا جاتا رہا ہو گا، لیکن پھر دونوں طرف ٹوٹے پھوٹے راستے بن گئے تھے اور جنگلی گھاس اگ

آئی تھی...... جب بارش نے راستے میں آ لیا تو عمادالدین نے چھپنے کے بارے میں سوچا......
کوئی ایسا درخت نہیں تھا جس کے نیچے پناہ لی جائے، لیکن سڑک سے کوئی آدھ فرلانگ دور
ایک عمارت نظر آئیں...... زمانہ قدیم کی کوئی یادگار تھی...... جواب کچھ نہ ہونے کے برابر رہ
گئی تھی...... اس پر ایک گنبد سا بنا ہوا تھا...... ایک بڑا سا در تھا...... عمادالدین ایک امید پر اس
طرف چل پڑے کہ ممکن ہے بارش سے بچاؤ کے لئے کوئی پناہ گاہ مل جائے، چنانچہ انہوں نے
وہاں پہنچنے کے بعد بڑی عجیب سی کیفیتیں محسوس کیں...... عمارت باہر سے بوسیدہ لیکن اندر
سے بے حد مضبوط تھی...... اس میں دیواروں پر کچھ نقوش کندہ تھے اور ان میں کوئی رہنمائی
کی گئی تھی...... عمادالدین کو تجسس پیدا ہوا...... ان نقوش کو جاننے کی کوشش کی تو یہ اندازہ
ہوا کہ وہ ایک تہہ خانے کی رہنمائی کرتے ہیں، چنانچہ ان نقوش کی مدد سے انہوں نے وہ
پراسرار تہ خانہ دریافت کیا، جو عمارت کے نچلے حصے میں تھا...... تہہ خانے میں عجیب و غریب
اشیاء موجود تھیں، لیکن کوئی چیز ایسی نہ ملی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نقوش میں جو رہنمائی
کی گئی ہے وہ کسی خاص چیز کی طرف کی گئی ہے، البتہ جو اشیاء وہاں موجود ملی تھیں...... ان سے
یہ اظہار ہوتا تھا کہ کسی ہندو دولت مند نے یہ عمارت بنوائی تھی اور اس تہہ خانے میں اپنا
خزانہ پوشیدہ کر دیا تھا، لیکن ان نقوش کو پڑھنے والے عمادالدین تنہا نہیں ہوں گے......
ہو سکتا ہے...... کہ اس سے پہلے کوئی یہاں آیا ہو...... اس نے یہ نقوش پڑھے ہوں...... تہہ
خانے تک پہنچا ہو اور اس ہندو رئیس کی ساری دولت نکال لے گیا ہو...... عمادالدین کو اس
دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، چنانچہ...... نہ تو انہیں کوئی افسوس ہوا اور نہ انہوں نے
خاص احساس کیا...... البتہ یہ تہہ خانہ ان کی نگاہوں میں آ گیا تھا اور وہ اس کے لئے سوچ رہے
تھے کہ کیا عجیب جگہ ہے...... اس وقت تو ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ
اس تہہ خانے سے کوئی فائدہ اٹھا سکیں گے، لیکن آج دل کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس تہہ
خانے سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، چنانچہ خاموشی سے مصروف عمل ہو گئے...... اپنے شانوں پر
لاد لاد کر کچھ ایسی چیزیں وہاں لے گئے جو بیٹی کی آخری آرام گاہ کے طور پر استعمال کی

جا سکیں...... ایک عجیب کام تھا...... ایک ایسا انوکھا کام جس کا کسی زندہ انسان نے عالم خواب میں بھی تصور نہ کیا ہوگا...... وہ بہت ہی غمزدہ تھے، جو سرمایہ حیات ان سے چھن گیا تھا...... اس کے لئے سخت افسردہ تھے، لیکن بات ہی ایسی انوکھی تھی کہ کوئی قانونی چارہ جوئی بھی نہیں کر سکتے تھے...... پولیس کو لے کر اگر ارجن شاستری کے پاس جاتے اور بتاتے وہ لڑکی جو اس کی بیٹی کشکا کے جسم میں وہاں موجود ہے...... اصل میں ان کی بیٹی مہرالنساء ہے...... تو پولیس والے ان کی دماغی حالت پر شک کرتے اور اگر مہرالنساء...... جس کے وجود میں کشکا جی رہی تھی ان سے چھن جاتی تو پتا نہیں کیا ہوتا؟ خاموشی اختیار کرنے کے سوا بھلا چارہ کار ہی کیا تھا، چنانچہ...... صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئے تھے اور دانشمندی سے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ راستے بالکل بند تھے...... پھر انہوں نے اس تہہ خانے کو اتنا صاف ستھرا اور محفوظ کر لیا...... سب سے بڑا انہوں نے یہ کام کیا کہ وہ نقوش جو ایک لوح پر کندہ تھے اس طرح مٹا دیئے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہے اور وہ کسی کو دوبارہ دستیاب نہ ہو سکیں...... صرف وہ اس کے بارے میں جانیں...... یا پھر...... وہ ان کی نشاندہی اس طرح کریں کہ اگر وہ اس دنیا میں نہ رہیں تو کوئی اور مقررہ وقت پر ان کی بیٹی کو وہاں سے نکال سکے...... زندگی کا یہ عجیب و غریب کھیل شروع ہو گیا تھا...... عمادالدین کبھی کبھی انتہائی افسردگی کے عالم میں سوچتے تھے کہ اس کھیل کے لئے انہی کا انتخاب کیوں کیا گیا...... ؟ کیا ہی تکلیف دہ ان کی کیفیت تھی...... کوئی سمجھے یا نہ سمجھے...... بات کچھ ایسی ہی تھی...... عمادالدین انتہائی صبر آزما لمحات سے گزر رہے تھے...... زلیخا کو انہوں نے کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی، بلکہ حقیقت معلوم ہونے کے بعد انہوں نے اور زیادہ احتیاط شروع کر دی تھی...... زلیخا کو کئی بار مہرالنساء پر شک ہوا تھا اور اس نے اس کا اظہار عمادالدین سے کیا تھا تو عمادالدین نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"زلیخا...... مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اس عمر میں تمہارے اندر کچھ وہم پل رہے ہوں...... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو...... وہ ایک احمقانہ بات ہے...... سمجھ میں نہ آنے والی"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے...... بس...... مجھے یوں لگتا ہے"۔

"پہلے مجھے بھی لگا تھا بلکہ سچی بات یہ ہے...... کہ جب تم نے نشاندہی کی تھی تو میں نے اس بارے میں سوچا تھا لیکن اب ایسا نہیں لگتا...... یہ صرف تمہاری غلط فہمی ہے"۔

"ہوں...... یہ بات ہے تو آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں"۔

"ویسے زلیخا...... میں ایک اور اہم بات سوچ رہا ہوں"۔

"کیا؟"۔

"یہاں سے بہت فاصلے پر...... کافی فاصلے پر ایک چھوٹی سی آبادی ہے...... غیر معروف اور دنیا کی نگاہوں سے چھپی ہوئی، لیکن وہاں ایک ایسے بزرگ کا بسیرا ہے جو علم و عمل میں یکتا ہیں...... اگر میں مہرالنساء کو ان کے پاس بھیج دوں تو کیسا رہے گا؟"۔

"بھیج دوں" سے کیا مراد...... ؟ ہم وہاں نہیں چلیں گے۔

"ارے پاگل...... ہم وہاں چل کر کیا کریں گے...... ؟ وہ تو بس تم یوں سمجھ لو کہ مہرالنساء وہاں حصول علم کے لئے رہے گی"۔

"دیکھئے...... اگر میں ایک بات کہوں تو آپ برا نہ مانیئے"۔

"نہیں...... تمہاری کسی بات کا برا مانا ہے میں نے"۔

"یہ کچھ عجیب سی بات نہیں ہوگی کہ علم کے حصول کے لئے تو بیٹے جایا کرتے ہیں...... بیٹیوں کو کسی ایسی جگہ بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟"۔

"نہیں زلیخا...... میں نے جس انداز میں زندگی گزاری ہے...... تمہیں اس کا علم ہے...... اگر میں اس انداز میں زندگی گزارنے کو بہتر سمجھتا ہوں تو میری اکلوتی بچی اگر یہی زندگی اپنا لے تو کیا حرج ہے"۔

"دیکھئے...... میں کسی بات میں مداخلت نہیں کر رہی، لیکن ہماری اکلوتی بچی ہے وہ...... وہ بھی ہم سے دور ہو جائے گی تو ہمارے زندہ رہنے کے کیا سامان ہوں گے؟"۔

"خدا کی ذات پر بھروسہ کرو...... زلیخا...... ایسا ہی ہوتا ہے...... بیٹیاں...... ماں باپ کے

ساتھ سدا کہاں رہتی ہیں...... ؟ انہیں تو بہر حال دوسروں کے گھر جانا ہی ہوتا ہے“۔

”خیر...... آپ کا راستہ میں کبھی نہیں روکوں گی...... بچی کے اعلیٰ مستقبل کے لئے اگر آپ کے ذہن میں ایک اعلیٰ تصور ہے تو آپ زیادہ مناسب سمجھتے ہیں“۔

”دیکھو...... ایک کام کرنا...... ویسے تم نے ہر بات ہمیشہ میری مانی ہے...... میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا رازدار بنائے رکھا ہے...... کچھ باتیں بے شک ایسی ہوتی ہیں جن میں انسان مجبور ہو جاتا ہے، لیکن میں نے ایسی باتیں بھی تمہیں بتادی ہیں جو میں کہہ رہا ہوں...... اس کی پابندی کرنا...... تمہاری ضرورت ہے...... میرا مطلب ہے...... کہ میں تمہیں شوہر کی حیثیت سے یہ حکم دے رہا ہوں کہ اب جو میں کہہ رہا ہوں اس میں کوئی اختلاف نہ ہو“۔

”نہیں ہوگا...... آپ مطمئن رہیں“۔

”تو پھر سنو...... مہر النساء کو ہمارے اس منصوبے کی ذرہ برابر بھی جھلک نہ ملنے پائے...... اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہونے پائے کہ ہم اس کے لئے دل میں کیا خیال رکھتے ہیں؟“۔

”تو پھر کیسے جائے گی وہ“۔

”میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا...... جہاں لے جانا چاہتا ہوں وہاں لے جا کر اس کا تعارف اس بزرگ سے کراؤں گا...... یہ ان کی کرامت ہے کہ ہر جانے والے کا دل ان کے ساتھ لگ جاتا ہے...... مہر النساء ہم سے یہ سوال بھی نہیں کرے گی کہ ہم اسے وہاں کیوں لائے ہیں...... ؟ کیا سمجھیں؟“۔

زلیخا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے...... اس نے کہا۔

”بیٹی کے اچھے مستقبل کے لئے میں دل پر پتھر رکھ لوں گی...... آپ اطمینان رکھیں...... آپ نے جو حکم دیا ہے...... سب کچھ اس کے مطابق ہوگا، لیکن تنہائی میں عماد الدین زار و قطار روئے تھے، ساری رات عبادت کرتے ہوئے گزار دی تھی اور کہا تھا۔

”تو جانتا ہے...... باری تعالیٰ...... میں نے زندگی میں ہمیشہ جھوٹ سے گریز کیا ہے،

لیکن یہ جھوٹ نہیں مجبوری تھی...... یہ جھوٹ میرے لئے ایک غم ہے...... لیکن آہ میں اس مجبوری کو ٹال نہیں سکتا...... میرے معبود مجھے معاف کر دینا...... بہر حال اس دوران ارجن شاستری سے ملاقات کر کے عماد الدین اسے ہوشیار نہیں کرنا چاہتے تھے...... ارجن شاستری اپنا کھیل کھیل چکا تھا اور بد نصیب عماد الدین اپنا فرض نبھا رہے تھے...... جانتے تھے کہ بیٹی ایک عجیب و غریب مشکل کا شکار ہو گئی...... زلیخا نے کہا تھا کہ بیٹی کے اچھے مستقبل کے لئے وہ صبر کا پتھر اپنے سینے پر رکھنے کو تیار ہے...... واقعی مہر النساء کا اچھا مستقبل تلاش کرنے کے لئے ہی تو یہ ساری کارروائی کی جا رہی تھی...... مہر النساء کشکا کے بدن میں تھی اور کشکا مہر النساء کے بدن میں...... لیکن بیٹیاں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں جو ہوا تھا اس کا عماد الدین کو افسوس تھا لیکن جو ہو رہا تھا وہ ناقابل برداشت مجبوری تھی...... بالکل مجبوری...... کیا کیا جا سکتا تھا۔

ارجن اپنی تمام تر شیطانی قوتوں کے ساتھ عمادالدین کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا...... اس نے عارضی طور پر اپنے جادو منتروں سے کام لے کر اپنی دھرم پتنی اور کشکا کے وجود میں مہرالنساء کو قید کر کے کشکا کے بدن کو زندہ رکھا ہوا تھا...... وہ مسلسل انہی کوششوں میں مصروف تھا...... کشکا مہرالنساء کے بدن میں عمادالدین کے گھر میں تھی اور جادو منتروں سے کام لے کر دن رات ارجن شاستری اس چکر میں لگا ہوا تھا کہ کوئی خاص طریقہ کار اختیار کیا جائے...... اس کے قبضے میں گندے بیر تھے اور وہ ان بیروں سے مسلسل معلومات حاصل کر رہا تھا...... اس وقت بھی وہ اپنی جادو نگری میں بیٹھا ہوا بیروں کی مدد سے اپنا کام کر رہا تھا...... بدصورت بدنما اور انتہائی بھیانک شکلوں کے مالک جادو کے پتلے اس کے اردگرد جمع تھے اور وہ ایک ایک سے سوال کر رہا تھا...... اس نے اپنے سامنے موجود بیر سے کہا۔

"اکالو...... یہ بتا عمادالدین کیا کر رہا ہے؟"۔

"جے ہو مہاراج کی...... عمادالدین کی جو رہائش گاہ ہے وہاں بڑا زبردست پہرہ ہے، کوئی نہیں جانتا کہ وہ وہاں کیا کر رہا ہے، لیکن گیان بتاتا ہے کہ کشکا اس کے خیال میں آ گئی ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"وہ جان چکا ہے کہ مہرالنساء کے شریر میں تیری بیٹی کشکا موجود ہے...... ارجن

شاستری چونک پڑا...... اس نے وحشت بھری آواز میں کہا"۔

"کیا مطلب ہے تیرا...... کیا وہ کشکا کو پہچان چکا ہے"۔

"ہاں"۔

"جے بھوانی اب کیا ہوگا؟"۔

"جو ہونا تھا ہو گیا ہے...... دوسرے بیر نے کہا"۔

"کیا ہو چکا ہے بھوما" ارجن شاستری نے اپنے دوسرے بیر سے پوچھا؟

"یہ تو نہیں معلوم کہ کیا ہو چکا ہے لیکن کشکا پکڑی گئی ہے"۔

"تو کیا عمادالدین نے اپنی بیٹی مہرالنساء کے شریر کو ختم کر دیا"۔

"نہیں"۔

"تو پھر کیا کیا ہے اس نے؟"۔

"میں نے کہا نا جی ہمیں نہیں معلوم ہو سکتا کیونکہ وہاں اس بڑے نام کے پہرے ہیں جن سے ہم نہیں گزر سکتے"۔

"کوئی ترکیب بتاؤ کہ سارے کام ہو سکیں"۔

"ترکیب ہے؟" تیسرے بیر نے کہا اور ارجن شاستری کا سر اس کی جانب گھوم گیا"۔

"کیا ترکیب ہے بولتے کیوں نہیں"۔

"سنو...... کشکا...... مہرالنساء کے شریر میں ہے...... تم نے کالی ماتا سے ان دونوں کا جیون ادھار مانگا ہے...... یہ ادھار کا جیون تمہیں مل گیا ہے اب نہ تو کشکا کو کوئی خطرہ ہے اور نہ مہرالنساء کو"۔

"وہ کیسے؟"۔

"اس لئے کہ ان کے شریر بدل گئے ہیں...... جب تک دونوں اپنے شریر میں نہیں آ جاتیں...... دونوں کے جیون کو کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

"ایں...... تیرا مطلب ہے کہ کشکا بھی جیتی رہے گی"۔

"ہاں...... مہرالنساء کو تو تم نے کشکا کے شریر میں رکھ لیا ہے...... آتما مہرالنساء کی ہے...... شریر کشکا کا...... اس طرح کشکا کا شریر محفوظ ہو گیا اور مہرالنساء کی آتما"۔

"اور میری کشکا جو مہرالنساء کے شریر میں ہے"۔

"چونکہ مہرالنساء کالی شکتی کے زیر اثر ہے اس لئے وہ بھی نہ مرے گی اور کشکا اس کے شریر میں جیتی رہے گی"۔

"ہے بھگوان...... ہے بھگوان...... یہ تو بڑی بات ہوئی ہے اور ایک بات اور بتا کامو...... میں اپنی دھرم پتنی کو کیسے جیتا رکھ سکتا ہوں"۔

"اس کی بھی ایک ترکیب ہے"۔

"وہ بھی بتا؟"۔

"اپنی دھرم پتنی کو زمین میں گڈا کھود کر دفن کر دو اور اسے بھول جاؤ...... زمین بڑی امانت دار ہے...... تم اس سے کہہ دو کہ جب بھی تمہیں کوئی فرصت ملے گی اپنی دھرم پتنی کو زمین سے نکال لو گے، اس کے بعد وہ سمے ٹل جائے گا جو ان کی موت کا سمے ہو گا اور ایک بات اور سن لو"۔

"ہاں بتاؤ اور کیا؟"۔

"اگر عمادالدین کو صحیح پتہ چل گیا تو پھر تم کچھ بھی نہیں کر پاؤ گے"۔

"میں اس مسلمان کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا" اور اس نے جو کچھ کیا ہے میں اسے اپنے جیون کی قیمت پر بھی معاف نہیں کر سکتا"۔

"بس تمہاری عقل اگر تمہارا ساتھ دے سکتی ہے تو اپنی عقل سے کام کرو"۔

"میں وہ کروں گا جو سنسار میں کسی نے نہ کیا ہو گا...... میری عقل بہت آگے کی چیز ہے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا"۔

"پھر اپنی عقل کو آزماؤ اور دیکھو کہ تم کیا کر سکتے ہو...... بیر نے کہا......" بہر حال جو مشورہ بیروں نے دیا تھا وہ بڑا ہی کارآمد تھا، چنانچہ ارجن شاستری نے اس پر عمل کا آغاز کر دیا...... سب سے پہلے اس نے کشکا کے روپ میں مہرالنساء سے بات کی...... کشکا کا بدن اس کے سامنے تھا...... وہ اس کے قریب پہنچی اور اس نے کہا۔

"کشکا...... کشکا وتی...... لیکن مہرالنساء نے آنکھیں نہ اٹھائیں تو ارجن شاستری نے کہا"۔

"کیا تو کشکا نہیں ہے...... اس سوال پر کشکا نے ارجن شاستری کو دیکھا اور بولی"۔

"یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو چاچا"۔

"چاچا نہیں ہوں میں تیرا"۔

"بچپن میں جب بھی تمہیں دیکھا چاچا کہا"۔

"ہاں...... لیکن تیرے پتا نے سارے رشتے توڑ دیئے"۔

"اس میں میرا قصور تو نہیں ہے...... ویسے ایک بات میں جانتی ہوں...... میرے ابو ہمیشہ برائیوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں...... تم نے کوئی ایسی ہی بات کی ہو گی چاچا جس کی وجہ سے میرے ابو تم سے ناراض ہو گئے، ورنہ وہ کبھی بھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے"۔

"میں اسے مزا چکھا دوں گا"۔

"چاچا جو تمہارا دل چاہے کرو...... پر یہ بتاؤ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟"۔

"وہی جو تیرے پتا نے میری بیٹی کے ساتھ کیا؟"۔

"قصور میرا تو نہیں ہے"۔

"تیرے پتا کا تو ہے"۔

"تو اب تم کیا چاہتے ہو؟"۔

"میں جو چاہتا ہوں وہ سنسار میں سب سے انوکھا ہو گا"۔

"مجھے تو بتاؤ کم از کم؟"۔

"تو...... تو اب کشکا کے روپ میں جیون گزارے گی...... میں...... میں ایک مندر بناؤں گا...... یہاں سے ہٹ کر کالی دیوی کا اور تو کالکا دیوی ہو گی...... کیا سمجھی...... جے کالکا دیوی...... مہان ہو گی تو...... میں سنسار کے سارے گیان تجھے دے دوں گا اور اس کے بعد تیرے ہی

ہاتھوں عمادالدین کو نیچا دکھاؤں گا"۔

"ایسا تم کبھی نہیں کر سکو گے چاچا"۔

"ارے تو کیا اور تیری حیثیت کیا"۔

"ایک بات کہوں چاچا"۔

"بول"۔

"میں ایک مسلمان کی بیٹی ہوں..... مجھے بچپن ہی سے اللہ اور اس کے رسول کا نام سکھایا گیا ہے..... میں نے کلام پاک کے تھوڑے سے سپارے بھی حفظ کیئے ہیں..... اگر میں ان کا ورد شروع کر دوں تو تمہارا ستیاناس ہو جائے گا، لیکن چاچا میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے آزاد کر دو"۔

"تجھے آزاد کر دوں..... اپنی بیٹی کی موت کے بعد"۔

"یہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے کوئی کسی کو نہیں مار سکتا..... یہ جادو ٹونے..... یہ سارے کھیل..... دنیا کے عارضی کھیل ہوتے ہیں..... سب سے بڑا نام "اللہ" کا ہے اور چاچا اس نام کے سہارے ساری دنیا چل رہی ہے..... تم اپنی ایک سانس پر بھی قابو نہیں پا سکتے"۔

"تقریر کرنا شروع کر دی اپنے پتا کی طرح"۔

"اپنے پتا کی طرح نہیں چاچا..... سمجھ لو ساری کائنات کا مرکز یہی سب کچھ ہے"۔

"ارے میں اس مرکز کو ہی مٹا دوں گا"۔

"تم ایسا نہیں کر سکو گے چاچا"۔

"سن ابھی سمے باقی ہے..... میں تجھے ایک منتر بتاتا ہوں..... وہ پڑھ تیری آتما کو شانتی ملے گی"۔

"میری روح پوری طرح سکون سے ہے اور میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے..... اگر میں اپنے اس امتحان میں پوری اتر گئی تو زندگی میں اس سے بڑا کام میرے لئے اور کوئی نہیں ہو گا چاچا..... تم اس کی بالکل فکر مت کرو کہ میرا کیا

ہو گا؟"۔

"جو منتر میں بتا رہا ہوں وہ یاد کر" ارجن شاستری نے کہا اور ایک منتر دہرانے لگا..... کشکا کے روپ میں مہرالنساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا"۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا چاچا..... ایسا کبھی نہیں ہو گا"۔

"ہو گا تو ایسا بیٹی کہ تو کیا سارا سنسار دیکھے گا..... بس ابھی تھوڑا وقت نکل جانے دے..... میں ذرا تیرے پتا سے نمٹ لوں..... ارجن شاستری کو ناکامی ہوئی تھی، وہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ مہرالنساء کو ڈرا دھمکا کر اپنا کام نکال لے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا..... بہر حال وہ اپنے طور پر کارروائیوں میں مصروف ہو گیا اور پھر اپنے ایک منصوبے کے تحت اس نے اعلان کیا کہ اس کی بیٹی اور اس کی بیوی مر گئی..... اس نے دو مصنوعی لاشوں پر ارتھیاں بنائیں اور ان ارتھیوں کو لے کر شمشان گھاٹ پہنچ گیا..... بہت سے ہندو اس کے ساتھ تھے..... مولوی عمادالدین کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو ان کا کلیجہ دھک سا ہو گیا..... وہ بری طرح دوڑے..... انہوں نے سوچا کہ اگر ارجن شاستری نے کشکا کے بدن کو بھی جلا دیا تو مہرالنساء کی روح اس کے ساتھ ہی جل جائے گی اور پھر وہ اس روح کو حاصل کرنے سے محروم ہو جائیں گے، چنانچہ وہ برق رفتاری سے شمشان گھاٹ کی طرف دوڑے، لیکن دیر ہو گئی تھی..... دونوں لاشیں جل کر خاکستر ہو گئی تھیں..... صرف ارجن شاستری وہاں کھڑا ہوا تھا، لوگ بھی جا چکے تھے..... ارجن شاستری کو یہ معلوم نہیں تھا کہ عمادالدین پیچھے آ رہے ہیں..... وہ اکیلا کھڑا ان نقلی چتاؤں کو دیکھ رہا تھا جو جل کر راکھ ہو گئی تھیں، لیکن پھر عقب سے اس نے مولوی عمادالدین کی آواز سنی"۔

"ارجن"۔

ارجن چونک کر پلٹا..... دونوں آمنے سامنے کھڑے ہو گئے..... مولوی عمادالدین نے کہا"۔

"تو..... تو نے میری بیٹی کی روح کو خاکستر کر دیا"۔

”اور تو نے کیا کیا عماد الدین“۔

”تو نے اچھا نہیں کیا ارجن؟“ میں نے کبھی کسی کے لئے زندگی میں کوئی برا کام نہیں کیا...... اگر جسونت رائے کے معاملے میں تو مجھ سے تعاون کر لیتا تو آج نوبت یہاں تک نہ پہنچتی“۔

”جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا ہے عماد الدین مگر تم بھی یاد کرو گے زندگی بھر“۔

”میں تو خیر زندگی بھر یاد ہی کروں گا لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے زندگی میں پہلی بار میں تیرے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں...... یہ کہہ کر مولوی عماد الدین نے ارجن شاستری کے منہ پر تھوک دیا...... ارجن شاستری کی خوفناک آنکھیں مولوی عماد الدین پر جم گئیں، اس نے کہا۔

”تم نے تو مجھ پر تھوک دیا پر میں تم پر وہ منتر کروں گا کہ جیون بھر یاد رکھو گے“۔

”ارجن جیون بھر تو تو یاد رکھے گا کہ تیرے ساتھ کچھ ہوا تھا، اب اپنا حشر دیکھ جو کچھ بھی ہوا اس کا ذمہ دار تو خود ہے، مجھے موردالزام نہ ٹھہرانا...... مولوی عماد الدین تو یہ کہہ کر واپس چلے گئے...... ارجن شاستری اپنے کپڑے سے اپنے چہرے پر پڑا ہوا تھوک صاف کرنے لگا لیکن یہ کیا اچانک ہی اس نے محسوس کیا کہ کپڑے کے ساتھ ساتھ اس کا گوشت بھی اتر رہا ہے اور اس کی جگہ زخم پڑتا جا رہا ہے...... ارجن شاستری خوف سے اچھل پڑا، اس کے چہرے پر شدید جلن شروع ہو گئی تھی، وہ بری طرح وہاں سے بھاگا اور دوڑتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آ گیا...... اس نے آئینے کے سامنے اپنا چہرہ دیکھا اور یہ دیکھ کر دہشت سے اس کا رواں رواں کھڑا ہو گیا کہ اس کے چہرے کا گوشت آہستہ آہستہ گلتا جا رہا ہے...... اس کے منہ سے دھاڑیں نکلنے لگیں...... جلن اور تکلیف تو پہلے ہی تھی، لیکن اب اپنا چہرہ دیکھ کر اسے بڑی وحشت ہوئی...... رخسار کا گوشت لٹک گیا تھا، اندر کے دانت...... زبان...... وغیرہ نظر آ رہے تھے...... وہ جلدی سے پانی کے پاس گیا اور اس نے اپنے اوپر پانی انڈیلنا شروع کر دیا، مگر یہ اور بھی وحشت ناک ثابت ہوا...... پانی اس کے بدن پر بہہ رہا تھا جس جگہ سے وہ پانی گزر رہا تھا وہاں سے اس کے جسم کا گوشت گل کر پانی کے ساتھ نیچے بہہ رہا تھا...... وہ بری طرح

چیخنے، دھاڑنے لگا...... پھر وہ کالی کے مجسمے کے پاس پہنچا اور اس نے کہا“۔

”جے کالکا...... جے مہارانی...... کالی کال کو ڈھاوے دشمن کا کلیجہ کاٹ کے لاوے تو سچی کالی کہلاوے...... یہ کیا ہوا کالی مائی...... یہ تیرے داس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے...... مجھے بچا...... مجھے بچا لیکن بدن کی جلن اسے دیوانہ کئے دے رہی تھی...... پانی کی لکیریں جدھر سے گزرتیں اس کا گوشت وہیں سے پانی کے ساتھ ہی گہرے کتھئی رنگ کے سیال کی شکل میں بہنے لگا تھا...... جلن اتنی شدید تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پانی میں ڈوب جائے اور اس نے ایسا ہی کیا...... وہ دوڑتا ہوا ایک تالاب کے کنارے پہنچا اور پھر اس نے تالاب میں چھلانگ لگا دی...... دیکھنے والے اگر اس منظر کو دیکھتے تو خوف و دہشت سے دیوانے ہو جاتے کیونکہ جیسے ہی وہ پانی میں گرا، پانی سے بھاپ اڑنے لگی...... اس بھاپ کے ساتھ براؤن رنگ کا سیال بہہ رہا تھا اور ارجن شاستری کے پورے وجود میں آتش دوڑ رہی تھی، وہ تالاب کے اندر چیخ رہا تھا...... چلا رہا تھا...... اس کی ہولناک چیخیں دُور دُور تک پھیل رہی تھیں اور پھر رفتہ رفتہ اسے سکون آتا چلا گیا...... اس نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں اور پھر اس کے بدن کی یہ جلن دُور ہو گئی...... اس نے آخری سانس لی اور بولا“۔

”عماد الدین مجھے پتہ تھا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا، لیکن تجھے بھی اتنی ہی تکلیف دوں گا میں عماد الدین...... تجھے بھی اتنی ہی تکلیف دوں گا تو فکر مت کر...... یہ کہہ کر وہ تالاب کے کنارے پہنچا اور پانی سے باہر نکل آیا، لیکن اچانک ہی اس کی نگاہیں اپنے ہاتھ کی کلائی پر پڑیں اور ایک بار پھر اس کا کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا...... کلائی پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی...... ہڈیاں نظر آ رہی تھیں اس نے دوسرے ہاتھ کو پھر پیروں کو اور پھر انہی ہاتھوں سے اپنے بدن کو ٹٹول کر دیکھا...... یہاں تک کے اپنے چہرے کو بھی دیکھا، اس کے بعد تالاب میں جھانکا اور ایک بار پھر اس کے حلق سے ایک وحشت ناک چیخ نکل گئی“۔

”نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا...... آہ یہ نہیں ہو سکتا عماد الدین...... تو نے یہ کیا کیا...... عماد الدین...... عماد الدین...... تو نے یہ کیا کیا“ پانی کے تالاب میں جو اسے اپنا عکس نظر آ رہا

تھا وہ کسی انسان کا عکس نہیں تھا، ایک ڈھانچہ......ایک بھیانک ڈھانچہ...... سامنے کھڑا ہوا تھا
زندہ سلامت تھا صرف اس کے سینے کی جگہ تھوڑی سی ڈھکی ہوئی تھی جس میں اس کا دل اور
اندرونی اعضاء جو اسے متحرک رکھ سکتے تھے محفوظ تھے ورنہ باقی سارے جسم کا گوشت گل کر
پانی میں بہہ گیا تھا اور اب وہ انسان کے بجائے ایک ڈھانچہ نظر آتا تھا، پھر وہ رو پڑا...... بلک
بلک کر رو پڑا...... وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا"۔

"عمادالدین بدلہ لوں گا میں تجھ سے...... ایسا بدلہ لوں گا کہ تو بھی جیون بھر یاد رکھے گا"۔

❀ ❀ ❀

عمادالدین تو اپنا یہ کام کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے لیکن صحیح معنوں میں ارجن
شاستری کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑا تھا...... اس نے
عمادالدین کی بات نہ مان کر دنیا میں سب سے بڑا دھوکا کھایا تھا...... اچھی خاصی زندگی گزار رہا
تھا...... اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ لیکن بہرحال برے کاموں کا برا نتیجہ ہوتا ہے...... کالی
طاقت جوہڑ میں جا پڑی تھی...... عمادالدین نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا تھا اس سے نپٹنے کا
کوئی حل نہیں تھا اس کے پاس...... زندگی کا سب سے برا وقت گزار رہا تھا...... سب سے پہلے
کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے کسی کام کی تکمیل کے لئے ارجن شاستری
مہاراج کو آواز دی...... ارجن ان کے سامنے آیا تو وہ چیختے ہوئے بھاگ گئے اور اس کے بعد
پوری بستی میں یہ خبر پھیل گئی کہ ارجن شاستری مر گیا ہے اور اب اس کی رہائش گاہ پر اس کا
بھوت رہتا ہے...... ارجن شاستری اپنی دھرم پتنی کو تو زمین میں دفن کر ہی چکا تھا، سوچتا تھا
کہ زندگی گزار کر تھوڑا سا کام کرے گا لیکن یہ تو کھیل ہی الٹا ہو گیا تھا...... اس پر جو کچھ بیت
رہی تھی وہ اس سے بچ نہیں سکتا تھا...... بڑے بھیانک حالات تھے اس نے ایک کام کیا......
اپنے سر پر ایک کمبل ڈال لیا اور اس میں چھپ کر باہر بیٹھ گیا...... لوگوں کو تجسس تھا...... کچھ
ایسے لوگ اس بات کو افواہ کا درجہ دے رہے تھے کہ ارجن شاستری بھوت بن چکا ہے، اب وہ

ایک انسانی ڈھانچے کی شکل میں نظر آتا ہے...... مکھیا ہیرا لعل جس کے کام کرنے کا بیڑا ارجن شاستری نے اٹھایا تھا اور ہیرا لعل نے ارجن کو بہت بڑی رقم نقد دی تھی، اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا، اس نے اپنے آدمیوں سے کہا"۔

"بھائیو میرا تو خیال ہے کہ ارجن شاستری بے ایمان ہو گیا ہے...... اس نے ٹھاکر جسونت رائے کو دیوالی کے موقع پر میرے راستے سے ہٹانے کا دعویٰ کیا تھا اور مجھ سے بہت بڑی رقم لی تھی پر وہ ایسا نہیں کر سکا...... میں تو خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا، لیکن اب ارجن شاستری سے بات کرنا پڑے گی...... میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کیسے بھوت بن گیا ہے...... یہ سب جو کچھ اس نے کیا ہے مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں بھی کوئی شریف آدمی نہیں ہوں...... لاٹھیاں مار مار کر اس کا بھیجہ نکال دوں گا...... اگر وہ جادو منتر جانتا ہے تو ڈنڈے کا جادو بھی ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے...... چلو تیار ہو جاؤ...... چلتے ہیں شاستری کی طرف پھر تقریباً بیس لٹھ باز لاٹھیوں سے مسلح ہو کر مکھیا ہیرا لال کی سرکردگی میں ارجن شاستری کی جھونپڑی کی جانب چل پڑے، ارجن شاستری کمبل اوڑھے باہر بیٹھا ہوا تھا اور اندر کشکا کے بدن میں مہر النساء قید تھی...... ہیرا لال ارجن شاستری کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے کمبل میں لپٹے ہوئے شخص سے کہا"۔

"ارجن کہاں ہے؟"۔

"میں ہی ارجن ہوں ہیرا لال"۔

"تو پھر منہ چھپائے کیوں بیٹھے ہو ارجن" "بے شک تم کالی شکتی کے مالک ہو لیکن ایک بات سمجھ لو سنسار میں برے کام بھی اگر ایمانداری سے نہ کئے جائیں تو برے کام کرنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا...... یہ بتاؤ ٹھاکر جسونت اب تک زندہ سلامت کیوں ہے...... کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے تم اس کا"۔

"ارے میرا جو بگڑ گیا ہیرا لال...... سب کچھ ہی ختم ہو گیا"۔

"کمبل اتار کر بات کرو...... سب کچھ ختم ہو گیا، مگر تم اس کے ساتھ ختم کیوں نہ

ہو گئے؟ دیکھو...... ارجن شاستری...... اب ہماری رقم واپس کر دو...... یہ تو ہمیں پتا چل گیا ہے کہ تم اپنا کام نہیں کر سکتے...... اب تمہارے اندر وہ شکتی ہی نہیں رہی ہے لیکن ہمارے پیسے تم آسانی سے ہضم نہیں کر سکو گے"۔

"کمبل اتار کر بات کروں گا...... ہیرا لعل! تو تم کہاں جاؤ گے؟"۔

"دھمکی مت دو...... ہم جہاں جائیں گے وہ ہمیں پتا ہے"۔

"ٹھیک ہے" ارجن نے کہا اور کمبل اتار دیا...... ہیرا لعل کے ساتھ آنے والے بیس آدمیوں نے اس خوفناک وجود کو دیکھا تو بری طرح دھرامار کر دوڑ پڑے...... ہیرا لعل بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ارجن کو دیکھ رہا تھا...... تھوڑی دیر بعد وہ چکرایا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا...... اس کے ساتھیوں کا کہیں پتا نہیں تھا...... ارجن شاستری اسے دیکھتا رہا...... پھر اس نے دوبارہ کمبل اوڑھ لیا اور بڑبڑانے لگا۔

"اس بستی میں رہنا اب ناممکن ہو گا...... آج ہیرا لعل لاٹھیاں لے کر آیا ہے...... تو کل ساری بستی کے لوگ لاٹھیاں لے کر میری طرف آئیں گے...... کس کس کا مقابلہ کروں گا...... بگڑ گیا ہے وقت...... وقت بگڑ گیا ہے...... کالی ماتا...... میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیوں ناراض ہو گئی ہے؟ اور کیوں تو نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟ لیکن ایک بات سمجھ لے...... کالکا مندر اب یہیں تعمیر ہو گا، اسی جگہ بنے گا کالکا مندر...... اور یہیں سب کچھ ہو گا...... کالی ماتا...... یہ میرا عہد ہے اور میری ساری حیثیت بحال کرنے والی عماد الدین کی بیٹی مہر النساء ہی ہو گی...... یہ میرا عہد ہے...... یہ کہہ کر وہ واپس پلٹا اور اس جگہ کی طرف چل پڑا جہاں اس نے مہر النساء کو کشکا کے بدن میں قید کر رکھا تھا...... مہر النساء اپنی زندگی کے بدترین دن گزار رہی تھی...... ماں باپ سے دور ہونے کے بعد اس معصوم لڑکی کو جو کچھ برداشت کرنا پڑا تھا اس کا دل ہی جانتا تھا، لیکن بہت بڑے باپ کی بیٹی تھی اور مولوی عماد الدین نے اسے صبر کی تلقین سے نوازا تھا...... انہوں نے کہا تھا۔

"بیٹی...... زندگی میں ہر طرح کے سرد گرم آتے رہتے ہیں...... بعض اوقات اللہ تعالیٰ

اپنے ان بندوں کو جنہیں وہ پسند کرتا ہے...... ایسی ایسی مشکلات میں ڈالتا ہے کہ ان بندوں
سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مشکلات ان پر کیوں مسلط کی گئی ہیں...... زندگی میں کوئی بھی کام
اپنے ہاتھ کو بھی جنبش دو تو اس میں اللہ کا نام شامل کر لو اور بسم اللہ کہہ کر یہ کام کیا کرو......
سمجھ لو کہ پھر تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں رہتی...... کرنے والی قوت تمہارے ساتھ ہو جا
ہے اور جو کچھ ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے" چنانچہ...... یہ ورد تھا مہر النساء کا...... بدن کشکا کا تھا لیکن
اصل چیز تو روح ہوتی ہے...... اور اسی روح کے سامنے ارجن شاستری پہنچا تھا...... کمبل
اوڑھے ہوئے تھا...... مہر النساء نے اسے دیکھا اور بولی۔

"اب کیا بات ہے...... چاچا؟"۔

"چلنا ہے یہاں سے مہر النساء"۔

"کہاں......؟"

"بس...... یہ بستی اب رہنے کے قابل نہیں رہی ہے...... یہاں کے لوگ مجھے جانتے
ہیں اور تیرے پتا نے میرا حلیہ بدل دیا ہے"۔

"ابو نے"۔

"ہاں"۔

"کیا کیا ہے انہوں نے؟"۔

"دیکھنا چاہتی ہے"۔

"ہاں"...... مہر النساء نے کہا اور ارجن شاستری نے کمبل اتار دیا...... مہر النساء کے حلق
سے چیخ نکل گئی تو ارجن شاستری بولا۔

"یہ سب کچھ تیرے باپ کا کیا دھرا ہے...... اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس نے مجھے یہ روپ
دے کر سنسار سے محروم کر دیا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے...... سن مہر النساء...... ہم یہاں سے
چل رہے ہیں...... اب یہ تو تجھے اندازہ ہو ہی گیا ہوگا کہ تو میری مجبوری ہے...... تیرے پتا
نے دوستی کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور دشمنی کا کھیل شروع کر دیا ہے...... یہ دشمنی

ہوگی اور ایسی ہوگی کہ دیکھنے والے دیکھیں گے، مگر مہر النساء یہ بھی ایک تاریخ رہے گی کہ
مولوی عماد الدین کو شکست کھانا ہی ہوگی اور وہ بھی اپنی بیٹی کے ہاتھوں"۔

"یہ تم نے کیسے سوچ لیا چاچا؟"۔

"جیسے بھی سوچ لیا ہے...... تجھے وہی کرنا ہوگا جو میں کہوں گا، کیا سمجھی؟ اور پھر شاستری
نے مہر النساء پر اپنے عمل کا آغاز شروع کر دیا...... وہ اس کے پاس بیٹھ کر ایک جاپ پڑھنے
لگا...... مہر النساء...... اس شیطان صفت آدمی کو غور سے دیکھ رہی تھی، لیکن اس وقت مہر النساء
کو شدید دکھ کا سامنا کرنا پڑا جب اس نے دیکھا کہ اس کا وجود سکڑتا جا رہا ہے...... وہ چھوٹی ہوتی
جا رہی ہے...... چھوٹی...... چھوٹی...... اتنی چھوٹی کہ تھوڑی دیر کے بعد اس کا قد کسی مکھی کے
برابر ہو گیا اور ارجن شاستری اسے اپنے سامنے ایک پہاڑ کی مانند نظر آنے لگا...... مہر النساء کی
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے...... اس نے کہا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟"۔

"تیرے باپ نے تو اس سے بھی زیادہ برا کیا ہے، لیکن تو فکر مت کر...... یہ تو صرف
تجھے یہاں سے لے جانے کا ذریعہ ہے...... میں نہیں چاہتا کہ عماد الدین میرا راستہ روکے اور
تجھے مجھ سے چھین لے...... میں تجھے اس طرح یہاں سے لے جاؤں گا لیکن تیرا یہ قد اور تیرا
یہ حلیہ صرف اس وقت تک رہے گا جب تک کہ یہاں سے نکل نہیں جاتے ہم لوگ" یہ کہہ
کر ارجن شاستری آگے بڑھا...... اس نے اپنا منصوبہ پہلے سے مکمل کر لیا تھا...... ماچس کی
ایک خالی ڈبیہ میں اس نے مہر النساء کو رکھا...... خالی ڈبیہ میں اس نے چھوٹے چھوٹے سوراخ
کر لئے تھے...... تاکہ مہر النساء کو ہوا ملتی رہے اور اس کے بعد وہ ماچس کی ڈبیہ کو جیب میں رکھ
کر وہاں سے چل پڑا...... اس نے کمبل اوڑھا ہوا تھا اور اپنے استخوانی ڈھانچے پر ایک ڈھیلا ڈھالا
لباس پہن رکھا تھا...... یہ اس کی مجبوری تھی...... ورنہ دوسری طرح وہ سفر نہیں کر سکتا
تھا...... مہر النساء کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے...... کیا حشر ہوا ہے اس کا......؟ اگر
کہیں خدانخواستہ وہ اسی طرح رہ گئی تو کیا ہوگا......؟ کشکا کا جسم بہر حال...... قابل برداشت تھا،

لیکن یہ کیفیت خود اسے نہیں معلوم کہ اس نے کتنا لمبا سفر کیا...... ؟ لیکن کافی لمبا سفر طے
پڑا تھا اسے...... نجانے ارجن شاستری نے کہاں کہاں کی خاک چھانی تھی؟ یہاں تک کہ
ایک بستی میں پہنچ گیا...... مہر النساء بدستور اس کے ساتھ تھی...... یہ بستی خاصی بڑی
تھی...... ارجن شاستری نے یہاں بستی کے کنارے پیپل کے ایک بڑے پیڑ تلے اپنا
جمایا...... پیپل کے پاس گوبر دھن کا مجسمہ رکھا ہوا تھا...... ارجن شاستری بہر حال...... جادو
قوتوں سے آراستہ تھا اور اس کا علم کافی بڑھ چکا تھا، چنانچہ...... جب گوبر دھن کے پجاری
پھل، مٹھائی اور دوسری چیزیں لے کر یہاں آئے تو گوبر دھن کے مجسمے نے ان سے بات
چیت کی اور پوری بستی میں شور مچ گیا کہ گوبر دھن مہاراج بولتے ہیں...... پھر کسی کی نظر
ارجن شاستری پر پڑی جو کمبل اوڑھے بیٹھا ہوا تھا...... گاؤں کا نمبر دار اس کے پاس پہنچا اور اس
نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مہاراج...... آپ کون ہیں؟ کیا آپ نے بھی دیکھا؟ کہ گوبر دھن مہاراج بولتے
ہیں"۔

"یہ گوبر دھن نہیں بول رہا بلکہ کالکا دیوی تمہیں اپنا پیغام دینا چاہتی ہے...... پیپل کے
اس درخت کے پیچھے جو زمین پڑی ہوئی ہے...... یہاں کالکا دیوی کا مندر بناؤ اور اس کے بعد
من کی ساری مرادیں پاؤ...... اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو بولو کس کو کس چیز کی ضرورت
ہے...... انسان بہت کمزور چیز ہوتی ہے...... اس کی فطرت میں وہم اور توہم پرستی ہے۔
لوگوں نے اپنی اپنی پریشانیاں ارجن شاستری کو بتانا شروع کر دیں اور ارجن شاستری اپنی
فطرت کے خلاف بغیر کسی معاوضے کے ان کی پریشانیوں کا حل پیش کرتا رہا...... نتیجہ جو ہونا
تھا وہی ہوا...... بے شمار لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور اس کے بعد پیپل کے درخت کے پیچھے
کالکا مندر تعمیر ہونے لگا...... ارجن شاستری نے کہا تھا کہ ایک دن کالکا دیوی انہیں اپنے
درشن دے گی اور اس کے بعد یہ بستی پھولوں کی بستی بن جائے گی...... یہاں زندگی کے
سارے کام ہونے لگیں گے...... جسے جو چاہئے گا اسے وہ ملے گا...... لوگوں کو اس کے علاوہ

کیا چاہئے تھا...... مندر کی دن رات تعمیر ہونے لگی...... مہر النساء بیچاری بدستور ماچس کی ڈبیہ
میں قید تھی اور ہمیشہ رو رو کر فریاد کرتی تھی کہ چاچا جی...... مجھے کم از کم میرا جسم تو دے
دو...... چاہے وہ کشکا ہی کا جسم کیوں نہ ہو...... جب وہ یہ سوال اس سے کرتی تو شاستری کہتا۔

"بس...... تھوڑا سا وقت اور گزر جانے دے...... پہلی بار تجھے میں تیری مکمل حیثیت
میں لا کر بستی والوں کے سامنے کالکا دیوی کی حیثیت سے پیش کروں گا"۔

"مگر میں کالکا دیوی نہیں ہوں"۔

"میں بتاؤں گا تجھے...... ایسے ایسے منتر سکھاؤں گا کہ تو بھی زندگی بھر یاد رکھے گی،
جس طرف آنکھ اٹھا دے گی وہ ہو جائے گا جو تو چاہے گی، وقت گزرتا رہا...... مندر کی تعمیر
مکمل ہو گئی تھی...... ارجن شاستری ہمیشہ کمبل اوڑھے لوگوں کے سامنے ہوتا تھا......
پھر...... وہ وقت آ گیا جب بستی والے کالکا دیوی کو دیکھنے کے لئے بے چین ہو گئے...... مندر
تو مکمل ہو چکا تھا...... ایک خاص جھروکا بنایا گیا تھا جس میں ایک حصہ نیچے تھا دوسرا اوپر......
ارجن شاستری نے ابھی تک کسی پجاری کو اپنے ساتھ نہیں رکھا تھا...... کالے جادو کا ماہر
ایسا کر بھی نہیں سکتا تھا، کیونکہ پجاری بہر حال بتا دیتے کہ یہ شخص کوئی دھرماتی نہیں ہے،
بلکہ کالی دیوی ماؤس ہے اور جادوگر ہے...... بستی والے بہر حال...... کالے جادو کے ماہر کسی
شخص کو قبول نہیں کر سکتے تھے، جو بعد میں ان کے نقصان کا باعث بھی بن سکتا...... یہاں
مذہب خاصا مانا جاتا تھا...... ارجن شاستری کو تو بس انہوں نے ایک مہان سادھو کی حیثیت
سے تسلیم کر لیا تھا، لیکن کالے جادو کے کسی ماہر کو وہ اپنے درمیان برداشت نہیں کر سکتے
تھے...... ارجن بھی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا...... کالکا دیوی کے درشن کے بعد وہ لوگ
پوری طرح ارجن کے معتقد ہو جاتے اور ارجن یہی چاہتا تھا چنانچہ اس نے اپنی تیاری مکمل
کرنے کے بعد مہر النساء کو ماچس کی ڈبیہ سے نکالا اور پھر سے اپنا منتر پڑھنے لگا...... بہت
عرصے کے بعد مہر النساء کشکا کے بدن میں اپنے صحیح قد و قامت میں آئی تھی...... ارجن
شاستری نے کہا۔

"دیکھ...... مہرالنساء...... اپنا نام بھول جا اب تو...... اب تیرا نام کشکا دیوی ہے
کشکاوتی عرف کالکا دیوی"۔

"چاچا...... میں تو مسلمان ہوں...... کشکا تو تمہاری بیٹی تھی...... کالکا دیوی تو تمہارے
ذہن کی تخلیق ہے...... میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟"۔

"پھر پاگل ہوئی ہے...... پہلے تو میں نے چھوٹا قد کر کے تجھے ماچس کی ڈبیہ میں رکھا
تھا، اب تجھے کسی ایسے جوہڑ میں ڈال دوں گا، جہاں جیون بھر بدبو کے درمیان جیتی رہے
اور تیرا کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا"۔

"نہیں چاچا...... خدا کے لئے ایسا مت کرنا"۔

"ایسا تو کرنا ہے مجھے...... اور اگر تو نے میرا ساتھ نہ دیا تو سمجھ لے کہ جو کچھ میں نے کہا
ہے وہی کروں گا...... اب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں...... وہ سن...... مندر کے جھروکے میں
جا...... تیرے درشن کرنے والے مندر کے سامنے جمع ہوں گے...... ان سے کہنا کہ
بستی والوں سے کہنا ارجن شاستری...... تمہارا دیوتا ہے اور میرا داس...... کالکا دیوی جو کچھ
کہہ رہی ہے اسے غور سے سنو...... ارجن کے سامنے دولت کے انبار لگا دو...... اسے بھینٹ
دو...... جو کچھ وہ کہے وہ کرتے رہو...... پوری بستی سونے کی بستی بنا دی جائے گی...... ارجن
دیوتاؤں کا داس ہے اور میں...... کالکا دیوی...... تم سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ اگر ارجن کو
خوش رکھو گے...... ساری بستی خوشیوں کے جھولے جھولے گی...... یہ ناخوش ہوا تو بستی پر
تباہی آئے گی...... یہ بات اپنے دل میں رکھنا...... اپنے دماغ میں رکھنا...... کہ کالکا دیوی تمہیں
یہ بات بتا رہی ہے...... بول یاد ہو گئی میری باتیں"۔

"یاد ہو گئی...... چاچا" آخر کار مہرالنساء نے کہا اور ارجن نے اپنی سوکھی گردن ہلائی اور
وہاں سے رخصت ہو گیا...... پھر وہ وقت آ گیا جب کالکا دیوی درشن دینے والی تھی...... شام
کے پانچ بجے تھے کالکا مندر کے سامنے پوری بستی امڈ آئی تھی...... سارے کے سارے لوگ
موجود تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ کالکا دیوی درشن دے گی...... لوگ طرح طرح کے

نذر نیازیں لائے تھے اور کالکا دیوی کے نعرے لگا رہے تھے...... نچلے در میں ارجن ایک در پر
بیٹھا ہوا تھا اور اپنے استخوانی ڈھانچے سے جمع ہو جانے والے لوگوں کو دیکھ رہا تھا...... اس وقت
جو منصوبہ اس کے ذہن میں تھا...... اس پوری بستی کو کالی بستی بنانا چاہتا تھا، وہ یہاں کالے علم
کا جال پھیلا دینا چاہتا تھا اور اس کے بعد عمادالدین کو اس جال میں جکڑنا چاہتا تھا...... بہت بڑا
گیان کیا تھا اس نے اور اب اس گیان کا نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا...... ادھر مہرالنساء آج کچھ فیصلے
کر چکی تھی...... اس نے ظہر کی نماز پڑھی تھی...... وہ مستقل نماز پڑھتی تھی اور اللہ سے
دعائیں مانگتی رہا کرتی تھی کہ معبود کریم...... زندگی آنی جانی چیز ہے...... ہزار بار جائے......
میرے ماں باپ کو زندہ سلامت رکھ اور میرے ایمان کو ہمیشہ سلامت رکھ...... اس موذی
جادوگر کے چنگل سے مجھے نکال...... اس کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے...... ہائے...... میں
کہاں پھنس گئی ہوں؟ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میرے گھر کا راستہ کون سا ہے؟ لیکن
بہرحال...... آج وہ کچھ فیصلے کر چکی تھی اور جب وہ جھروکے میں آئی تو اس نے بسم اللہ
کہا...... جب وہ جھروکے میں پہنچی تو وہاں موجود سارے لوگ سجدے میں گر پڑے...... اس
نے ارجن شاستری کے کہنے کے مطابق لباس وغیرہ پہنا تھا، پھر اس نے کہا۔

"بستی کے لوگو...... اٹھو، میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں" اور بستی کے لوگ اٹھ کر
کھڑے ہو گئے...... وہ اب بھی نعرے لگا رہے تھے...... مہرالنساء نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش
رہنے کا اشارہ کیا اور بولی۔

"سنو...... بستی کے لوگو سنو...... میں کالکا دیوی نہیں ہوں...... میں ایک مسلمان لڑکی
ہوں...... جسے تمہارے سامنے بیٹھے ہوئے جادوگر نے جادو کے زور پر قید کر رکھا ہے...... یہ
بدن بھی میرا نہیں ہے...... یہ کسی اور کا بدن ہے...... یہ جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے یہ
انسان ہی نہیں ہے...... یہ تو ایک جادو کا ڈھانچہ ہے جو کمبل اوڑھے تمہیں بے وقوف بناتا رہا
ہے...... بستی کے لوگو...... اس جادوگر نے اپنے کالے علم کی بدولت تمہاری تمنائیں پوری کی
ہیں لیکن تم میں سے جو دھرم والا ہے...... جو بھی ایمان والا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ گندے علوم

کے ذریعے جو حاصل ہوتا ہے...... وہ اگر ایک پیسے کا ہو تو سو پیسے لے کر جاتا ہے...... تم بھی
انتظار کرو اپنی بدنصیبی کا...... جب گندے علم کے ذریعے حاصل ہونے والی تمنائیں تمہیں
زندگی سے محروم کر دیں...... اس جانور سے کہو کہ کمبل اتار کر تمہیں بدن دکھائے۔
تمہیں سب کچھ پتا چل جائے گا...... پہلے اس کے بارے میں اندازہ لگا لو...... پھر میں تمہیں
بتاؤں گی کہ...... میں کون ہوں......؟ اور تمہیں اس نے کس طرح بے وقوف بنایا ہے۔
لوگ سہم گئے، لیکن وہ پنڈت تھے...... مولوی تھے...... اور دین ایمان کو جانتے تھے...... ایک
ٹولے کی شکل میں آگے بڑھے...... ادھر ارجن شاستری کے حواس گم ہو گئے تھے......
مہر النساء اس وقت دھوکا دے گی اس کے تصور میں بھی نہیں تھا...... وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا......
لیکن لوگوں نے اسے گھیر لیا تھا...... ایک پنڈت نے آگے بڑھ کر کہا۔

"دیکھو مہاراج...... ہم ہندو دھرم رکھتے ہیں...... ذات کے برہمن ہیں...... اگر تم سچے
ہو تو اس لڑکی نے جو کہا ہے، اسے جھوٹ ثابت کرو...... تم تو کہتے تھے کہ یہ کالکا دیوی ہے اور
کالکا دیوی کے نام پر یہ مندر بنایا گیا ہے...... اگر ایسی بات ہے تو پہلے ہمیں اپنے آپ کو دکھاؤ
اور اس کے بعد اس لڑکی کو جھوٹا ثابت کرو"۔

"یہ جھوٹی ہے...... یہ بکواس کرتی ہے...... کالکا دیوی کے روپ میں کوئی مسلمان لڑکی
آگھسی ہے...... میں اسے ابھی بتاتا ہوں"۔

"اسے تم بعد میں بتانا مہاراج...... پہلے تم اپنا یہ کمبل اتارو"۔

"بکواس مت کرو...... میں کمبل نہیں اتاروں گا"۔

"تمہیں اتارنا پڑے گا کمبل"۔

"دیکھو...... پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا" ارجن شاستری نے کہا، لیکن لوگ
جب کسی پر ایمان لاتے ہیں تو اس طرح ایمان لاتے ہیں کہ اسے دیوتا بنا دیتے ہیں اور اگر
کسی کو شیطان بنانا چاہتے ہیں تو پہلے خود شیطان بن جاتے ہیں...... ارجن شاستری نے جب
بہت زیادہ مزاحمت کی تو کچھ نوجوان اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کمبل گھسیٹ لیا...... ایک

ڈھانچے کو دیکھ کر بہت سے لوگ تو خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، لیکن بہت سے لوگوں کو اوپر
موجود مہر النساء کے الفاظ یاد آئے اور انہوں نے ارجن شاستری کو برا بھلا کہنا شروع
کر دیا...... پھر کچھ پرجوش نوجوانوں نے اسے پتھر مارے اور اس کے بعد جو پتھراؤ شروع ہوا
تو ارجن شاستری کو اپنے آپ کو بچانا مشکل ہو گیا...... اس نے نیچے بیٹھ کر اپنا چہرہ ہڈیوں
میں چھپا لیا...... ادھر مہر النساء کو یہ موقع غنیمت محسوس ہوا...... وہ ایک بار پھر بسم اللہ کہہ کر
وہاں سے اتری اور اس کے بعد راستوں کا تعین کیے بغیر دوڑتی چلی گئی...... اب اس نے اپنے
آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا...... تقدیر اس بارے میں جو بھی فیصلہ کرے اسے وہ فیصلہ
منظور تھا۔

❀ ❀ ❀

وہ بھاگی چلی آ رہی تھی...... پیچھے ہونے والے ہنگامے کی آوازیں اب تک سنائی دے رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ ارجن شاستری اتنی معمولی شخصیت نہیں ہے کہ اس کی اس تھوڑی سی کوشش سے ہار مان جائے گا...... وہ فوری طور پر اپنے بچاؤ کا بندوبست ضرور کرلے گا...... اب اتنے دن اس کے ساتھ رہ کر مہرالنساء کو بھی اس کی قوتوں کا اندازہ ہو گیا تھا اور وہی ہوا...... وہ زیادہ دور نہیں بھاگی تھی کہ اسے شور شرابے کی آواز سنائی دی...... اس نے ایک نظر دیکھا...... تھوڑے فاصلے پر ایک بیل گاڑی کھڑی تھی اور اب وہاں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے...... مہرالنساء اس طرف دوڑی اور اس نے یہ سوچا کہ وہ جو کوئی بھی ہیں ان کے پاس رک کر ان سے مدد طلب کرے گی، لیکن...... ابھی وہ ایک چوڑے درخت کے پاس پہنچی تھی کہ اچانک اس نے ارجن شاستری کو بھاگتے ہوئے دیکھا...... وہ ایک انسانی ڈھانچے کی شکل میں تھا...... لوگ اسے پتھر مارتے ہوئے دوڑ رہے تھے اور وہ بھاگا چلا جا رہا تھا...... درخت کی آڑ سے اس نے یہ منظر دیکھا، لیکن پھر ایک اور منظر نے اسے اور حیران کر دیا...... بیل گاڑی کے آس پاس جو لوگ موجود تھے وہ اتنے بڑے مجمعے کو دیکھ کر خود بھی بری طرح دوڑ پڑے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ مجمعے کی نگاہوں سے دور ہو جانا چاہتے ہوں...... وہ بڑی برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے اور ارجن شاستری سے آگے نکل چکے تھے، لیکن مجمعے کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... وہ تو ارجن شاستری کا پیچھا کر رہا تھا...... دیکھتے ہی دیکھتے مجمعے نے رخ بدل لیا، کیونکہ ارجن شاستری بھی رخ بدل کر دوڑ رہا تھا...... اسے اپنی جان بچانا مشکل

ہو رہی تھی، لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ دس بارہ افراد جو بیل گاڑی کے قریب موجود تھے وہ بھی اس سمت بھاگے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے ارجن شاستری کی طرح وہ بھی جان بچانے کی فکر میں ہوں...... دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو مہرالنساء درخت کے پیچھے سے نکلی...... اس کے ذہن میں تجسس بھی تھا...... حیرانی بھی تھی...... اگر راستہ بدل کر کسی اور سمت نکل جایا جائے تو زیادہ اچھا ہو گا...... اتنی دور پیدل بھاگتے ہوئے اس کے پاؤں تھک گئے تھے...... بیل گاڑی پر نظر پڑی تو اس نے سوچا کہ اسے کیوں نا استعمال کیا جائے......

وہ لوگ جس سمت گئے ہیں اس کی مخالف سمت اگر سفر کیا جائے تو اور کچھ نہیں کم از کم چھپنے کی جگہ تو مل ہی جائے گی، چنانچہ وہ دوڑتی ہوئی بیل گاڑی کے قریب پہنچ گئی، لیکن یہاں اس نے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر وہ شدید حیران ہو گئی...... بیل گاڑی میں ایک خوبصورت لڑکی پڑی ہوئی تھی...... اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا...... مہرالنساء اسے دیکھ کر حیران رہ گئی اور پھر انسانی ہمدردی کے تحت وہ اپنا دکھ بھول گئی اور جلدی سے بیل گاڑی پر چڑھ کر پہلے اس لڑکی کے منہ سے کپڑا نکالا...... پھر اس کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے تھے...... لڑکی زار و قطار رونے لگی تھی...... مہرالنساء نے اسے تسلی دی اور کہا۔

”نہیں بہن...... روتے نہیں ہیں...... کیا بات ہے......؟ کون لوگ تھے یہ...... جنہوں نے منہ بند کر رکھا تھا تمہارا اور ہاتھ باندھ رکھے تھے“ لڑکی روتی رہی پھر اس نے کہا۔

”نکل چلو...... خدا کے واسطے یہاں سے نکل چلو...... وہ واپس آ جائیں گے“۔

”چلو ٹھیک ہے...... تم اپنے آپ کو سنبھالو...... ہم یہاں سے نکلتے ہیں“ اس نے جلدی سے بیل گاڑی بھگا دی...... جس سمت وہ لوگ دوڑتے ہوئے چلے گئے، اس کی مخالف سمت وہ بیل گاڑی کو دوڑانے لگی...... بیلوں کو اس نے خوب زور زور سے چابک مارے اور بیل تیز رفتاری سے مخالف سمت دوڑنے لگے...... مہرالنساء کو اب یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ...... زندگی کی سب سے بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئی ہے...... ہمت سے کام لئے بغیر چارۂ کار نہیں ہو گا...... اس نے جو قدم ارجن شاستری کے خلاف اٹھایا تھا اس کے پہلے مرحلے پر تو اسے

زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی...... اور اب وہ جانتی تھی کہ اپنے ماں باپ کے پاس پہنچنے کے لئے اسے کیسے کیسے جتن کرنا ہوں گے...... نجانے کون سے علاقہ میں ہے...... اور نجانے اس کے بعد کیا ہوگا؟ اگر ہمت سے کام نہ لیا تو صورت حال خراب ہو جائے گی...... دل ہی دل میں اس نے بڑی عاجزی سے دعا کی کہ...... معبود کریم! میں ایک ایسے شخص کی بیٹی ہوں جس نے اپنی زندگی کا سکھ کھو دیا اور انسانوں کی طرح جینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی...... میں اب بھی عزت و آبرو کے ساتھ جینا چاہتی ہوں...... اپنے ماں باپ کو تلاش کرنا چاہتی ہوں...... میری مدد کر...... اگر کبھی مجھے مصلحتاً جھوٹ بولنا پڑے تو میرے اس جھوٹ کو معاف کر دینا...... دنیا سچائیوں کا ساتھ بہت کم دیتی ہے...... اس میں کوئی شک نہیں کہ سچائیاں آخر کار ہر جھوٹ پر پردہ ڈال دیتی ہیں، لیکن بات آخر کار کی ہے...... بیل برق رفتاری سے دوڑتے رہے...... ایک چھوٹی سی نہر آئی تو پاس بیٹھی ہوئی لڑکی نے کہا۔

”اس نہر کے ساتھ ساتھ چلتی رہو...... میری بستی کا نام سہارنی ہے...... سہارنی کی رہنے والی ہوں میں...... میرے باپ کا نام نادر علی ہے...... ہم بلبن خاندان سے تعلق رکھتے ہیں“۔

”سب کے نام بتا دیئے تم نے...... اپنا نام نہیں بتایا...... مہر النساء نے مسکراتے ہوئے کہا“۔

”میرا نام جمیلہ ہے“۔

”تو جمیلہ میرے پاس آ کر بیٹھو...... مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ...... اتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد لڑکی کو بھی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس جیسی ایک لڑکی نے آخر کار اسے بچا لیا ہے اور اب وہ خطرناک ہاتھوں سے نکل آئی ہے، چنانچہ ڈری سہمی وہ مہر النساء کے ساتھ آ بیٹھی...... مہر النساء کو ایک ساتھی کے مل جانے سے بہت خوشی ہوئی تھی...... خاص طور سے اس لئے کہ وہ ایک لڑکی تھی...... لڑکی نے کہا۔

”جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ بستی سہارنی کی رہنے والی ہوں...... باپ کا نام نادر علی

ہے...... نادر علی یہاں کے بہت بڑے زمیندار ہیں...... یہ سمجھ لو کہ ایک طرح سے ان کے نام کا سکہ چلتا ہے...... یہ لوگ جو مجھے اٹھا کر لے آئے ہیں...... اس بستی کے ڈاکو ہیں اور میرے باپ سے میرے بدلے بہت بڑی رقم وصول کرنا چاہتے تھے...... یہ اپنی کارروائی کر رہے تھے، لیکن تقدیر نے مجھے تمہارے ذریعے بچا لیا...... میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی“۔

”یہاں سے تمہیں اپنی بستی کا راستہ معلوم ہے“۔

”ہاں...... نہر کے کنارے کنارے چلتے رہیں گے تو آموں کا ایک باغ آئے گا...... باغ کے دوسرے سرے پر میری بستی ہے...... کافی بڑی بستی ہے اور وہاں ہماری حویلی سب سے بڑی حویلی ہے“۔

”تو پھر ٹھیک ہے...... چلو...... ادھر ہی چل رہے ہیں“۔

”مگر...... بہن تم کون ہو......؟ اور تم یہاں بھیانک راستوں پر کیسے نکل آئی تھیں؟“

مہر النساء نے ایک ٹھنڈی سانس بھری پھر اس نے سوچا کہ اگر راستے میں اپنے بارے میں بتاتی ہوں تو خواہ مخواہ مذاق اڑائے گی میرا...... زبان سے نہ سہی کم از کم دل میں تو ضرور مذاق اڑائے گی، چنانچہ اس نے کہا۔

”بس یوں سمجھ لو کہ مصیبت زدہ ہوں...... ماری ماری پھر رہی ہوں...... اپنی تقدیر کا فیصلہ قدرت کے ہاتھ چھوڑ دیا ہے...... اللہ میرے بارے میں جو بھی فیصلہ کرے“ جمیلہ جواب سمجھ گئی تھی...... مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”گھر سے بھاگی ہوئی ہو شاید“ مہر النساء نے کوئی جواب نہیں دیا...... مسکرا کر خاموش ہو گئی...... بہر حال...... یہ سارا مسئلہ چلتا رہا اور نہر کے کنارے کنارے سفر طے ہوتا رہا...... لڑکی نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا...... حقیقت یہ تھی کہ نادر علی بلبن بستی سہارنی کے بہت بڑے زمیندار تھے...... نیک اور شریف طبیعت کے انسان تھے...... اپنی بستی کے لوگوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے، لیکن جہاں اچھے لوگ ہوتے ہیں...... برے لوگ

بھی وہیں ملتے ہیں...... انہیں تلاش کرنے کے لئے کہیں اور نہیں جانا پڑتا...... نادر علی کے بھی کچھ دشمن تھے...... خاص طور سے رحیمہ جاٹ ان کا بدترین دشمن تھا کیونکہ...... رحیمہ جاٹ ڈاکے وغیرہ ڈالتا تھا اور ایک بار نادر علی نے اسے وارننگ دی تھی کہ اگر وہ اپنی حرکتیں نہیں چھوڑے گا تو وہ اسے پولیس کے حوالے کردیں گے اور جب رحیمہ جاٹ نے ایسا نہ کیا تو آخر کار نادر علی نے اسے پولیس کے سپرد کردیا...... رحیمہ جاٹ تین سال کی سزا کاٹ کر واپس لوٹا تو اس نے نادر علی سے کہا کہ اسے دس لاکھ روپے دیئے جائیں، ورنہ پھر وہ نادر علی ہی کی حویلی میں ڈاکا ڈالے گا...... وہ ایک چالاک آدمی تھا...... اس نے نادر علی کی حویلی میں ڈاکا تو نہیں ڈالا، لیکن چالاکی سے وہ نادر علی کی بیٹی جمیلہ کو اغوا کر کے لے گیا اور اس کے بعد دس لاکھ روپے طلب کئے...... نادر علی...... دس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار تھے، لیکن رحیمہ جاٹ کا کہیں پتا نہیں تھا...... جمیلہ کی گمشدگی سے حویلی میں جو غم کا طوفان اُمڈ آیا تھا اس نے پوری حویلی پر سوگ طاری کردیا تھا...... ساری دنیا ایک طرف تھی، لیکن نادر علی اپنی والدہ کے بہت معتقد تھے بلکہ انہی کے وہ مرید بھی تھے...... سائرہ بیگم...... ایک نیک خاتون تھیں...... ساری زندگی شوہر کی فرمانبرداری اور اللہ کی اطاعت میں گزار دی تھی اور پھر جو لوگ اللہ کے نیک بندوں میں شمار ہوتے ہیں، جو روحانیت کا نتیجہ تھے...... جب نادر علی رورو کر دیوانے ہوگئے اپنی بیٹی کے لئے تو سائرہ بیگم نے کہا۔

"سنو نادر علی! میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں تمہیں بتاؤں کہ میرے خواب سچے ہوتے ہیں...... وہ خود اپنے پیروں سے چل کر واپس آجائے گی...... ایک لڑکی اس کی مددگار ہوگی...... اور یہ لڑکی بظاہر ایک عام سی لڑکی ہوگی، لیکن اس کی روحانیت کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے...... وہ بہت ہی پہنچی ہوئی بزرگ ہوگی...... نوجوانی کی عمر میں بہت کم لوگوں کو ایسی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد سائرہ بیگم نے نادر علی کو جو حلیہ بتایا تھا وہ مہرالنساء ہی کا تھا...... بس اللہ کی دین ہے اور کائنات کے ان پوشیدہ رازوں میں سے ایک جنہیں محفوظ رکھا گیا ہے...... اللہ کس کو کیا دینا چاہتا ہے اور کیا ذریعہ متعین کرتا ہے، یہ وہی جانتا ہے......

مولوی عمادالدین نے ایک نیک کام کیا تھا، لیکن ان کا ایمان تھا کہ اللہ اگر امتحان لیتا ہے تو اپنے نیک بندوں سے ہی لیتا ہے اور اگر وہ بندے اس امتحان میں پورے اتر جائیں تو عاقبت کی راہیں ان کے لئے کھل جاتی ہیں، چنانچہ...... مولوی عمادالدین پر جو کچھ گزر رہی تھی وہ اللہ کا امتحان ہی تھا، غرضیکہ...... نہر کے کنارے کنارے چلتی ہوئی بیل گاڑی جب بستی میں داخل ہوئی تو کہرام مچ گیا، کیونکہ بستی میں سبھی کو یہ بات معلوم تھی کہ نادر علی کی بیٹی اغوا ہوگئی ہے...... نادر علی کو فوراً اطلاع ملی کہ ایک بیل گاڑی اندر داخل ہوئی ہے اور اس میں دو لڑکیاں موجود ہیں...... ماں کی پیش گوئی ایمان کی طرح تھی...... دوڑ پڑے اور اس کے بعد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس رنگ وروپ کی مالک...... اس نقوش کی مالک لڑکی بیل گاڑی ہانکتی ہوئی لارہی ہے اور جمیلہ اس میں موجود ہے...... بستی میں جو کہرام مچا وہ دیکھنے کے قابل تھا...... نادر علی کی حویلی کے سامنے پوری بستی جمع ہوگئی تھی...... نادر علی نے احترام کے ساتھ دونوں لڑکیوں کو اندر پہنچایا...... اس طرح جمیلہ تو واپس اپنے گھر پہنچی، لیکن عارضی طور پر مہرالنساء کو بھی ٹھکانہ مل گیا، جہاں اس کی بے حد عزت اور بڑا احترام کیا جارہا تھا اور دادی کی پیش گوئی کے مطابق ایک بزرگ اور پہنچی ہوئی خاتون کا درجہ مل چکا تھا...... بہر حال...... یہ بھی اللہ کی عنایت تھی اور اس عنایت کو محسوس کر کے مہرالنساء نے سوچا تھا کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے...... آسمانوں پر اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہو اس فیصلے کو قبول کیا جائے...... سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کا اپنا بدن...... اپنا نہیں تھا...... جب بھی وہ کشکا کے بارے میں سوچتی اسے یہ احساس ہوتا کہ یہ ادھار کا بدن اس کے لئے بڑی مصیبتوں کا باعث ہے...... اس بدن میں وہ صحیح طور پر اپنے آپ کو مہرالنساء بھی نہیں کہہ سکتی تھی...... بہر حال...... یہاں آنے کے بعد جس طرح اس کی پذیرائی ہوئی وہ اس کے لئے ایک حیران کن اور خوشگوار واقعہ تھا...... رات کو کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس کی ملاقات ان بزرگ خاتون سے ہوئی جنہوں نے اپنے خواب میں یہ پیش گوئی کی تھی...... پہلے تو ان سے ملاقات ہوئی تھی لیکن سرسری طور پر...... اس وقت عشاء کی نماز سے فراغت

حاصل کر کے مہر النساء اداس بیٹھی ہوئی اپنے بارے میں سوچ رہی تھی کہ بزرگ خاتون اندر داخل ہوئیں...... یہ عجیب و غریب خاتون تھیں...... انہوں نے کہا۔

"بیٹی...... میں تنہائی میں تم سے ملاقات کر کے تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی دیکھو...... میں اللہ کی گنہگار بندی ہوں...... انسان کو اپنے گناہوں کا پورا پورا احساس کرلینا چاہیے...... میں نہیں جانتی...... کہ تم کون ہو......؟ کہاں سے آئی ہو......؟ کہاں جانا چاہتی ہو......؟ لیکن ایک بات میں تم سے ضرور کہنا چاہتی ہوں...... یہ الفاظ میرے منہ سے نہیں نکل رہے بلکہ یوں سمجھ لو...... کہ مجھے اس کی ہدایت کی گئی ہے...... اگر تم مجھے کوئی بزرگ...... عامل یا درویش سمجھتی ہو تو خدا کے لئے ایسا نہ سمجھنا مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم جیسی شکل کی ایک لڑکی جمیلہ کو واپس لے کر آئے گی تو تم یہ سمجھ لو کہ میں نے یہ بات دہرا دی...... مجھے تمہاری صورت دکھائی گئی تھی...... دکھانے والے کون تھے......؟ اس بارے میں نہ تم مجھ سے پوچھو اور نہ میں تمہیں بتاؤں گی بلکہ...... کوئی بات تمہیں بتا کر مجھے شرمندگی اٹھانا پڑے گی...... اللہ نے تمہیں بھی بہت کچھ دیا ہے...... اللہ کے دین کو اللہ کے راستوں پر استعمال کرنا بہت بڑی عبادت ہے...... اس کا دیا ہوا اگر اس کے بندوں میں بانٹ دو تو اس سے بڑا درجہ اور کوئی نہیں ہے...... ایمان کی سلامتی بڑی قدر و قیمت رکھتی ہے...... ہم جو بوتے ہیں سو کاٹتے ہیں، جو بیچتے ہیں اس کا منافع کماتے ہیں...... تم اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کرو گی وہ منافع ہوگا تمہارا...... تم نے ابھی بہت سے پھل کھانے ہیں...... انکساری بلندیوں کا راستہ ہوتی ہے...... اپنی طلب کو دشمن جاننا...... نفس ایمان ہی ایک شیطانی عمل ہوتا ہے...... نفس کے گندے سحر کی گرفت میں نہ آنا...... ضمیر بولتا ہے...... اس کی آواز سچی ہوتی ہے...... اس سے رابطہ رکھنا...... تمہارے ذہن تیں فضاؤں کے خواب نہیں ہونے چاہئیں، اسی زمین پر چلو اور وقت کا انتظار کرو جو جدوجہد تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے...... وہ تمہیں کرنی ہے، اپنی دنیا بہت خوبصورت ہوتی ہے...... اس دنیا میں واپسی کا تصور بڑا خوشگوار اور حسین ہے، لیکن [illegible] جانے کے راستے ہوتے ہیں...... ان راستوں کو نظر انداز کر کے اگر تم نے دوڑنے

کی کوشش کی تو تمہارے لئے مشکلات پیدا ہوں گی...... شیطان کو اجازت ملی ہے کہ شر پیدا کرے اور اس نے شر کے لئے قوت مانگی ہے اور اسے شر کے لئے قوت دی گئی، لیکن یہ قوت حق کے سامنے کچھ بھی نہیں...... شیطان...... حق کے سامنے شرمندہ ہوگا...... یوں منصب تقسیم کر دیئے گئے...... خود کو درویش...... ولی، ابدالی نہ جاننا...... درجات کے لئے لاکھوں بار کھڑا ہونا پڑتا ہے...... تم تو ایک معمولی سی شخصیت ہو...... یوں سمجھ لو کہ ابتدائے عشق ہے اور تم ایک بالکل ہی معمولی رنگروٹ جسے کچھ کام دے دیئے گئے ہیں...... صرف اپنے کام سے کام رکھنا...... تم صرف ذریعہ ہو اور جو ہدایت دی جائے گی اس کی پرکھ دی جائے گی تمہیں...... بس...... اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے...... خیال رہے...... خیال رہے"

بزرگ خاتون اپنی جگہ سے اٹھ گئیں لیکن مہر النساء کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اسے عمر کی آخری منزل تک کا راستہ بتا گئی ہیں...... بہت کچھ کہہ گئی ہیں وہ...... لیکن اس گھر میں جہاں اتنی بڑی شخصیت موجود ہو...... اتنے تردد...... اور اتنی پریشانی کا اظہار کیوں کیا جا رہا تھا......؟ انہوں نے تو سب کچھ ہی بتا دیا تھا...... مہر النساء کو زندگی کے آخری سفر تک کے راستے بتا گئی تھیں...... اب بھلا اس کا کیا کیا جا سکتا ہے؟ کہ چراغ تلے اندھیرا تصور کر لیا جائے...... جمیلہ کے چاہنے والے بے انتہا تھے...... نادر علی بلبن اور اس کے اہل خاندان مہر النساء کے سامنے بچھے جا رہے تھے...... بہرحال...... مہر النساء کو ایک بہت بڑا مرتبہ ملا تھا اور تنہائی میں اس نے سوچا تھا کہ اگر گھر واپس جانے سے پہلے راستے کے پھل چکھ لئے جائیں تو کیا ہی اچھا ہو...... اس بات نے اس کے اندر درویشیت پیدا کر دی...... ایک انوکھا احساس دل میں پیدا ہو گیا اور وہ سوچنے لگی کہ اگر یہ بات ہے تو لطف ہی آ جائے گا...... غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا...... نادر علی بلبن اس کی خدمت کرتے رہے...... مہر النساء نے کہا کہ وہ یہاں سے جانا چاہتی ہے...... اب اسے حسن پور جانے کی کوئی لگن نہیں تھی...... جو بات اسے بتا دی گئی تھی وہ کسی بھی ہونٹوں سے نکلی ہو، لیکن اس طرح تھی کہ دل پر چسپاں ہو گئی تھی...... ماں باپ کی آرزو بے شک تھی...... یہ بھی احساس تھا کہ راستہ کاٹنے والا ارجن شاستری زندہ ہے...... ان لوگوں

کے ہاتھوں سے بچ گیا ہے، لیکن اب جو کچھ بھی ہے، ذمہ داریاں شانوں پر لاد دی گئی ہیں
انہیں پورا کرنا ضروری ہے اور ہمیشہ یہی بات عمادالدین نے اس سے کہی تھی کہ بڑی
انسان سے انسان کا رشتہ دنیاوی رشتہ ہے، لیکن جو رشتے آسمانوں سے جڑے ہیں......
تمہاری محنت ان رشتوں کو جوڑے رکھتی ہے تو سمجھ لو کہ ہمارے رشتے ان کے سامنے
ہیں...... ماں باپ کی طلب...... ماں باپ کی آرزو دل کے ہر گوشے میں تھی، لیکن ایک
کی مدد کر کے قدرت نے اسے یہ درجہ عطا کر دیا تھا تو اسے کھونا نہیں چاہتی تھی...... نادر
نے کہا۔

"بی بی مہرالنساء...... ویسے تو انسان خطا کا پتلا ہے اور ہوس کا سوداگر ہے، لیکن کبھی کبھی
کچھ نیک کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے اگر ہوس کی جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ بری نہیں
ہوتی...... تمہیں اللہ نے اس نوجوانی کی عمر میں ایک بڑا درجہ دیا ہے اور تم انسانوں کے
آنے کے لئے اس دنیا میں آئی ہو تو ایک ایسا شخص تمہاری مدد کا طالب ہے جو بے شک ہمارا
ہم مذہب نہیں ہے، لیکن انسان ہے اور انسان کسی بھی جگہ کرب کا شکار ہو، میں سمجھتا ہوں
کہ اس کی مدد کرنا انسان کا فرض ہے...... بی بی...... اگر تم مناسب سمجھو تو میرے دوست کرم
چند کا کام کر دو...... اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا...... مہرالنساء ایک لمحے کے لئے پریشان
ہو گئی...... حقیقت یہ تھی کہ کوئی کام بھلا وہ کیا کرتی......؟ ہاں باپ کی طرف سے بسم اللہ کے
وظیفے کا حکم ہوا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ کا کوئی بھی نام اس کائنات سے زیادہ برکتوں کا حامل
ہوتا ہے، لیکن کسی ایک نام کا ورد زندگی کا حصہ بنالو تو بہت کچھ مل جاتا ہے، تو پھر یہی ہوا
کہ مہرالنساء نے یہ طے کر لیا تھا کہ کبھی اپنے آپ کو ولی یا درویش ظاہر نہیں کرے گی اور ان
حقیقتوں کا اظہار کرتی رہے گی لیکن...... کوئی بات اگر اس کے سامنے آئی تو وہ اس سے گریز
نہیں کرے گی...... اس نے کہا۔

"میں سمجھی نہیں...... نادر علی صاحب...... قصہ کیا ہے؟"۔

"جو قصہ ہے وہ تمہارے سامنے آجائے گا، جس کا قصہ ہے اس سے سننا...... بس تھوڑا

سا وقت اور یہاں گزار لو...... ہو سکتا ہے کہ کرم چند کی تقدیر بھی زور مار رہی ہو...... وہ یہاں
آ رہا ہے، بس...... کچھ وقت میں یہاں پہنچ جائے گا...... مجھ سے بڑی درخواست کی ہے اس
نے...... مل لو ایک بار اس سے...... باقی تمہاری مرضی ہے" مہرالنساء خاموش ہو گئی...... پھر
اس نے ایک بڑی سی کار کو آتے ہوئے دیکھا جو نادر علی کی حویلی کے سامنے والے حصے میں
آ کر رکی تھی اور اس سے کچھ افراد نیچے اترے تھے...... نادر علی انہیں لے کر مہرالنساء کے
سامنے آ گیا...... مہرالنساء نے چہرہ دوپٹے سے ڈھک لیا تھا۔

"یہ مہرالنساء بی بی ہیں" نادر علی نے کہا اور پھر بولے۔

"یہ کرم چند ہیں" کرم چند نے مہرالنساء کی طرف دیکھا اور اس کے بعد دونوں ہاتھ
جوڑ دیئے"۔

"بی بی...... ہم آپ کے دھرم کے نہیں ہیں...... پر انسانیت کا دھرم تو اس سنسار
میں ایک ہی ہوتا ہے...... ہمیں آپ سے کچھ کام ہے...... آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دے
سکیں گی"۔

"بیٹھئے...... کرم چند جی...... نادر علی چچا نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام
ہے"۔

"ہاں...... سب سے پہلے میں آپ سے ایک سوال کروں گا"۔

"جی فرمائیے" مہرالنساء بولی۔

"بی بی...... آپ مسلمان ہیں...... آپ کا دھرم بھی یہی کہتا ہے کہ انسان سب ایک
جیسے ہیں اور اگر کوئی انسان مشکل میں ہو تو دین دھرم بھول کر اس کی مدد کی جائے...... آپ
اپنے دھرم کی یہ بات مانتی ہیں"۔

مہرالنساء نے کہا۔

"میرے ابو کا نام عمادالدین ہے...... اللہ ان کی زندگی رکھے...... انہوں نے ہمیشہ مجھ پر
تلقین کی ہے کہ اگر کسی کی مشکل میں کام آجاؤں تو یہ زندگی کے لئے سب سے بڑا خراج ہے

اور انسان اپنی زندگی بڑھاتا ہے اور اپنے نیک اعمال میں اضافہ کرتا ہے...... دیکھئے
چندر جی! میں قسم کھاتی ہوں کہ میں نہ کوئی درویش ہوں...... نہ ولی ہوں...... ہاں اللہ سے
کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی مشکل کے حل کا ذریعہ مجھے بنادے تو میری دعا پوری ہو
ہے...... آپ بتائیے...... کیا مشکل ہے آپ کو؟ اور میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"۔

"بھگوان آپ کو سکھی رکھے...... ہمارے اوپر ایک بڑی بپتا پڑی ہے...... آپ کی
سن کر آئے ہیں بھگوان نادر علی کو بھی اس سنسار کے سارے سکھ دے...... انہوں نے خا
طور سے آپ کے بارے میں بتایا تو ہم ادھر چل پڑے...... اگر آپ انسانیت کے رشتے
ہماری مدد کر دیں تو آپ کو دعائیں دیں گے"۔

"اگر میں کسی قابل ہوں تو حاضر ہوں...... کیا مشکل درپیش ہے...... آپ کو
چندر جی"۔

"یہاں سب کچھ بتانا ممکن نہیں ہے...... بی بی...... آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بھگوان اور
کے نام کے ساتھ آپ ہماری بہن کی طرح ہیں...... بیٹی ہیں آپ ہماری...... کیا آپ
چاچا کرم چند کے ساتھ چلنا پسند کریں گی" مہرالنساء نے ایک لمحے کے لئے سوچا تو نادر
نے کہا"۔

"بیٹی...... بالکل سچ کہہ رہے ہیں یہ...... بہت ہی بھلے لوگ ہیں یہ...... جب اللہ کا
لے کر تم دنیا کی مدد کرنے کا فیصلہ کر ہی چکی ہو تو پھر اپنی عزت آبرو بھی اللہ ہی کے
کر دو...... اللہ سے بڑا حفاظت کرنے والا اس روئے زمین پر ہے اور کوئی...... مجھے بتاؤ"۔

"نہیں...... مہرالنساء نے کہا"۔

"تو ٹھیک ہے...... دیکھ لو کیا مشکل پیش آئی ہے انہیں...... ہو سکتا ہے اللہ تمہارے
ذریعے ان کی مشکل کا حل پیش کر دے بیٹی...... ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں...... برا مت مانا
مت سمجھنا کہ تم میرے کام آ گئیں تو میں نے اور بہت سے بوجھ تمہارے شانوں پر ڈال
بیٹی...... نوجوانی کی عمر میں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ مرتبہ دیا ہے تو تم ان کی مدد کرو"۔

"جی...... میں تیار ہوں...... مہرالنساء نے گردن جھکا کر کہا...... بے یارومددگار ایک
وحشی جادوگر کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی...... جب معبود الٰہی نے اس جانور کے چنگل سے
نکال کر آزادی بخشی تھی تو پھر وہی ہر جگہ حفاظت کرے گا، ہاں...... اگر کسی کے دل کو
میرے عمل سے سہارا مل جائے تو اس سے اچھی کیا بات ہے...... بس...... اللہ پر بھروسہ
کر کے مہرالنساء وہاں سے چل پڑی...... کار میں اسے بڑی عزت و احترام سے بٹھایا گیا تھا......
پچھلی سیٹ پر وہ تھی...... اگلی سیٹ پر کرم چند اور ڈرائیور باقی لوگ جو ساتھ آئے تھے، انہیں
پہنچانے کے لئے نادر علی صاحب نے دوسری کار کا بندوبست کر دیا تھا...... بہرحال...... ایک
سفر کیا گیا...... مہرالنساء کے اندر اب اتنا اعتماد پیدا ہو گیا تھا کہ وہ وقت اور حالات سے نہ
گھبرائے...... ایک عجیب سی کیفیت اس کے اندر بیدار ہوتی جا رہی تھی اصل میں بچپن سے
رزق حلال کھایا تھا...... عماد الدین صاحب جن حالات میں اپنی زندگی کو آگے بڑھا رہے تھے،
وہ سب اس کے علم میں تھے اور وہ جانتی تھی کہ انسانیت کائنات کی سب سے افضل شے
ہے...... جو بپتا پڑی تھی اس پر...... اس سے وہ اچھی طرح واقف تھی، لیکن یہ بھی جانتی تھی
کہ سب سے بڑی چیز قدرت کا خراج ادا کرنا ہے...... خالق کائنات نے انسان پر جو ذمہ داریاں
عائد کر دی ہیں...... اگر ان میں سے چند ذمہ داریاں بھی پوری ہو جائیں تو اس سے بڑا مقصد
اور نہیں ہو سکتا...... ماں باپ کی آرزو...... گھر کی طلب کسے نہیں تھی اور وہ بھی ایک معصوم
سی لڑکی کو جس نے دنیا کو بہت مختصر انداز میں دیکھا ہو، جس نے پردے سے قدم باہر نہ
نکالے ہوں...... یہ بھی قدرت کا عطیہ تھا کہ وہ مہرالنساء کی حیثیت سے نہیں، بلکہ کشکا کی
حیثیت سے دنیا کے سامنے تھی...... اس کی اپنی پردہ پوشی قدرت نے کی تھی اور جسے عالم میں
باہر نکلنا تھا...... اس میں اس کے جسمانی وجود کو چھپا دیا گیا تھا...... رفتہ رفتہ ہی اس پر ان تمام
حقیقتوں کا انکشاف ہو رہا تھا اور وہ دنیا سے شناسائی حاصل کر رہی تھی...... قدرت اسے کچھ دینا
چاہتی تھی...... ایک ایسے باپ کی بیٹی کو جس نے صرف انسانیت کے راستے پر اپنا بہت کچھ
قربان کر دیا تھا...... بہرحال...... کرم چند جی کی کوٹھی بھی انتہائی شاندار تھی...... اسے بڑے

احترام سے اس کوٹھی میں لایا گیا اور کرم چند جی نے کوٹھی کے اندرونی حصے میں ایک کمرہ مخصوص کر دیا...... ابھی کرم چند جی نے اپنے اہل خاندان کو اس کے سامنے پیش نہیں کیا تھا...... باقی لوگ اس کے سامنے غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے...... تھوڑی دیر کے بعد بہت سے پھلوں کے برتن لا کر مہر النساء کے سامنے رکھ دیئے گئے اور کرم چند جی نے کہا۔

”بٹیا...... کہنے کو تو ہمیں تمہیں مہان دیوی کہنا چاہئے، لیکن بھگوان کی سوگند...... جتنی کومل تمہاری شکل وصورت ہے اور جتنی بالی تمہاری عمریا ہے، اسے دیکھ کر بس یہ دل چاہتا ہے کہ تمہیں بس...... اپنی بیٹی ہی کہیں...... بھگوان نے تمہیں جو بھی گیان دیا ہے یا پھر مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہیں اللہ نے جو کچھ دیا ہے وہ تم دوسروں پر خرچ کر رہی ہو...... یہ بہت بڑی بات ہے...... نہ تمہارے من میں کوئی کھوٹ ہے نہ کوئی کرودھ...... ایسی صورت میں تو بھگوان جیسے بھی جو کچھ دے یہ سیدھی سیدھی بھگوان کی دین ہے...... اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں گے کہ تم مسلمان دھرم سے تعلق رکھتی ہو...... ہم اپنے ہاں کی پکی ہوئی کوئی چیز تمہیں نہیں کھلائیں گے...... یہ پھل تو بھگوان کے پکائے ہوتے ہیں اور ان میں نہ کسی ہندو کا ہاتھ ہوتا ہے اور نہ مسلمان کا...... ہم یہ تمہارے لئے لائے ہیں...... اس کے ساتھ ساتھ ہی دودھ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پوتر اور کوئی چیز نہیں ہوتی...... ہم اس سے تمہاری تواضع کر سکتے ہیں“۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے کرم چند جی! آپ نے جو کچھ کیا ہے آپ کا بہت بہت شکریہ...... میں اگر کسی چیز کی ضرورت محسوس کروں گی تو آپ سے مانگ لوں گی...... آپ مجھے صرف یہ بتایئے کہ آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ مہر النساء نے کہا...... اب صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ یہ روپ اپنائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تھا...... وہ دیکھ چکی تھی کہ شاستری کا کیا حال ہوا ہے...... شاستری تو مصیبتوں پر مصیبتوں میں پھنستا جا رہا تھا اور مہر النساء یہ بات جانتی تھی کہ...... عماد الدین کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے شاستری اس کے ساتھ ہر وہ سلوک

کرے گا جو وہ کر سکتا ہے...... کوئی بچت کوئی پناہ نہیں تھی، چنانچہ اب اسے اپنے آپ پر پوری طرح بھروسہ کر کے اپنے آپ کو چھپائے رکھنا تھا اور اپنی زندگی کا بندوبست کرنا تھا...... چھوٹی سی عمر اتنی بڑی ذمہ داری لیکن...... وقت بہت کچھ دیتا ہے اور جب انسان مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے تو قدرت اس کی مدد کرتی ہے...... مہر النساء کے وجود میں بڑی پختگی آ گئی تھی اور اس نے دنیا کو سمجھ کر اس سے اپنا حق وصول کرنے کا انداز سیکھ لیا تھا، بہر حال...... کرم چند جی نے کہا۔

”بٹیا...... پہلے کچھ کھا پی لو...... آتے ہی اپنی بات شروع کر دینا ہمیں اچھا نہیں لگتا“۔

”یہ چیزیں یہیں رہنے دیجئے...... کرم چند مہاراج! آپ مجھے بتایئے کہ بات کیا ہوئی ہے؟ جس کیلئے آپ مجھے یہاں لائے ہیں“ کرم چند جی کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر بولے۔

”بھگوان نے اتنا دیا ہے ہمیں کہ رکھنے کی جگہ کم پڑ گئی ہے...... پر اولاد نے کمی کر دی...... بڑی منتیں مرادیں مانیں اور ایک بیٹی پیدا ہوئی...... ہمارے لئے تو یوں سمجھو...... بٹیا...... کہ بھگوان کا روپ تھی وہ...... اسے دیکھ کر جیتے تھے...... اسے دیکھ کر سنسار کا ہر کام کرتے تھے...... صبح اس کی صورت دیکھ کر اٹھتے تھے تو رات کو اس کی صورت دیکھ کر سوتے تھے، لیکن...... لیکن“ کرم چند کی آواز کپکپا گئی اور مہر النساء نے آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا......

واقعات خاصے دلچسپ محسوس ہو رہے تھے...... مہر النساء جانتی تھی کہ نہ وہ کوئی درویش ہے نہ کوئی ایسی شخصیت جس کے پاس کچھ ہو، لیکن قدرت نے اسے بسم اللہ کا تحفہ دیا تھا اور اس تحفے سے زیادہ اس کا یقین مستحکم تھا...... آج تک بہت سے کام بنے تھے...... اس میں کوئی شک نہیں...... کہ ایک شیطانی جال میں پھنسی تھی لیکن یہ بھی اس کا ایمان تھا کہ بدن تبدیل ہو گیا...... حالات خوفناک سے خوفناک ہو گئے...... یہ اللہ کا امتحان تھا اور وہ اس امتحان کو اپنی بساط بھر دے رہی تھی، لیکن اس نے بسم اللہ کا دامن نہیں چھوڑا تھا اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ بسم اللہ ہی کی برکت ہے کہ وہ شیطان...... ارجن شاستری اس کا ابھی تک کچھ نہیں بگاڑ سکا اور وہ عزت و آبرو بچاتے ہوئے اس کے چنگل سے نکل آئی...... یہ اس کے سینے میں ایک مستحکم

حیثیت رکھتا تھا...... بہرحال...... وہ کرم چند کی باتیں سنتی رہی...... جب کرم چند کچھ لمحے افسوس میں ڈوبا رہا...... تو وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ کرم چند جی...... یہاں اس کے سوال میں ایسا کوئی قصور نہیں تھا کہ وہ کرم چند کی ڈاکٹر بن کر آئی تھی، بلکہ نوعمری کے ساتھ ایک تجسس تھا جو اس کے دل میں جاگا تھا...... کرم چند جی نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر آہستہ سے بولے۔

"بس بٹیا! کیا بتائیں ہم؟"۔

"نہیں کرم چند جی...... بتائیے"۔

"جوانی آ گئی اس پر اور جوانی ایسی آئی کہ بھگوان کسی پر نہ لائے، وہ تو مصیبت ہی میں پھنس گئی"۔

"آپ بتائیے"۔

"کیا کہیں...... ؟ اس کمین زادے کے بارے میں...... نجانے کہاں سے آمرا تھا؟ بدشکل وصورت حرام...... پہلے بستی میں داخل ہوا تو گوندو حلوائی کی دکان پر پہنچا...... کہنے لگا بھوک لگی ہے...... کچھ کھانے کو دو...... گوندو ٹھہرا زمانے بھر کا کنجوس...... خود نہ کھاتا تھا پیٹ بھر کر...... اسے کیا دیتا...... دھتکار دیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کا کباڑا ہو گیا...... سڑک پر دو کتے لڑتے ہوئے اس کی دکان میں پہنچ گئے اور اس کے بعد مٹھائیوں کے سارے تھال گرا کر ملیامیٹ کر دیئے اور گوندو کا ہزاروں روپے کا نقصان ہو گیا اور ساری مٹھائی زمین پر گر پڑی، نہ صرف مٹھائی گر پڑی بلکہ ایک کتے نے گوندو کو کاٹ بھی لیا...... چودہ انجکشن لگے آج تک بیمار پڑا ہوا ہے بیچارا...... دوبارہ سنبھل ہی نہیں سکا...... ایسے کئی واقعات ہوئے اور" حرام کا جنا یہاں رہنے لگا...... اس نے صاف کہہ دیا...... بھوک لگی تھی گوندو سے تھوڑا کھانے کو مانگا تو اس نے منع کر دیا...... اب جو نقصان اسے ہوا ہے اس کا کوئی کیا کر سکتا تھا؟ ایسے کئی واقعات ہوئے تھے ایک دفعہ شری رام جی کے باغ سے آم توڑ کر کھا لئے تو شری رام جی کے مالی نے ڈنڈے سے اس کے سر پر وار کیا...... مالی کو فالج ہو گیا اور باغ میں آگ لگ گئی......

ایسی کئی باتیں ہوئیں جس سے لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ آنے والا حرام خور جس کا نام بھیم چند ہے اور اسے...... بھیما...... کے نام سے پکارا جاتا ہے کالے علم کا ماہر ہے، بٹیا...... بڑی کوششیں کر لیں لیکن اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا...... اس پاپی نے یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ اپنا ٹھکانہ بنا لیا...... پتا نہیں...... کسی نے کچھ دیواریں اٹھا کر اس کے رہنے کی جگہ بنا دی اور اس نے وہیں سے گندے کام شروع کر دیئے...... کسی کی پگڑی اچھالی...... کسی سے مال اینٹھا...... سارے کے سارے پریشان ہیں اس سے...... پھر ایک بار وہ کمین کا جنا ہماری بیٹی کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا...... بٹیا گھومنے پھرنے گئی تھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کہ کہیں اس کے ٹھکانے کے سامنے سے گزر گئی...... بس...... لگ گیا اس کے پیچھے...... ہمارے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔

"کرم چند جی! ہمارا بیاہ کر دو اپنی بٹیا سے جو آگ ہمارے من میں لگی ہے وہ تو ہم ہی جانتے ہیں" بہت سے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے...... ہمیں یوں لگا...... جیسے ہمارے منہ پر گوبر مل دیا ہو، مگر ہم جانتے تھے کہ وہ نہیں بول رہا بلکہ اس کا کالا علم بول رہا ہے...... برداشت کر گئے، حالانکہ ہم چاہتے تو جو حال ہم اس کا کرتے وہ دیکھنے والے دیکھتے...... پر کیا کیا جاتا؟ گندگی سے تو سبھی ڈرتے تھے...... بہرحال...... بڑی مشکل لگی رہی...... اس نے دوبارہ اکیلے میں آ کر ہم سے کہا۔

"کیا سوچا تم نے کرم چند جی؟"۔

"تیرا ستیاناس جائے...... کتے...... ہتھیارے...... تجھے اپنی اوقات معلوم ہے...... اپنی عمر دیکھ...... اپنی شکل دیکھ...... اپنے کرتوت دیکھ اور اس کے بعد اپنی مانگ دیکھ" وہ بے غیرت، بے حیائی سے ہنستا رہا اور بولا۔

"دیکھو کرم چند جی...... ہماری بات مان لو، جس چیز کو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حاصل ہو جاتی ہے...... ہم اگر چاہتے تو تمہاری بٹیا...... کتیا کی طرح دم ہلاتی ہوئی ہمارے دوار آ پڑتی...... پر ہم نے سوچا کہ سنسار کی ساری چیزیں تو ہم اپنی شکتی سے حاصل کر لیتے ہیں......

اپنی دھرم پتنی کو ہم اس کے ماتا پتا کی اجازت سے حاصل کریں اس میں ہمیں مزہ آئے گا"
نے کہا...... کتے کے جنے کیا ہو گا زیادہ سے زیادہ؟ ہمارا گھر تباہ کر دے گا تو...... جادو ٹو
کرے گا ہم پر...... مار دے گا ہمیں...... اپنی اوقات دیکھ یہ پھول سی بیٹی کہیں تجھے دینے
قابل ہے...... تو وہ ہنستا ہوا بولا۔

"تو ٹھیک ہے کرم چند جی...... رشتے داری تو بنائی نہیں تم نے...... ہم تو دوستی
چاہتے تھے دشمنی کی بات ہے تو چلو دشمنی شروع کیے دیتے ہیں...... ہر نقصان تمہارا ہو
میں اسے دھکے دے کر باہر نکال آیا، مگر اس کے بعد جو ہوا بٹیا...... اس نے ہمارے حوصلے
پست کر دیئے"۔

"کیا ہوا؟"۔

"پہلی بار ہم نے وہ تجوری کھولی جس میں ہمارا بہت سامان بھرا ہوا تھا، مگر تجوری
بچھو بھرے ہوئے تھے...... سونے کے زیور سانپ بن گئے تھے اور نجانے کیا کیا ہوتا رہا تھا
کیا کہا جائے...... بس جو بھی ہوا وہ دیکھنے کے قابل تھا...... ہماری پتنی زیور پہن کر شادی
گئی تو عورتیں چیخیں مارنے لگیں کیونکہ ہار کی جگہ اس کے گلے میں سانپ لٹکے ہوئے تھے......
دھرم پتنی تو بے ہوش ہو گئی تھی ڈر کے مارے...... بعد میں زیور پھر زیور بن گیا...... ایسے
کھیل روزانہ ہونے لگے اور ہماری زندگی برباد ہو گئی...... بات تو بہت لمبی ہے بٹیا...... مگر
مختصر بتا رہے ہیں تمہیں...... وہ ہم سے مسلسل یہ کہتا رہا کہ بٹیا اسے دے دی جائے ورنہ وہ
گھر کو نرک بنا دے گا...... بات چونکہ ہم نے اپنے تک ہی رکھی تھی...... زیادہ لوگوں کو نہیں
بتایا تھا اس بارے میں...... اس بیچ بٹیا کے رشتے آنے لگے اور ہم نے سوچا...... کہ اس کی شادی
کر دیں تاکہ اس پاپی سے ہمیں چھٹکارا مل جائے...... یہاں تک کہ ہم نے کافی سوچ بچار
کر کے ایک رشتہ منظور کر لیا...... یہ رشتہ شنکر گپتا...... کے بیٹے سنیل گپتا کا تھا...... گپتا جی
بڑے اچھے خاندان کے مالک تھے اور اچھی خاصی حیثیت کا وچار رکھتے تھے...... اس لئے ہم
نے سوچ بچار کر کے ان کے بیٹے کا رشتہ منظور کر لیا...... بہر حال...... بٹیا...... ساری باتیں

طے ہو گئیں...... سارے کام ہم نے خفیہ ہی طے کئے تھے...... یہاں تک کہ سنیل گپتا کی
بارات آ گئی...... ہم نے بھی خوب دھوم دھام سے تیاریاں کی تھیں اور آدمی لگا دیئے تھے پاپی
بھیما کہیں کوئی گڑبڑ نہ کرے...... ہم نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر پاپی بھیما اپنے گھر
سے ہمارے گھر کی طرف آنے کی کوشش کرے تو لاٹھیاں مار مار کر اس کا بھیجا نکال دیا
جائے...... پولیس کی گڑبڑ ہم برداشت کر لیں گے...... ہمارے آدمی اس کی نگرانی پر لگ گئے،
مگر...... انہوں نے جو ہمیں بتایا وہ ہم تمہیں بتا رہے ہیں...... ہوا یہ کہ بھیما ایک لکیر کاٹ کر
اس کے بیچ میں کھڑا ہو گیا اور وہیں کھڑا رہا...... ادھر یہ ہوا کہ بٹیا کی بارات آئی...... سب
ٹھیک ٹھاک تھا...... مہمان خوش تھے...... کچھ ایسے خاص آدمی تھے جنہیں بھیما کی بدمعاشی
معلوم تھی...... وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کہیں بھیما کوئی گڑبڑ نہ کرے...... ہم سب بھی پریشان
تھے اور ہماری دھرم پتنی بھی...... سارے کے سارے ہی بھیما کی طرف سے پریشان تھے اور
سوچ رہے تھے کہ بھگوان کرے کہ یہ شادی آرام سے ہو جائے، مگر بٹیا...... ہماری تقدیر میں
یہ نہیں تھا...... لگن منڈپ تیار ہو گیا...... منڈپ میں آگ جل گئی...... پنڈت اشلوک
پڑھنے لگا اور کرن کماری کا پلو سنیل گپتا کے پلو سے باندھ دیا گیا...... پہلا پھیرا ہوا...... دوسرا
پھیرا ہو رہا تھا کہ کرن کی چیخ ابھری اور پھر چاروں طرف سے چیخیں ابھرنے لگیں...... ہم نے
دیکھا کہ سنیل گپتا...... سنیل گپتا نہیں رہا تھا بلکہ وہ ایک ڈھانچہ بن گیا تھا...... سوکھی ہڈیوں والا
ڈھانچہ جس کے ہاتھ پاؤں لٹک رہے تھے اور وہ کرن کا ایک پلو اپنے ہاتھ میں تھامے لگن
منڈپ کے کنارے کنارے آگے بڑھ رہا تھا...... خود شنکر گپتا کی چیخیں ابھرنے لگیں اور کرن
کماری بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑی...... بڑی مشکل سے اس ڈھانچے کے ہاتھ سے کرن کا پلو
چھینا گیا اور اسے اٹھا کر اندر لے جایا گیا...... ادھر سارے چیخ چلا رہے تھے اور ادھر سنیل گپتا
ایک ڈھانچے کی شکل میں لگن منڈپ کے قریب کھڑا ہوا بھیانک انداز میں اپنی سوکھی کھوپڑی
ہلا رہا تھا...... پھر نجانے کیا ہوا؟ بس یوں سمجھو کہ شنکر گپتا نے ہمارا گریبان پکڑ لیا...... کہنے
لگے کہ تم نے دھوکا کیا ہے...... اب تم خود ہی بتاؤ...... بٹیا! کہ ہم نے کیا دھوکا کیا؟ ایک گندے

علم والا ہمارے پیچھے لگ گیا تھا تو اس میں ہمارا کیا دوش تھا؟ لیکن بات ہی ایسی ہو گئی تھی
تو نہیں کر سکتے تھے کہ اس ڈھانچے کے ساتھ اپنی کرن کے پھیرے کروا دیتے...... بھیا
یہ سمجھ لو بٹیا...... کہ عزت الگ لٹی...... گالیاں الگ کھائیں...... شنکر اور ان کی پتنی دھاڑیں
مار کر رو رہے تھے...... پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ جو کچھ بھی ہے...... سنیل گپتا ہی
ڈھانچے کو ساتھ لے جائیں...... سوکھا ہوا ڈھانچہ ان کے ساتھ چل پڑا...... ایک عجب
ہو گیا تھا...... قریب کوئی نہیں آ رہا تھا...... سب اپنی اپنی کہانی سنائے جا رہے تھے...... عجیب
تماشا ہو گیا تھا...... بیچارے خوبصورت لڑکے کو اس شکل میں واپس لے جایا گیا اور یہ عجیب
بات ہوئی کہ وہ جیسے ہی ہماری بستی سے نکل کر اپنے گھر پہنچا تو اس کی اصلی شکل واپس
آ گئی...... اس کا بدن تو اسے واپس مل گیا تھا لیکن اس کا دماغ ٹھیک نہیں رہا تھا...... آج بھی
ہے کہ بیچارا پاگل ہے...... اور ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے...... شنکر جی نے اس کے علاج
لئے نجانے کیا کیا جتن کر ڈالے؟ ہم سے تو دشمنی پڑ گئی ہے ان کی...... ہمارا نام سن کر
کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھگوان نے اگر موقع دیا تو وہ ہم سے بدلہ ضرور لیں
گے...... پر اب تم خود ہی بتاؤ بٹیا...... کہ اس میں بدلے کی کیا بات ہے؟ تم یہ سمجھ لو
سنسار میں یا اپنے آس پاس جاننے والوں کے ذریعے ہم جو کچھ کر سکتے تھے وہ ہم نے کیا
بھگوان کی سوگند...... نجانے ہم نے کس کس کے پاؤں پکڑے...... بڑے بڑے سادھو
لاکھوں روپیہ خرچ کیا...... پر ہماری بات نہیں بنی...... ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کے پیچھے
دوڑتے ہیں...... ابھی تمہارے بارے میں سنا تو وہاں پہنچ گئے...... بس کیا بتائیں بٹیا؟ ہم
نہیں کہتے کہ تم ہماری بیٹی کو ٹھیک کر دو...... ہمارے حالات کو ٹھیک کر دو...... پر...... بٹیا
کچھ کر سکتی ہو تو اپنے اللہ کے نام پر ہمارے لئے کرو...... انسان کا انسان سے رشتہ تو سب
مضبوط ہوتا ہے...... اس رشتے کو سامنے رکھ کر ہم تم سے یہ بنتی کرتے ہیں...... کرم چند جی
آواز بھرا گئی اور مہر النساء حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ داستان سننے لگی...... بھلا
ایسی باتوں سے کیا واسطہ رہا؟ وہ تو ایک معصوم سی بچی تھی جس نے دنیا کو بہت کم دیکھا، لیکن

اعتماد...... وہ احساس جو کہ اس کے دل کو حوصلہ دیتا جا رہا تھا، اب اس کے اندر کافی مضبوط
ہو گیا تھا اور وہ یہ سوچنے لگی تھی کہ جو کچھ بھی ہے...... بہرحال...... وہ شاید اس روپ میں اسی
لئے آئی ہے کہ دنیا کے لئے کچھ بھلائی کا سامان پیدا کرے...... اسے یہ موقع اسی لئے ملا ہے
اور وہ یہاں اسی لئے پہنچی ہے کہ کرم چند کے کام آئے...... یہ تو بڑی عجیب بات تھی، اگر یہ
بدن یہ ادھار کا بدن...... ایسے ہی کسی کام میں اپنا وجود کھو بیٹھے اگر یہ روح فضا میں تحلیل
ہو جائے...... کسی نیک نام کے لئے تو اس سے بڑا منصب اور کوئی نہیں ہو سکتا...... یہ باتیں
اسے عماد الدین نے سکھائی تھیں...... انہوں نے کہا تھا کہ ہر کام اللہ کی جانب سے ہوتا ہے
اور ہر کام کے پیچھے اس کی مصلحت چھپی ہوئی ہوتی ہے...... اس مصلحت کا پس منظر کیا ہوتا
ہے؟ انسان کبھی نہیں جان سکتا...... ہاں کوئی بھی قدم ایسا نہیں ہوتا جو بے مقصد ہو......
بہرحال...... کافی دیر تک خاموشی طاری رہی...... کرم چند جی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر
تھیں، کچھ لمحے کے بعد انہوں نے کہا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا...... ہم برباد ہو گئے تھے...... لوگ ہم پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، مگر
کسی کی زبان کو کون روک سکتا ہے ہمارے ایک رشتے دار یہاں تھوڑے فاصلے پر ایک بستی
میں رہتے ہیں...... وہ بھی شادی میں آئے تھے...... سب کچھ دیکھا تھا انہوں نے اپنی آنکھوں
سے...... کوئی دو مہینے پہلے وہ آئے اور انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک ایسے مہاتما سے بات
کی ہے جو کرن کماری کا علاج کر سکتا ہے...... ہم تو کوشش میں لگے ہوئے تھے...... تیار ہو گئے
کہ اس مصیبت سے چھٹکارا تو ملے...... بعد میں دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے؟ بہرحال......
ہمارے وہ رشتے دار اس مہان مہاتما کو لے آئے...... جو چالیس پینتالیس سال کا ایک لمبا تڑنگا
آدمی تھا...... وہ آیا...... اس نے کرن کماری کو دیکھا اور پاپی کے من میں کھوٹ آ گیا"۔

"یعنی...... یعنی"۔

"بٹیا...... ہمارے تمہارے بیچ باپ بیٹی کا رشتہ ہے...... عمر میں ہم تمہارے پتا سمان ہی
ہیں...... پر مجبوری ہے بٹیا...... کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل جائے تو برا مت ماننا"۔

"نہیں...... آپ بتائیے کیا ہوا؟"۔

"اس نے اس وقت تو کہا کہ وہ علاج کرے گا، مگر وہ علاج نہیں ایک طرح سے جنگ ہو گی...... ہم نے اس سے کہا کہ وہ پیسے کی فکر نہ کرے، جو مانگے گا وہ دیں اسے...... وہ ہنسنے لگا...... پھر بولا۔

"روپے پیسے کی بات بعد کی ہے [illegible] چند جی! پہلے اس بھیم چند کو دیکھنا ہوگا سمجھے؟"۔

"جیسا تم چاہو کرو...... ہم تو تمہارے داس ہیں...... ہماری بیٹیا ٹھیک ہو جائے، پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا"۔

"تم اپنی بیٹی کی تندرستی اور صحت چاہتے ہو نا"۔

"ہاں"۔

"اس کے بعد کیا کرو گے؟"۔

"ارے بھیا...... بیٹیوں کو گھر سے رخصت کر دینے میں ہی ماں باپ کی خوشی ہوتی ہے"۔

"ٹھیک ہے...... میرے لئے رہائش کا بندوبست کر دو اور ہم نے اس کے لئے ایک رہائش کا بندوبست کر دیا، لیکن اس نے ہمارے اس رشتہ دار سے جو کچھ کہا اس سے ہمارے ہوش اڑ گئے"۔

"کیا کہا اس نے؟"۔

"اس نے کہا کہ کرن کماری کا ایک ہی علاج ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس کی شادی کر دی جائے...... اس پاپی کو ہمارے اس رشتے دار نے بتایا کہ ایک بار یہ کوشش ہو چکی ہے اور یہ نکلا" تب اس پر وہ کہنے لگا کہ وہ شادی اس سے کر دی جائے تاکہ وہ بھیما کا مقابلہ کر سکے بٹیا...... میں تمہیں اپنی بیٹی سے ملواؤں گا...... چاند کی طرح سندر ہے وہ...... بہت ہی پیاری جو ایک بار دیکھتا ہے اسے دیکھتا رہ جاتا ہے...... وہ پاپی بھی اس چکر میں پڑ گیا...... اور اس بات پر ضد کرتا رہا کہ کرن کماری سے اس کی شادی کر دی جائے...... وہ بھیما کو سنبھال لے گا"۔

"ایک بات بتائیے"۔

"ہاں"۔

"جب یہ واقعہ ہوا تو بھیما کا کیا ردعمل رہا؟"۔

"پتا نہیں...... یہ بات پتا نہیں چل سکی"۔

"نہیں...... میرا مطلب ہے کہ بارات واپس جانے کے بعد کیا بھیما آپ کے پاس آیا؟"۔

"نہیں"۔

"اچھا...... پھر آپ ایک بات اور بتائیے"۔

"ہاں...... پوچھو"۔

"کیا اسے اس مہاتما کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا"۔

"ہاں...... وہی تو تمہیں بتا رہے ہیں...... بٹیا...... اس کی بات سن کر ہم نے اسے فوراً گھر سے نکال دیا، مگر وہ واپس نہیں گیا بلکہ اس نے بھی بھیما سے تھوڑے فاصلے پر ایک پرانے درخت کے نیچے اپنا استھان جما لیا اور ابھی تک وہیں بیٹھا ہوا ہے"۔

"کیا؟" مہر النساء پھر چونک پڑی"۔

"ہاں" کرم چند جی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولے...... "وہ ابھی تک وہیں موجود ہے"۔

"بڑی عجیب بات ہے...... کیا بھیما نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا...... میرا مطلب ہے کہ ایک جنگل میں دو سانپ رہ رہے ہیں"۔

"تم نے اسے شیر نہیں کہا...... اچھا کیا...... واقعی وہ سانپ ہیں"۔

"اچھا ایک بات اور بتائیے" مہر النساء اب باتوں میں مکمل دلچسپی لے رہی تھی"۔

"پوچھو بٹیا...... پوچھو"۔

"اس واقعے کے بعد آپ کی بیٹی کا کیا حال ہوا؟"۔

"کیا بتائیں؟ بس اسے دیکھ کر تو دل کٹتا ہے بٹیا...... بھگوان کسی کو ایسا روگ نہ دے تم کیا جانو گی بٹیا؟ بھگوان نے بے شک تمہیں گیان دھیان دے دیا ہے...... پرماتما کا دل تو نہیں

دیا ہو گا تمہیں...... زیادہ سے زیادہ تم اس کے بارے میں سوچ سکتی ہو...... پر یہ سوچ بھی نہیں ہو گی"۔

"اس کا حال کیا ہے؟"۔

"ملائیں گے...... تمہیں بھی ملوائیں گے...... بس خاموش رہتی ہے کچھ بولتی ہے"۔

"اچھا ایک بات بتائیے...... وہ بھیم چند جو ہے وہ اب بھی وہیں رہتا ہے"۔

"ویسے کا ویسا...... ہم نے بھی اپنے آدمی لگا تو رکھے ہیں اور وہ دور دور سے بھیم چ اور اس پاپی کو دیکھتے رہتے ہیں جس کا نام ہری لال ہے اور اسے ہریا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ بھیم چند نے اس کا کچھ بگاڑا نہ ہریا نے بھیم چند سے کچھ کہا...... دونوں اپنی اپنی بات پر ہوئے ہیں، مگر دونوں کے بیچ کوئی جھگڑا نہیں ہوا...... ابھی تک دونوں ایک دوسرے ملے بھی نہیں ہیں...... ویسے ہمارے اس رشتے دار نے ایک اور مصیبت لا کر کھڑی کر دی کیا کہیں؟ پہلے ایک تھا اب دو ہیں"۔

"ہوں...... دیکھئے...... کرم چند جی! میں کچھ نہیں ہوں.. میں کیا ہوں؟ میں جانتی یا پھر اللہ جانتا ہے اور مجھ پر کیا بیتی ہے؟ وہ ایک الگ کہانی ہے جس کا آپ سے کوئی نہیں لیکن میں کوشش کروں گی کہ آپ اس مشکل سے نکل جائیں...... اللہ نے مجھے کچھ ہے...... جو دیا ہے میں اسے استعمال کروں گی...... امید تو ہے کہ اللہ کی دین کسی نیک کام لئے رائیگاں نہیں جائے گی، لیکن نتیجہ اللہ کی مرضی پر ہی ہے...... سمجھ رہے ہیں نا آپ اگر کچھ کر سکی تو آپ کی نہیں میری خوش قسمتی ہو گی...... باقی آپ مجھے نہ کر سکنے پر الزام نہ دیں"۔

"نہیں بٹیا...... الزام کی کیا بات ہے؟ ہم سب تو دعائیں کریں گے تمہارے کیونکہ تم ہمارے لئے کام کر رہی ہو"۔

"انشاء اللہ...... مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا آپ

لئے...... مہر النساء نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا...... اس کے بعد کرم چند جی نے اپنی دھرم پتنی سے مہر النساء کی ملاقات کرائی اور اس کے بعد دور سے اس نے کرن کماری کو بھی دکھایا...... در حقیقت بڑی حسین لڑکی تھی، لیکن کھوئی کھوئی پتا نہیں...... اس کے ذہن میں کیا تھا؟ مہر النساء نے کچھ سوچا پھر بولی۔

"ایک بات بتائیے...... کرم چند جی"۔

"ہاں"۔

"کیا میرا قیام آپ کی اسی حویلی میں ہو گا؟"۔

"میں سمجھا نہیں...... دیوی جی"۔

"میں یہ چاہتی تھی کہ میں حویلی سے کچھ دور رہوں...... اس بات کے امکانات تو ہیں کہ وہ کمینہ شخص بھیم چند اور دوسرا ہریا آپ کی تاک میں تو ضرور رہتا ہو گا...... میں نہیں چاہتی کہ میں ان لوگوں کی نگاہوں میں آؤں...... ویسے تو میں ایک معمولی سی شخصیت ہوں لیکن ممکن ہے...... وہ اپنے گندے علم سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر لیں"۔

"یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے...... میں نے تمہیں بتایا تھا نا، بٹیا...... کہ میرے لئے ایک بزرگ خاتون نے بڑی دعائیں کی تھیں اور ہم لوگ آج تک یہی کہتے ہیں کہ بھگوان انہیں سورگ میں جگہ دے...... انہی کی دعاؤں سے ہماری بٹیا پیدا ہوئی تھی...... وہ ایک بزرگ خاتون تھیں...... ہم انہیں خالہ کہا کرتے ہیں...... خالہ جی کا بیٹا رحیم الدین سامنے والے گھر میں رہتا ہے...... بیوی ہے اس کی...... بچے ہیں اس کے...... اچھی خاصی زندگی گزار رہا ہے...... ہم تمہیں اس کے ہاں ٹھہرائے دیتے ہیں اور کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے"۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا"۔

"یوں بھی مناسب رہے گا کہ وہ مسلمان ہے اور وہاں تمہیں کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہو گی"۔

"بہت اچھی بات ہے لیکن رحیم الدین؟"۔

"ارے بٹیا...... دیکھو گی تو پتا چلے گا کیسے ہیں وہ لوگ؟ بہر حال...... تھوڑی دیر کے
کرم چند مہرالنساء کو لے کر رحیم الدین کے گھر پہنچ گیا، دروازے پر دستک دی تو ایک شخ
باہر آیا...... کرم چند نے کہا۔

"دروازہ کھول دو اور مہمان خانہ بھی"۔

"جی...... اس شخص نے کہا اور ہم اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے"۔

"رحیم کہاں ہیں؟"۔

"اندر ہیں"۔

"بلاؤ ذرا انہیں"۔

"جی...... ملازم بولا"۔

"اور چائے بھی تیار کر لو"۔

"جی...... بہت اچھا" مہرالنساء حیرت سے یہ کارروائی دیکھ رہی تھی...... مہمان خا
بہت آرام دہ تھا...... دیوان پڑے ہوئے تھے...... ماحول بہت صاف ستھرا تھا...... چند ہی من
کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا...... گورا چٹا رنگ...... چھوٹی سی داڑھی...... اچھی شخصیت ک
مالک معلوم ہوتا تھا...... اندر داخل ہو کر پہلے مہرالنساء کو پھر کرم چند کو دیکھا...... پھر کہنے لگا۔

"یہ بہن کون ہیں ہماری...... ؟ کرم چند جی"۔

"مہرالنساء نام ہے...... مہمان ہے...... تمہارے ساتھ رہے گی رحیم الدین"۔

"اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے مجھے مہمان سے نوازا...... ویسے آپ جس کام سے گئے
تھے کرم چند جی وہ ہو گیا"۔

"ہاں...... تمہیں تفصیل تو بتائی تھی ہم نے"۔

"ہاں...... او ہو...... اچھا اچھا...... مگر یہ...... یہ تو بڑی چھوٹی سی ہیں...... ایک پیاری سی
بچی تو کہہ سکتے ہیں ہم انہیں...... کوئی درویش یا ولی نہیں کہہ سکتے"۔

"ایک بات بتاؤ رحیم الدین...... بقول تمہارے اللہ اگر کسی کو دیتا ہے تو کیا شکل

صورت...... عمر اور تجربہ دیکھ کر دیتا ہے"۔

"نہیں...... اللہ تو ہر عمر میں کسی کو کچھ دے سکتا ہے...... کرم چند جی ادھر رخ کر کے
بولے"۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں بٹیا...... کہ رحیم الدین کو سب کچھ معلوم ہے...... ساری باتیں
یہ جانتے ہیں...... تمہارے ہاں...... میرا مطلب ہے کہ تمہارے پاس جانے کے مسئلے میں
بھی میں نے انہیں ساری تفصیل بتا دی تھی...... اب...... یہ تمہارے سامنے ہیں" اور سنو
رحیم الدین اب بٹیا تمہارے گھر رہیں گی، دیکھو...... میری بے عزتی نہ ہو"۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ...... بہنوں کی خدمت بھائیوں سے اچھی کوئی اور کر سکتا
ہے...... ویسے آپ مطمئن رہیے انہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور بہن آپ کا نام؟"۔

"مہرالنساء ہے میرا نام...... مہرالنساء نے کہا"۔

"بڑی بات ہے...... آپ اتنی سی عمر میں دنیا کو بہت کچھ دینے کے لئے اٹھ کھڑی
ہوئی ہیں...... اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ نے آپ کو اتنا دے دیا ہے کہ آپ اسے
سنبھال نہیں پا رہیں اور اس کا دیا ہوا بانٹ بھی رہی ہیں" مہرالنساء نے گردن جھکا لی...... جو
حقیقت جو اصلیت تھی وہ تو اس کا دل جانتا تھا، لیکن بہر حال...... سب کے سامنے تو کچھ
نہیں کہا جا سکتا...... پھر...... کرم چند جی مہرالنساء کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے اور رحیم الدین
مہرالنساء کے سامنے بیٹھ گیا"۔

"گھر والی اور بچوں سے ملواؤں گا ابھی...... اللہ کے فضل سے بڑی اچھی زندگی گزر رہی
ہے ہماری...... یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ بہن مجھے آپ کی خدمت کرنے کی سعادت
ملی...... میرے بچے بچیاں ہیں...... کوئی دعائیں ان کے لئے بھی کر دیں...... ایک بات اور
بھی پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"ہاں...... کہئے...... مہرالنساء نے کہا"۔

"کرم چند نے اپنی مشکل آپ کو بتا دی ہو گی...... اس کی ذات برادری کا معاملہ

ہے...... وہ ہندو ہے اور اس کا گھرانہ مذہبی طور پر بہت کٹر ہے...... غالباً وہ لوگ اس بات
ضرور اعتراض کریں گے کہ وہ ہندو ہونے کے باوجود ایک مسلمان سے یہ کام کرا رہا
لیکن یہ اس کی مشکل ہے، چنانچہ اس بات کو چھپانا پڑے گا کہ آپ یہاں کس مقصد سے
ہیں؟ آپ کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا بہن جی؟''

''رحیم بھائی...... اچھی بات ہے کہ آپ نے یہ بات کہہ کر مجھے زبان کھولنے کا موقع
دے دیا...... میں بھی آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ نہ تو میں کوئی عامل ہوں اور نہ درویش
نہ فقیر...... نہ پہنچی ہوئی انسان ہاں...... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وقت اور حالات نے میرے
سینے میں کچھ ایسی چیزیں اتار دی ہیں جو میرے لئے کار آمد ہوئی ہیں...... بس انہی کے
سہارے کچھ کر لیتی ہوں...... مجھ سے کہا گیا ہے کہ انسان اگر مشکل میں ہو تو اس کے
دھرم پر غور نہ کروں بلکہ جو کچھ بن پڑے کر دوں، کیونکہ ایسے باپ کی بیٹی ہوں میں جس کے
بارے میں اگر بتاؤں تو آپ یقین نہیں کریں گے...... بہر حال...... چھوڑیئے ان باتوں
کو...... یہ داستان جو میں نے سنی ہے اس کے بارے میں نہیں جانتی کہ اس کے لئے کیا کر
ہوں، لیکن اللہ نے اگر میری مدد کی تو شاید کچھ ہو جائے، ورنہ مجھے معذور سمجھئے گا...... سار
باتیں بتا چکی ہوں...... بستی میں جو کچھ ہوا ہے اس میں میرا قصور نہیں تھا...... میرا مطلب
کہ میں نے جان بوجھ کے کچھ نہیں کیا...... بس یوں سمجھ لیں کہ یہ اللہ کا حکم تھا کہ وہ مجھے
سرفرازی عطاء کرے...... سو اس نے ایسا ہی کیا...... مجھے نہ تو نام سے دلچسپی ہے اور نہ ہی ا
بات کو منظر عام پر لانے کی خواہش ہے...... اس میں میری ہی بچت ہے...... اگر کچھ نہ کر
تو اس میں مجھے شرمندگی اٹھانا پڑے گی...... آپ میری بات پر حیران نہ ہوں...... رحیم بھا
میں سچ بولتی ہوں اور میں نے جو کچھ کہا ہے...... سچ ہی کہا ہے...... میں کچھ بھی نہیں ہوں
بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایسے باپ کی بیٹی ہوں جس نے اللہ کے سامنے ہمیشہ گردن جھکائی
اور مجھے اس کے سامنے گردن جھکا کر زندہ رہنے کی ہدایت کی ہے...... میں خود بعض مشکلا
کا شکار ہوں اور بڑی مشکلوں میں پڑ کر اپنے گھر سے نکلی ہوں...... اگر کچھ کرنے میں کامیا

ہو گئی تو ہو سکتا ہے کہ کسی کی دعائیں میری مشکلات کا حل پیش کر دیں...... مہرالنساء کی آواز
بھر آگئی...... رحیم الدین گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا...... پھر اس نے کہا۔

''بہن جی...... یہ معمولی بات نہیں ہے...... معمولی بات نہیں ہے...... آپ لڑکی ذات
ہو کر بلکہ مجھے معاف کیجئے گا...... پہلے آپ کو بہن کہہ رہا ہوں بہن کہنے کے بعد ایک بھائی اپنی
بہن کی تعریف کر دے تو کوئی بری بات نہیں ہے...... آپ انتہائی خوبصورت لڑکی ہیں......
نوجوان ہیں اور اللہ نے آپ کو ایسی کشش عطا فرمائی ہے کہ کوئی بھی آپ کو دیکھ کر ایک لمحے
کے لئے کھو سکتا ہے...... اس کے باوجود آپ اپنی عزت و آبرو قائم رکھتے ہوئے دنیا کے لئے
یہ سب کچھ کرتی پھر رہی ہیں...... یہ بہت بڑی بات ہے...... مہرالنساء کی آنکھوں میں آنسو
آگئے...... اس کے دل میں آواز ابھری کہ میں تو اتنی ہمت والی نہیں تھی، مگر کیا کرو......
وقت نے حالات نے مجھ سے میرا وجود بھی چھین لیا...... یہ ادھار کا بدن اگر پرکشش اور
دلکش ہے تو اس میں میری کوئی خاص کوشش نہیں ہے...... یہ تو بس ایک طرح سے میری
بری تقدیر کا معاملہ ہے کہ میں اپنا بدن تک کھو بیٹھی ہوں...... بہر حال...... خاموشی
چھا گئی...... رحیم الدین بھی کچھ سوچنے لگا تھا اور مہرالنساء بھی کچھ سوچ رہی تھی...... تھوڑی
دیر کے بعد رحیم الدین نے کہا۔

''ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کرم چند بہت اچھا انسان ہے، حالانکہ ہم لوگ
الگ الگ دین دھرم سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ہماری دوستی بڑی مضبوط ہے اور میں ہر وقت
اس کی بھلائی چاہتا ہوں...... آپ سے میں ذاتی طور پر ایک درخواست کرتا ہوں کہ چاہے جو
کچھ بھی ہو جائے آپ اپنی حد بھر اس کے لئے کوشش کیجئے''۔

''کیوں نہیں...... کیوں نہیں'' مہرالنساء نے جواب دیا۔

''اب آپ کے لئے آرام کا بندوبست کئے دیتا ہوں...... چند ضروری باتیں کر کے اٹھ
جاؤں گا...... آپ برا نہ مانیں''۔

''نہیں...... نہیں...... آپ نے اگر مجھے بہن کہا ہے تو میں برا کیسے مان سکتی ہوں؟''۔

"میں یہی چاہتا ہوں کہ اپنے خاندان والوں میں آپ کو اپنے ایک دوست کی بہ
حیثیت سے متعارف کراؤں گا اور اصلیت کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا...... ایسا کا
اپنی بیوی کے سامنے بھی کروں گا...... یہ مجھے اس لئے کرنا ہے آپ کو چھپانا ہوگا...... گو
بھی میں کسی سے کوئی تذکرہ نہیں کروں گا...... بس یوں سمجھ لیجئے...... کہ آپ ایک
انسان کی حیثیت سے ہی ان کے سامنے پیش آیئے...... میرے بیٹے بیٹیاں ہیں...... بڑا
چھوٹے ہیں، لیکن ایک بیٹا تقریباً آپ کی عمر کا ہے......اس سے دو سال چھوٹی ایک بیٹی
خاصی نٹ کھٹ اور شوخ ہے...... عمر تو اچھی خاصی ہوگی لیکن طبیعت میں بچپنا ہے...... مر
التجا ہے کہ آپ یہاں کسی کی بات کا برا نہ منایئے...... آپ بے شک چھوٹی سی عمر کی
لیکن جسے اللہ کی مدد حاصل ہو جائے وہ بہت بڑا ہوتا ہے...... میں بس یہ چاہتا ہوں کہ میر
کسی بچے کی گستاخی میرے لئے سزا نہ بن جائے"۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے مجھے بہن کہا ہے...... بس سمجھ لیجئے کہ آ
کی چھوٹی بہن ہوں میں اور وہ جو بھی مجھے نظر آئیں گے وہ میرے بھتیجے بھتیجیاں ہوں گی"۔

"اللہ آپ کو عمر خضر عطا کرے...... آپ کے مرتبے میں بے پناہ اضافہ کرے
آپ کی ہر مشکل کو حل کرے" اس نے کہا اور اس کے بعد باہر نکل گیا...... مہر النساء کو ہ
آنے لگی تھی......اس کمرے میں خاموش بیٹھی حالات پر غور کرتی ہوئی وہ یہ سوچ رہی
کہ کیا ماضی میں اس نے کبھی یہ تصور کیا تھا کہ وہ اس طرح سے منظر عام پر آئے گی
مردوں اور عورتوں کے سامنے اس طرح بے حجاب پھرے گی...... وہ ایک پر حجاب گھر
پر حجاب بیٹی تھی، لیکن تقدیر ایسے ہی فیصلے کرتی ہے...... البتہ تقدیر کے اس فیصلے پر اسے
حد خوشی تھی...... بے حجاب اگر کوئی ہے تو اس شیطان کی بیٹی کشکا کا وجود ہے......اللہ نے کم
کم اس کے ساتھ یہی احسان اور انصاف کیا کہ اس کے اپنے جسم کو اس کے اپنے چہرے
رسوا نہ کیا...... یہ بھی بہت بڑا احسان تھا...... بہر حال...... زندگی کے بارے میں اس عمر
ہی مہر النساء کو عماد الدین صاحب نے بہت سی باتیں بتادی تھیں...... اگر اس کی تربیت ا

طرح سے نہ ہوئی ہوتی تو شاید خوف سے ہی مر جاتی اور شاید اتنا زیادہ برداشت نہ کرپاتی جتنا وہ
برداشت کر رہی تھی...... ایک طرف ارجن شاستری جیسا شیطان جس سے وہ نکل بھاگی تھی
اور ایک طرف اس کا ننھا سا کمزور وجود، مگر...... شاید اس بستی میں پیش آنے والے واقعے کی
نوعیت اسی انداز کی تھی کہ جیسے اسے پہلے امتحان میں کامیابی عطاء کی گئی ہو اور اسے بتایا گیا
ہو کہ کسی بھی کمزور وجود کے ساتھ اگر اللہ کی مدد حاصل ہو جائے تو پھر کوئی وجود کمزور نہیں
رہتا...... اگر اسے اس روپ میں یہ مقام عطاء کیا جا رہا ہے تو یقینی طور پر اس کی بہتری کے لئے
ہی ہوگا...... حالانکہ دل سوچتا تھا یہ آرزو لمحہ لمحہ ابھرتی تھی کہ زندگی پھر اسی ڈگر پر آجائے،
حالات وہی رخ اختیار کرلیں...... وہ چھوٹا سا گھر جہاں ماں کی محبت...... باپ کی شفقت......
پیار ہی پیار...... پیار کا ساگر...... لیکن اس ساگر کی مچھلی اب خشک زمین پر تڑپ رہی تھی...... یہ
تڑپ کبھی کبھی تو اتنی شدید ہو جاتی کہ آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ نکلتی، لیکن پھر مشیت الٰہی
پر قناعت کی جاتی اور اپنے آپ کو سنبھالا جاتا، وہ کام سامنے آرہے تھے جو کبھی نہ کئے تھے......
عماد الدین نے کئی بار شیطانی قوتوں کے بارے میں بتایا تھا...... بیٹی کی ذات ہی ان کے لئے
تمام توجہ کا محور تھی، چنانچہ باپ بیٹی ہمیشہ بیٹھ جایا کرتے تھے اور عماد الدین اسے دنیا کے
بارے میں بتاتے تھے اور یہ بھی بتاتے تھے وہ اسے کہ شیطانی قوتیں کس طرح بروئے کار
رہتی ہیں اور کس طرح اپنا عمل کرتی ہیں اور رحمانی قوتیں کس طرح اس برے عمل کا
تدارک...... غرضیکہ اس کے وجود میں اتنا کچھ موجود تھا کہ اس کی عمر اس سے چار گنا چھوٹی
تھی...... اچانک ہی باہر سے آہٹیں سنائی دیں اور پھر رحیم الدین کی آواز سنائی دی۔

"سنبھل کر...... سنبھل کر...... یہ بکریوں کا ریوڑ اگر لائن بنا کر اندر داخل ہو تو کیا زیادہ
اچھا نہیں ہوگا اور پھر بہت سے افراد اندر گھس آئے...... مہر النساء ان میں سے ایک ایک کا
جائزہ لینے لگی...... خاتون جو سب سے آگے تھیں رحیم الدین کی بیوی معلوم ہوتی تھیں......
ایک شوخ شریر سی لڑکی ان کے پیچھے تھی...... دو تین چھوٹے بڑے بچے اس کے ساتھ ہی
ایک نوجوان بھی نظر آرہا تھا...... جسے ایک نگاہ ہی دیکھ کر کہا جاسکتا تھا کہ یہ رحیم الدین کا بیٹا

ہے...... رحیم الدین صاحب نے کہا۔

"مل لیئے آپ ہماری بہن...... مہرالنساء سے...... سب نے سلام دعا کی اور مہرالنساء
اس نوجوان لڑکے کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات دیکھے...... عورت کی نگاہ سے
کوئی ایسی لڑکی ہو جسے دنیا سے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو گئی ہوں...... وہ مرد کی
پہچانتی ہے...... رحیم الدین کا بیٹا جس کا نام تک مہرالنساء کو معلوم نہیں تھا...... ایک
صورت نوجوان تھا، لیکن مہرالنساء کو دیکھ کر اس کے چہرے پر جو کیفیت پیدا ہوئی وہ ذرا
انداز کی تھی...... البتہ وہ خوبصورت سی لڑکی جو رحیم الدین کی بیٹی معلوم ہوتی تھی......
بڑھ کر بولی۔

"اصل میں قدرت جب کسی کو کچھ دینا چاہتی ہے تو دروازہ کھول کر دیتی ہے......
کو میری بات پر حیرت ہوتی ہوگی...... مہرالنساء پھوپھی" یہ کہہ کر وہ بے اختیار ہنس پڑی
رحیم الدین کی بیوی نے اسے گھور کر دیکھا پھر بولی۔

"سلمیٰ...... شرارت نہیں...... ہر ایک کے ساتھ بدتمیزی نہیں کرتے"۔

"اب آپ دیکھئے نا...... میری عمر کی تو ہوں گی...... ابو اگر انہیں بہن کہتے ہیں
میں میرا کیا قصور ہے؟ مگر ہم لوگ انہیں پھوپھی کہیں...... توبہ...... توبہ...... پھوپھی
نام سے تو ایسا تصور ابھرتا ہے جیسے کوئی بہت بڑے سائز کا غبارہ ہو اور اس میں بہت سی
گئی ہو...... پھو...... پھی" لڑکی پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی...... نبیل نے کہا۔

"سلمیٰ...... ہر وقت کی بدتمیزی اچھی نہیں ہوتی...... پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ تم
باتوں کا کوئی برا مانتا ہے یا نہیں...... تم خود سوچ لو...... کیوں امی! میں غلط کہہ رہا ہوں"۔

"نبیل بھائی...... نبیل بھائی...... خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں......
سے سولہ سال بڑے معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ آپ مجھ سے صرف ایک سال
ہیں...... کیوں نہیں خیال کرتے آپ؟ جب آپ ایسی نصیحتیں کرتے ہیں تو مجھے لگتا ہے
آپ کے چہرے پر ایک فٹ لمبی داڑھی ہے اور آنکھوں پر موٹے موٹے شیشوں کی

ہوئی ہے"۔

"دیکھئے امی...... یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟ نبیل نے کہا...... عمر رسیدہ خاتون آگے
بڑھیں انہوں نے مہرالنساء کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگیں"۔

"بس...... اللہ سب کو سلامت رکھے...... ابھی...... بیٹی! رحیم نے مجھے تمہارے بارے
میں بتایا...... تم اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو...... تم اس کے دوست کی بہن ہو...... میری نذر
ہوئیں، لیکن میری سلمیٰ کے برابر ہو...... میرے لئے تو سلمیٰ جیسی ہی ہو"۔

"شکریہ...... ویسے آپ بہت اچھے لوگ ہیں...... میں آپ کے درمیان آکر بہت
خوش ہوئی ہوں" مہرالنساء نے کہا...... کچھ لمحوں کے لئے اسے اپنا گھر یاد آ گیا تھا...... ماں بھی
ایسی ہی محبت سے سر پر ہاتھ پھیرتی تھیں...... گھر کے ماحول میں کبھی کبھی ایسی ہی زندگی پیدا
ہو جایا کرتی تھی اور یہ شوخی اور شرارت اسے بہت ہی اچھی لگ رہی تھی...... معمر خاتون نے
اپنا بھی تعارف کروایا اور باقی سارے لوگوں کے نام بھی بتا دیئے...... بہرحال...... مہرالنساء کو
یہاں آکر بہت اچھا لگا تھا اور اس کے بعد عارفہ بیگم...... مہرالنساء کو ساتھ لے کر اندر چل
پڑیں...... مکان بہت کشادہ اور وسیع تھا...... قدیم طرز تعمیر کا ایک دلکش نمونہ جس میں اقدار
کی جھلکیاں بھی شامل ہوتی ہیں...... بڑی اپنائیت اور محبت کے ساتھ مہرالنساء کو ایک بڑے
کمرے میں لے جایا گیا جو زنانہ کا کمرہ تھا...... یہاں اس کی خاطر کا پورا پورا بندوبست کیا گیا
تھا...... سلمیٰ اس کے پاس ہی بیٹھ گئی...... نبیل...... جو اس لڑکے کا نام تھا...... وہ بھی کچھ جھینپا
جھینپا سا...... شرمایا شرمایا سا ساتھ ہی تھا...... سلمیٰ نے کہا۔

"تعجب کی بات ہے...... پھوپھی جان! کہ آپ اس طرح پہلی بار ہمارے گھر میں
آئیں، مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے آپ صدیوں سے ہماری شناسا ہوں اور لوگوں نے ہمیں
آپ سے چھپا رکھا ہو یا آپ کو ہم سے...... یہ بتایئے...... اس سے پہلے آپ کبھی ہمارے گھر
کیوں نہیں آئیں" مہرالنساء نے ہنس کر رحیم الدین کو دیکھا تو رحیم الدین کہنے لگے۔

"میں نے بتا دیا تھا...... مہرالنساء آپ کو کہ یہ لڑکی بڑی نٹ کھٹ اور شریر ہے...... سنیے

محترمہ سلمیٰ بیگم...... آپ ذرا اپنی زبان کو قابو میں رکھئے...... آپ کو ان سے اتنا بے
نہیں ہونا چاہئے...... ہر چیز کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے"۔

"تو میں نے کیا کہا ہے...... آپ میری مدد کیجئے نا...... پھوپھی صاحبہ! یہ آپ کے
جان...... بھائی صاحب...... ہمارے اور آپ کے راستے میں آرہے ہیں"۔

"اصل میں مہرالنساء بہن! بیٹیاں پرایا دھن ہوتی ہیں...... ماں باپ ایک ایک پل
تربیت کرتے ہیں...... انہیں پروان چڑھاتے ہیں...... لیکن ہر وقت ایک خیال دل میں
ہے کہ آخر کار...... انہیں دوسرے کے گھر چلا جانا ہے...... بس یہ خیال سختی کرنے سے
ہے اور یہ سلمیٰ صاحبہ اس لئے بگڑ گئی ہیں...... آپ برائے کرم ان کی بدتمیزی پر مجھے معا
کر دیجئے گا"۔

"ارے...... ارے...... ارے...... میں نے کیا کہا ہے......؟ کیوں پھوپھی جان
آپ اس طرح برا مان جاتی ہیں"۔

"بھئی...... میں تو اس سلسلے میں کچھ کہوں گا ہی نہیں...... بلکہ میرا خیال ہے کہ مجھے
نکل جانا چاہئے" نبیل نے کہا۔

"اصولی طور پر تو آپ کو ویسے ہی باہر نکل جانا چاہئے تھا بھائی جان...... ظاہر ہے کہ
خواتین کی محفل ہے اور ہماری مہمان ایک خاتون ہیں...... ٹھیک ہے...... ہمارا ان سے کوئی
بھی رشتہ ہے، لیکن...... بہرحال ہیں تو خاتون ہی...... ویسے پیاری پھوپھی جان...... آپ
چاہے اچھا مانیں یا برا...... میرا دل تو آپ کو اپنی سہیلی بنانے کو چاہتا ہے...... پھوپھی ہوں
آپ ان تمام لوگوں کی...... میں تو آپ کو اپنی دوست کہوں گی"۔

"تمہیں خدا کا واسطہ...... ذرا ہوش و حواس قائم رکھو" رحیم الدین نے کہا...... پھر
بیوی سے بولے۔

"عارفہ! سنبھالو ذرا اسے...... یہ کیا چکر چلا ڈالا ہے......؟" عارفہ بیگم ہنسنے لگیں
انہوں نے کہا۔

"بھئی...... اب تمہارے دوست کی بہن ہیں...... مان لیتی ہوں تم بھی انہیں اپنی بہن
کہتے ہو، لیکن سلمیٰ کا مطالبہ بھی غلط نہیں ہے...... عمر کے لحاظ سے سلمیٰ کی ہی بہن ہونی
چاہئے تھی...... اب آپ نے رشتہ ہی غلط بنا دیا ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں"۔

"خدا تمہیں سمجھے مہرالنساء بہن...... خدا کی قسم مجھے بے قصور سمجھ کر معاف کر دینا
اصل میں اس طوفان کا مجھے بھی کوئی اندازہ نہیں تھا...... مہرالنساء ہنس کر خاموش ہو گئی
بہرحال اسے یہ ماحول برا نہیں لگا تھا...... بہترین لوگ تھے...... خوش اخلاق...... محبت کرنے
والے، حالانکہ چند لمحے یہاں آئے ہوئے، ہوئے تھے مگر یوں لگتا تھا جیسے طویل عرصے سے
ان کا ساتھ ہو...... آخر میں مہرالنساء ہی کو کہنا پڑا"۔

"بات تو سچ ہی ہے بھائی...... آپ ہم لوگوں کو ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے...... مجھے یہ
سب بہت پسند ہیں"۔

"زندہ باد...... سلمیٰ نے نعرہ لگایا اور اس کے بعد رحیم الدین مہرالنساء کو ان لوگوں کے
حوالے کر کے باہر نکل گیا، لیکن مہرالنساء کے لئے ایک دلچسپ ماحول پیدا ہو گیا تھا اور اس
ماحول میں وہ اپنے آپ کو کچھ لمحوں کے لئے بھول گئی تھی کہ وہ مہرالنساء نہیں بلکہ کشکا
ہے...... یعنی کشکا کے وجود میں چھپی ہوئی مہرالنساء...... رحیم الدین کا گھر مہرالنساء کو بالکل اپنا
گھر محسوس ہو رہا تھا...... اتنے اچھے لوگ تھے کہ مہرالنساء سوچ رہی تھی کہ دنیا میں ایسے لوگ
بھی ہوا کرتے ہیں...... خوش اخلاق، محبت کرنے والے...... زیادہ وقت نہیں گزرا تھا مگر یوں
لگتا تھا جیسے طویل عرصے سے ان کے ساتھ رہ رہی ہو اور اس کی کیفیت میں خاصی تبدیلی پیدا
ہو گئی تھی، حالانکہ اب تک ایک عجیب و غریب ذہنی عذاب میں مبتلا رہی تھی...... جو کچھ
چھن گیا تھا وہ واپس آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور سوچ رہی تھی کہ دیکھو تقدیر میں
کیا کیا ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں...... بہرحال اس وقت ایک بالکل ہی عجیب صورتحال تھی......
کرم چند جی نے بڑی امیدیں وابستہ کر لی تھیں اور مہرالنساء سوچ رہی تھی کہ کیا وہ ان امیدوں
پر پورا اتر سکے گی...... بہرحال وقت گزرتا رہا...... سلمیٰ تو اس پر نثار ہو رہی تھی...... شام کو

سلمیٰ مہرالنساء کے پاس آگئی اور اسے عاشقانہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تو مہرالنساء نے کہا۔

"کیا بات ہے سلمیٰ؟ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو"۔

"کیا کہوں...... اگر مرد ہوتی نا تو یقین کرو سارے کپڑے پھاڑ لیتی...... اور بس تمہ
لے کر گلیوں اور سڑکوں پر شور مچاتی پھرتی...... اچھا جناب عالی تیار ہو جایئے ذرا کپڑے
تبدیل کر لیجئے...... آپ کا میک اپ میں کروں گی"۔

"کیا؟ مہرالنساء حیرت سے چونک پڑی"۔

"جی ہاں"۔

"نہیں سلمیٰ...... میں تمہاری انتہائی احسان مند ہوں، جس محبت سے میرے
پیش آ رہی ہو، اس کا کوئی صلہ میں تمہیں نہیں دے سکوں گی، لیکن میرا حلیہ نا بدلو"۔

"ارے بابا کپڑے تو بدل لو"۔

"کپڑے"۔

"جی ہاں...... میرے کپڑے آپ کے بالکل ٹھیک آئیں گے...... فی الحال آپ ان
گزارا کیجئے، ہم غریب لوگ ہیں، کپڑے بہت اعلیٰ درجے کے تو نہیں ہیں، لیکن پھر بھی

"ٹھیک ہے...... کپڑے بدلے لیتی ہوں...... لیکن اس سے آگے کچھ نہیں"۔

"بابا ٹھیک ہے...... کیوں خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو...... سلمیٰ نے ہنستے ہ
کہا...... مہرالنساء نے سلمیٰ کا دیا ہوا لباس پہن لیا...... بال وغیرہ درست کر لئے
سلمیٰ کہنے لگی"۔

"اب چلنا ہے آپ کو"۔

"کہاں؟ مہرالنساء چونک کر بولی"۔

"کرم چند چاچا کے یہاں بلایا گیا ہے آپ کو"۔

"ٹھیک ہے" جیسی مرضی...... جانا تو ہے...... کچھ دیر کے بعد رحیم الدین، نبیل
مہرالنساء اور سلمیٰ اور اس کے ساتھ ہی عارفہ چچی...... سب کرم چند کی حویلی میں

ہو گئے...... کرم چند...... ان کی دھرم پتنی اور کچھ اور اجنبی لوگوں نے ہمارا استقبال کیا تھا اور
بڑی اپنائیت سے اندر لے گئے تھے...... کرم چند نے ذرا تفصیلات سے گریز کیا تھا...... زیادہ
لوگوں کو مہرالنساء کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا...... بہرحال مہرالنساء کو ایک خوبصورت
ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا جہاں میزوں پر باہر کے پھل، بسکٹ وغیرہ سجے ہوئے تھے......
اس کے بعد مہرالنساء نے کرن کماری کو دیکھا اور واقعی سوچ میں ڈوب گئی...... ایسے دلکش
چہرے کم ہی نظر آتے ہیں...... مومی رنگ...... گہری دلکش آنکھیں، ستواں ناک، حسین
تراش کے ہونٹ، بال گھٹاؤں کے جیسے امنڈتے ہوئے، لیکن پورا چہرہ تصویر یاس و غم بنا
ہوا...... خاموش آ کر بیٹھ گئی تھی...... کرم چند کی دھرم پتنی نے کہا۔

"یہ کرن ہے ہماری بیٹی" مہرالنساء خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی...... پھر اس نے کہا۔

"کرن جی آیئے ہمارے ساتھ پھل کھایئے" کرن نے خاموشی سے مہرالنساء کے کہنے
پر ایک سیب اٹھا لیا...... مہرالنساء بولی"۔

"کرن جی بہت خاموش رہتی ہیں" کرن چونک کر اسے دیکھنے لگی، لیکن کرم چند کی
دھرم پتنی بولیں"۔

"ہاں یہ کچھ بیمار ہے"۔

"کیا بات ہے؟"۔

"یہ تو بھگوان ہی جانے"۔

"آپ مجھ سے باتیں کریں کرن جی...... میں آپ کی سہیلی ہوں" مہرالنساء نے کہا اور
کرن اسے دیکھنے لگی، پھر آہستہ سے بولی"۔

"آپ کچھ خیال نہ کریں...... بس تھوڑی سی بیمار ہوں اور کوئی بات نہیں ہے......
مہرالنساء نے اس کی خوبصورت آواز کو بھی محسوس کیا تھا...... کرم چند جی فوراً بولے"۔

"بہن جی...... آپ اگر یہاں آتی جاتی رہیں گی تو یہ آپ سے بے تکلف ہو جائے گی"۔

"ہاں...... میں ضرور آؤں گی...... یہ تو میری بہت ہی پیاری سہیلی ہے"۔

"مہر النساء نے کہا اور پھر اس کی نگاہیں سلمیٰ اور نبیل پر پڑ گئیں...... دونوں اسے
رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں شرارت کی بجلیاں کوند رہی تھیں...... پتہ نہیں کیا شرار
ان کے دل میں مچل رہی تھی...... کافی دیر تک مہر النساء وغیرہ کرم چند کے یہاں ر
رہے...... مقصد تو صرف کرن کماری سے تعارف کرانا اور اسے مہر النساء کے سامنے
تھا...... جب سب اٹھے تو کرم چند نے کہا"۔

"آپ کے آنے سے بہن جی گھر میں بہت رونق ہو گئی ہے...... اب آپ یہ بتائیے
کب آئیں گی آپ"۔

"کل...... مہر النساء نے جواب دیا"۔

"وعدہ ہے"۔

"ہاں میں جو کہتی ہوں اسے پورا کرتی ہوں" مہر النساء بولی اور اس کے بعد سب وہاں
سے واپس چل پڑے...... بہر حال رحیم الدین چچا بھی بہت اچھے آدمی تھے...... کہنے لگے۔

"ویسے تو کرم چند بہت نارمل آدمی ہے...... تم نے اس کے یہاں کچھ کھایا پیا نہیں
صرف کچھ پھل لئے"۔

"ہاں...... مجھے اس کے لئے مجبور نہ کریں...... رحیم الدین چچا...... میں جو بھی مناسب
سمجھوں گی وہ کروں گی"۔

"ارے نہیں نہیں...... معافی چاہتا ہوں...... اگر مجھ سے کوئی غلط بات ہو گئی ہو"۔

"ویسے کرن کماری کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی...... پہلے وہ کس طرح کی تھی"۔
مہر النساء نے سوال کیا۔

"پہلے بالکل ایسی نہیں تھی...... اس کی فطرت میں شوخی تو پہلے بھی نہیں تھی، لیکن
اب بہت زیادہ سنجیدہ ہو گئی ہے...... ایک عجیب وغریب کیفیت ہے اس کی...... ہو سکتا ہے
سے بھی بے تکلف نہ ہو، لیکن تم نے کوئی اندازہ لگایا ہے اس کے بارے میں"۔

"ہاں کیوں نہیں...... تھوڑا بہت"۔

"بات اصل میں یہ ہے بیٹی کہ میں بھی اس بچی سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی اپنی
سلمیٰ سے...... اس کے لئے بے حد پریشان رہتا ہوں...... بس یوں سمجھو کہ وہ میرا اہم مذہب
تو نہیں ہے، لیکن میرے لئے بھائیوں جیسا ہی ہے...... بچپن سے ہمارے دلوں میں ایک
دوسرے کے لئے بڑا پیار ہے...... اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے، مگر میں دن رات دعا کرتا
ہوں کہ اللہ اس کی مشکل کا حل دریافت ہو جائے...... رحیم الدین باتیں کرتے رہے......
مہر النساء نے کہا"۔

"رحیم چچا آپ ایک بار پھر مجھے اس تمام تفصیلات کے بارے میں بتائیے"۔

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں...... مجھے ساری تفصیلات بتا دی گئی ہیں، چنانچہ میں بات
بتانے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتا...... اصل میں بس تم یہ سوچو کہ بھیم چند کالے علوم کا
ماہر ہے...... اس نے کہیں سے بچی کو دیکھ لیا اور اس کے پیچھے پڑ گیا، بعد میں وہ کمبخت ہری رام
یا ہریا...... آ گیا اور اس طرح بچی دو شیطانوں کے بیچ میں پھنس گئی"۔

"بہت ہی افسوس کی بات ہے یہ...... اچھا اب آپ یہ بتائیے کہ ہو گا کیا"۔

"بیٹی...... تمہیں اگر اللہ نے علم دیا ہے تو تم اپنی ایک ہم جنس کی مدد کرو...... انسانیت
کے رشتے سے بھی یہ تم پر فرض ہوتا ہے"۔

"دیکھئے رحیم الدین چچا...... میں نہ ولی ہوں نہ درویش...... بلکہ ان کے قدموں کی
خاک بھی نہیں ہوں، بس یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ کی رہنمائی میں ہمت کرتی ہوں اور اللہ مجھے
عزت عطا کر دیتا ہے...... میں کوشش تو کروں گی کرن کے لئے لیکن دعائیں آپ کو کرنا
ہوں گی، کیونکہ بہر حال بزرگوں کی دعاؤں کے بغیر انسان دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتا......
مسئلہ یہ ہے میرے ساتھ کہ بد قسمتی سے میں عورت ذات ہوں...... ہر جگہ آزادی سے
نہیں آ جا سکتی"۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں...... جب بھی ضرورت پیش آئے، نبیل کو اپنے ساتھ
شامل کر لینا...... سلمیٰ کی ضرورت پیش آئے تو سلمیٰ بھی حاضر ہے...... ہم صرف کرن

کماری کی زندگی اور اس کی بہتری چاہتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے..... بہر حال میں انتہائی کوشش کروں گی"۔

"ویسے اسے دیکھ کر کوئی اندازہ لگا سکی ہو تم"۔

"ابھی کچھ نہیں میں ذرا انہیں بھی دیکھ لوں جنہوں نے یہ تمام چکر چلایا ہے..... شر
یہ ہے کہ مجھے ان کے ٹھکانوں پر لے جانا آپ کا کام ہے"۔

"تم وہاں جاؤ گی؟ رحیم الدین چچا تشویش سے بولے"۔

"ضروری ہے..... وہاں جائے بغیر بھلا کیا ہو سکتا ہے"۔

"خطرناک جگہ ہے اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا تمہیں اور خاص طور سے ایک
مسلمان لڑکی کے لئے ویسے تم بہتر سمجھتی ہو" مہر النساء سوچ میں ڈوب گئی اور پھر بولی۔

"اللہ مالک ہے..... میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے..... رحیم
الدین چچا کے جاتے ہی نبیل اور سلمٰی حملہ آور ہو گئے، ان دونوں کے بارے میں مہر النساء کو
اندازہ ہو گیا تھا کہ شرارت میں بے مثال ہیں، دونوں نے سنجیدہ چہرے بنائے ہوئے تھے او
تشویش زدہ نظر آ رہے تھے..... پھر نبیل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا"۔

"خدا آپ کو ہر مشکل سے محفوظ رکھے"۔

"اللہ آپ کو بری گھڑی سے بچائے" سلمٰی بولی۔

"آپ دونوں خیریت سے تو ہیں..... مہر النساء نے مسکرا کر کہا"۔

"ہاں..... لیکن آپ کی خیریت کے لئے ذرا فکر مند ہیں"۔

"کیا میں خیریت سے نہیں ہوں"۔

"بس صرف یہ احساس ہے کہ عمر کا یہ دور بڑا سنگین ہوتا ہے..... اور جوانی دیوانی کہلا
ہے..... عشق ذات نہیں پوچھتا لیکن دوسرے پوچھ لیتے ہیں اور ایسے پوچھتے ہیں کہ بعض
اوقات شجرۂ نسب یاد آ جاتا ہے..... سمجھانا ہمارا کام ہے اور سمجھنا سمجھداروں کا..... وہ لو
ان دونوں شیطانوں کے جال میں گرفتار ہے..... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں کرن کماری ک

آزاد کر دیں اور مہر النساء بہن آ جائیں چکر میں..... اب بتائیے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی..... آپ
کا علاج کس سے کرائیں گے ہم لوگ"۔

مہر النساء کو ہنسی آ گئی..... اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے..... میں بھی تو انسان ہی ہوں"۔

"مطلب..... کیا مطلب"۔

"مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کی توجہ مجھ پر ہو جاتی ہے اور وہ بیچاری کرن کماری کو
چھوڑ دیتے ہیں تو یہ تو اچھی ہی بات ہو گی..... بھلا اس میں بری بات کیا ہے"۔

"گویا آپ..... گویا آپ ان شیطانوں سے دوستی کے لئے تیار ہیں"۔

"دوستی کے لئے نہیں دشمنی کے لئے"۔

"مطلب"۔

"دشمن کو دوست بن کر مارنا زیادہ آسان رہتا ہے"۔

"ارے باپ رے..... اس کا مطلب ہے..... آپ کی دشمنی تو بڑی خطرناک ثابت
ہو گی"۔

"خیر..... بہر حال..... کرن کماری کے لئے، کچھ نہ کچھ کرنا تو بہت ضروری ہے"۔

سلمٰی ایک دم اداس ہو گئی کہنے لگی۔

"آپ یقین کریں وہ میری بہترین سہیلی تھی، لیکن اب وہ کسی سے سروکار نہیں
رکھتی..... بالکل خاموش زندگی گزار رہی ہے"۔

"اس کی کوئی اور وجہ تو تمہارے علم میں نہیں ہے سلمٰی"۔

"تفصیل سے بتاؤں گی اور ایمانداری سے" ویسے آپ یقین کریں وہ بہت اچھی لڑکی
ہے..... ویسے ایک بات کہوں آپ سے..... یہ آپ کے خیال میں کیا کرن کماری کالے جادو
ہی کے زیر اثر ہے یا کوئی پیلا..... نیلا..... سفید جادو بھی اس پر اثر انداز ہو گیا ہے۔

"نبیل نے پوچھا"۔

"مطلب"۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی عشق و محبت کا کھیل...... معاف کیجئے گا مہرالنساء میں
بے تکلف آدمی ہوں...... بہر حال خیر...... سلمیٰ کہنے لگی"۔

"میرا خیال ہے ابو آرہے ہیں...... میں باہر جارہی ہوں" نبیل بھی کان دبا کر باہر نکل
گیا، آنے والے رحیم چچا اکیلے نہیں تھے، بلکہ کرم چند جی بھی ان کے ساتھ تھے اور قریب
آکر انہوں نے کہا"۔

"معاف کیجئے گا...... بے چینیاں اتنی اونچی ہو گئی ہیں کہ اب ایک منٹ کے لئے چین
نہیں آتا...... ویسے آپ نے کرن کو دیکھا"۔

"ہاں...... کیوں نہیں"۔

"کیا میری مشکل حل ہو جائے گی"۔

"آپ کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے...... میں بھی اللہ کی ذات سے پرامید ہوں"
مہرالنساء نے کہا۔

"بھگوان کرے آپ کو کامیابی حاصل ہو"۔

"ویسے اس علاقے کے بارے میں بتائیے جہاں وہ دونوں شیطان گھ جوڑ کر بیٹھے ہیں"۔

"ہاں...... میں آپ کو بتاتا ہوں...... اور پھر وہ دونوں ہی مہرالنساء کو اس علاقے کے
بارے میں تفصیلات بتاتے رہے پھر کرم چند نے کہا"۔

"کل آپ ہمارے گھر آئیں گی دیوی جی"۔

"کل تو نہیں آؤں گی...... بس یوں سمجھ لیجئے جیسے ہی ضرورت پیش آئی آپ کے پاس
پہنچ جاؤں گی...... مہرالنساء نے جواب دیا اور کرم چند خاموش ہو گیا...... کافی دیر تک وہ
بیٹھے رہے تھے اور پھر اس کے بعد کرم چند اٹھ گیا...... کہنے لگا"۔

"میں چلتا ہوں...... اب تو من ہر وقت آپ ہی میں لگا رہتا ہے"۔

دوسرے دن صبح کا ناشتہ ہوا...... نبیل کسی کام سے شہر چلا گیا تھا...... رحیم چچا دو

ے کھانے تک موجود تھے...... کھانے کے بعد وہ بھی کسی کام سے چلے گئے اور کہہ کر گئے کہ
رات کو واپس آئیں گے...... مہرالنساء اس وقت تنہا رہ گئی تھی...... اس نے رحیم چچا کے جانے
کے بعد سلمیٰ سے کہا"۔

"سلمیٰ میں بھی ذرا باہر جاؤں گی"۔

"کیا" سلمیٰ چونک پڑی۔

"ہاں کیوں؟"۔

"نہیں...... نہیں تم اکیلی جاؤ گی"۔

"تم نجانے کیا سوچ رہے ہو میرے بارے میں...... ارے بابا...... میں تمہارے والدین
کے سائے میں نہیں ہوں، بلکہ میرے سر پر آسمان کے سوا اور کسی چیز کا سایہ نہیں ہے"۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر باہر چلچلاتی دھوپ پڑ رہی ہے"۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

"رنگ میلا ہو جائے گا...... سلمیٰ بولی اور مہرالنساء ہنس پڑی، کہنے لگی"۔

"بس مجھے اپنے رنگ کے کالے پیلے ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہے...... میں چلتی ہوں
مہرالنساء نے اپنے لباس پر ایک چادر اوڑھی، چہرہ اس چادر میں ایسے ڈھک لیا کہ کسی کو اندازہ
نہ ہوسکے کہ وہ کون ہے اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئی، اب وہ اس بستی کا جائزہ لے رہی
تھی...... اس علاقے کے بارے میں اس نے مکمل معلومات حاصل کرلی تھیں، اس میں کوئی
شک نہیں کہ عمادالدین نے اسے بیٹیوں کی طرح پالا تھا اور ایسی بیٹیوں کی طرح جنہیں سات
پردوں میں رکھا جاتا ہے...... نیک اور دین دار آدمی تھے بڑی احتیاط رکھتے تھے لیکن تقدیر جن
راستوں پر چلا دیتی ہے ان راستوں سے گریز آسان نہیں ہوتا...... اور اب مصائب کی دھوپ
سر پر پھیلی ہوئی تھی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت باہر اس قدر گرمی تھی کہ گلیاں
اور بازار ویران پڑے ہوئے تھے، تانگے والے گھنے درختوں کی چھاؤں میں گھوڑے کھول کر
خالی تانگوں میں سو گئے تھے...... بڑی ہمت پیدا ہو گئی تھی مہرالنساء کے اندر، راستوں کے

بارے میں وہ معلومات حاصل کر چکی تھی، چنانچہ وہ چلتی رہی اور پھر بستی سے باہر میں نکل آئی، پن چکی کی مخصوص آواز پیچھے رہ گئی تھی اور اب ریت کے بھگولے نظر تھے جو گرم ہوا کے بھنور میں چکرا کر اس طرح گزر جاتے جیسے ان کے اندر انسان چھپے ہوں...... کھیت کٹے ہوئے پڑے تھے...... تاحد نگاہ کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا...... تو فاصلے پر ایک شمشان گھاٹ نظر آیا جس کے انتہائی سرے پر زمانہ قدیم کے کھنڈرات بکھ ہوئے تھے، اسی علاقے کی نشاندہی کی گئی تھی مگر ابھی فاصلہ بہت زیادہ تھا...... درمیان جگہ جگہ درخت بکھرے ہوئے تھے جن پر لومڑیاں آرام کرتی ہوئی نظر آجاتیں، مگر سی آہٹ پر اچھل کر دوڑ پڑتی تھیں...... جگہ جگہ جلی ہوئی لکڑیوں کے ڈھیر اور انسانی آجاتی تھیں وہ چلتی رہی، کافی آگے ایک درخت کی چھاؤں میں اس نے ایک رنگین متحرک دیکھا، کوئی انسان تھا اتنا فاصلہ طے کرنے پر بھی کوئی انسان نظر نہیں آیا تھا، چنا تیزی سے آگے چل پڑی اور اس کے قریب پہنچ گئی...... پھر اسے رونے کی آوازیں دیں...... یہ آوازیں نسوانی تھیں...... وہ حیران ہو کر آگے بڑھی اور پھر اس نے لہنگے او میں ملبوس ایک دیہاتی لڑکی کو دیکھا...... لہنگا انتہائی خوبصورت تھا...... لڑکی اسے دیکھ خوفزدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے اپنی بغل میں ایک پوٹلی دبائی ہوئی تھی اور وہ سہمی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، بے حد حسین لڑکی تھی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ ہوگی...... حسین ترین نقوش دھوپ سے تمتما رہے تھے...... کھلے ہوئے بدن کے حصے میں ڈوب گئے تھے...... رونے کی آواز اس کی تھی اس کی کاجل بھری آنکھوں سے آنسو رہے تھے اور اس کے چمکدار سفید رخساروں پر کچھ لکیریں بن گئی تھیں...... وہ حیران کھڑی ہو گئی پھر اس نے کہا‘‘۔

"تم کیا کر رہی ہو یہاں؟"۔

"راستہ بھول گئے ہیں باجی...... ہمارا مرد ہمیں لے کر جا رہا تھا راستے میں ڈکیت ہیں...... ہمارے مرد کو اٹھا کر لے گئے اور ہم رہ گئے، ہم تو راستہ بھی نہیں جانتے...... مہ

کا دل ایک دم نرم ہو گیا اس نے کہا‘‘۔

"مگر ڈاکو تمہارے مرد کو کیوں اٹھا کر لے گئے"۔

"ہمیں کیا معلوم...... ہمیں تو ڈر لگ رہا ہے، دیکھو اس پوٹلی میں کتنے سارے گہنے ہیں...... باجی یہ گہنے ہم سے لے لو ہمیں ہمارے گھر پہنچا دو اس نے کہا اور سینے سے لپٹی ہوئی پوٹلی پھینک دی...... پوٹلی کھل گئی اس میں سے بہت سے سونے اور چاندی کے زیورات گر کر جگمگانے لگے...... مہر النساء نے ایک نگاہ انہیں دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھنے لگی...... اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ لڑکی کی روتی ہوئی آنکھیں ہنس رہی ہیں...... اس کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی پھر وہ بولی"۔

"کون ہو تم باجی...... کہیں سے آرہی ہو؟" مہر النساء اس کے بدلتے ہوئے انداز پر چونک پڑی تھی...... لڑکی کہنے لگی۔

"باجی آؤ ہمارے ساتھ چلو تھوڑی ہی دور ہمارا گھر ہے...... یہ گہنے تم اٹھا لو اور ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلو...... مہر النساء کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگی تھی...... لڑکی کی آواز میں ایک تمتماہٹ پیدا ہو گئی تھی، اچانک ہی مہر النساء کو کچھ خیال آیا اور اس نے چونک کر ایک بار پھر لڑکی کا چہرہ دیکھا...... وہ بہ دستور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی...... مہر النساء کی نگاہیں پھیلتی ہوئی اس کے بدن سے پیروں تک گئیں اور دوسرے لمحے اس کے پورے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... لڑکی کے پاؤں پیچھے کی جانب مڑے ہوئے تھے...... مہر النساء کے ذہن میں ایک ہی خیال ابھرا...... چڑیل...... عام حالات میں کوئی بھی شخص خوف سے دیوانہ ہو سکتا تھا اور دہشت سے اس کی حالت خراب ہو سکتی تھی، یہی ان بدروحوں کا کردار ہوتا ہے...... خوف کھا جانے والی ہستی پھر زندگی نہیں پا سکتی، لیکن مہر النساء چونکہ ایک عالم کی بیٹی تھی اور بچپن ہی سے اسے علوم سکھائے گئے تھے اور بتایا گیا تھا کہ بلاؤں سے کیسے بچا جا سکتا ہے، اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر درود شریف پڑھا اور پڑھ کر لڑکی کی طرف پھونک ماردی، ابھی ایک ہی بار "درود شریف" پڑھ کر اس نے ادھر پھونکا تھا، لڑکی

کے حلق سے اچانک ایک دل دوز چیخ نکلی اس کا سانس تیز تیز چلنے لگا تھا...... مہرالنساء
ہونٹ دوبارہ ''درود پاک'' کا ورد کرنے لگے تھے...... لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے
لگی پھر بولی۔

''یہ کیا کررہی ہو باجی''۔

مہرالنساء نے دوسری بار ''درود شریف'' پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور اچانک ہی
کا حسین چہرہ تاریک پڑنے لگا...... پھر اس کی ایک آنکھ میں گڑھا نمودار ہوگیا...... ہونٹ
گئے...... رنگ کوئلے کی طرح سیاہ ہوگیا...... اس نے دوسری زوردار چیخ ماری اور بولی''۔

''ارے ماں رے ماں...... ارے او حرام جادی...... ارے تیرا ستیاناس...... تیرا
غرق رے...... کیوں مارے ہے ہمیں...... وہ دوہری ہوکر بل کھانے لگی اور اسی وقت در
کی ایک شاخ پر دو پاؤں نظر آئے، دوسرے لمحے کوئی درخت سے نیچے کود گیا...... یہ ا
کالے رنگ کا توانا آدمی تھا لیکن اس کا سارا بدن موجود تھا...... بس شانوں کے پاس تک
انسان تھا اور اس سے اوپر کچھ نہیں تھا اچانک ہی مردانہ آواز ابھری''۔

''بھاگ ری کمین مرجائے گی...... ارے بھاگ اور عورت یا لڑکی چیخ کر واپس بھا
پڑی، لیکن کٹے ہوئے سروالا مرد مہرالنساء کے سامنے رک گیا''۔

''او حرام جادی...... اور حرام جادی...... ابھی ہم تجھے بتاتے ہیں...... چڑیل جو مسلسل
بل کھا رہی تھی رک گئی اور پھر بولی''۔

''کسے پکار رہا ہے رے رام دیو...... ارے ہماری ذرا کھوپڑی تو دے...... ابھی بتاتی
اسے...... عورت جو بھاگنے کے لئے تیار ہوگئی تھی رک گئی، پھر اس نے ایک درخت کے
سے یا جڑ سے ایک اور جھولی اٹھائی اور اس میں سے کچھ نکالنے لگی...... یہ ایک انسانی سر تھا
کالا چہرہ...... موٹے موٹے نقوش...... آنکھیں گہری گہری سرخ سر گھٹا ہوا...... درمیان
چوہے کی دم جیسی اٹھی ہوئی چوٹی...... لڑکی نے انسانی سر اس کے قریب پہنچادیا، جسے اس
دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور شانوں پر رکھنے لگا، مگر اس نے سر الٹا رکھ لیا تھا اس کا سینہ سامنے

تھا اور چہرہ دوسری طرف پھر وہ بولا''۔

''کون ہے ری تو...... ذرا سامنے تو آ'' اور پھر وہ پلٹ کر مہرالنساء کی طرف دیکھنے لگا،
اب اس کی کمر اور چہرہ سامنے تھا اور سینہ دوسری طرف پھر بولا''۔

''ہت تیرا ستیاناس...... ارے کھوپڑی بھی الٹی تان لی ہے ہم نے...... ادھر نہیں ادھر وہ
بولا اور خود ہی گھوم گیا، لیکن اب اس کا چہرہ دوسری طرف ہوگیا...... پھر اس نے دونوں ہاتھ
دوبارہ سر پر رکھے اور پلٹ کر چہرے کو گھمایا...... ایک بار پھر اس کی سرخ آنکھیں مہرالنساء کو
دیکھ رہی تھیں...... یہ تمام مناظر ایسے تھے کہ کوئی عام شخص ہوتا تو دل کی حرکت ہی رک جاتی
اس کی، لیکن مہرالنساء اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹ گدگدا
رہے تھے، اب ایسے خوفناک مناظر اس کے لئے غیر اہم ہوگئے تھے اور ''درود پاک'' کے ورد
نے اس کے اندر ایک انوکھی قوت بیدار کردی تھی جسے وہ خود بھی کوئی نام نہیں دے سکتی تھی،
کٹے ہوئے سر والا اسے گھورتا رہا...... پھر اس کی پھٹی پھٹی آواز ابھری''۔

''کاہے بیچاری بچی کو ستا رہی تھی ری تو...... ہمیں نہیں جانتی ہے کیا؟''۔

''جانتی ہوں تجھے اور بتاتی ہوں...... مہرالنساء نے کہا اور ایک بار پھر درود پاک پڑھنے
لگی...... اچانک ہی وہ گھبرا کر عورت کا ہاتھ پکڑ کر بولا''۔

''بھاگ ری بھاگ...... ہم ٹھیک کہہ رہے تھے...... عورت خطرناک ہے...... عورت کا
چہرہ بے حد بھیانک ہوگیا تھا...... اس کی ایک آنکھ کی جگہ گڑھا نمودار تھا...... دانت باہر نکل
آئے تھے...... بدن کے کھلے ہوئے حصوں میں سے ہڈیاں جھانک رہی تھیں، مگر لباس ویسا کا
ویسا ہی تھا، پھر دونوں پلٹ کر بھاگے...... مرد الٹا ہی بھاگ رہا تھا اور عورت اس کا ہاتھ پکڑے
ہوئے تھی...... مہرالنساء سکون سے ان دونوں کو دیکھتی رہی، چند ہی قدم دوڑنے کے بعد
دونوں ہوا میں تحلیل ہوگئے اور مہرالنساء نے ''درود پاک'' کی پھونک اپنے سینے پر ماری، لیکن
پھر اچانک ہی اسے اپنے بے خوفی کا احساس ہوا، اس قدر خوفناک صورت حال کے باوجود اس
کے اندر خوف کا احساس نہیں جاگا تھا بلکہ اس نے یہ سب کچھ بہت ہی معمولی سمجھ کر کرڈالا

تھا، وہ الفاظ اس کی روح میں مسرت اتار رہے تھے، اس کے اندر اعتماد پیدا کر رہے تھے
بے شک ارجن شاستری نے اسے اپنے راستے پر لگانے کی کوشش کی تھی لیکن عماد الدین
بچپن سے جو روح اس کے وجود میں پھونکی تھی اب اس کی پختگی میں اضافہ ہوتا جا رہا
بے شک باپ سے جدا ہو گئی تھی...... لیکن اب اسے بہت اعتماد ہو گیا تھا...... اپنے آپ پر
اور موجودہ حالات پر بھی اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ کرم چند کے مسئلے میں وہ ضرور کا
حاصل کرے گی...... بڑی خوبصورت باتیں تھیں یہ...... بڑا حسین تصور تھا اور وہ اس
سے سرشار ہوتی جا رہی تھی، حالانکہ ایک لڑکی کا یہ منصب نہیں ہوتا، لیکن ایک اور بات
اس کے ذہن میں بار بار جنم لیتی تھی...... مہرالنساء عماد الدین کی بیٹی تھی اور کشکا ا
شاستری کی بیٹی...... یہ جسم کشکا کا تھا اور روح مہرالنساء کی...... جتنی بھی صعوبتیں بردا
کرے...... جتنے بھی دکھ اٹھائے...... کشکا ہی اٹھائے گی...... بے شک اس بدن میں میری
ہے، لیکن دیکھنے والے اگر مجھے اس عالم میں دیکھیں گے تو کشکا ہی سمجھیں گے اور کہیں
چاہے وہ مجھے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں...... یہ تصور مہرالنساء کا تھا اور وہ سوچتی تھی کہ
اس کے بدن کو کوئی نقصان بھی پہنچا تو وہ بدن عماد الدین کی آبرو نہ ہو گا بلکہ اس پر پڑنے
ہر ضرب ارجن شاستری کے دل پر پڑے گی...... وہ دونوں جو یقینی طور پر بدروحیں تھ
غائب ہو گئے تھے...... "درود شریف" کے ورد نے انہیں دفع کر دیا تھا، چنانچہ مہرالنساء آ
بڑھ گئی...... چلچلاتی دھوپ مسلسل حشر سامانیہ برپا کر رہی تھی اور اس کا شدید احساس ہو
تھا، کبھی کبھی چیلوں کی آواز آ جاتی تھی اور ماحول میں ایک اور بھیانک کیفیت پیدا ہو
تھی...... دور سے وہ کھنڈرات نظر آ رہے تھے جن کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہی بھیم
بھیما اور ہریا کے طلسمی ٹھکانے ہیں...... سفلی علوم کے یہ ماہر یہاں اپنا ہر کام کرتے
چنانچہ وہ آگے بڑھتی رہی...... بہت فاصلے پر برگد کے درختوں کا ایک طویل سلسلہ نظر
تھا...... دور سے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدروحیں آپس میں سر جوڑے کھڑی
ہوں...... انہی درختوں کے دامن میں بھیم چند نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا تھا...... یہاں ہو کا

طاری تھا...... اول تو یہ علاقہ ہی ویرانے کا ایک ایسا حصہ تھا جو بے مصرف تھا اور ادھر سے
انسانوں کا گزر نہیں ہوتا تھا...... دوسری چیز اس وقت کی تیز دھوپ اور شدید گرمی تھی جس
نے اس ماحول کو آگ بنا رکھا تھا اور آگ کے اس سمندر میں جھلسنے کے لئے کون گھر سے باہر
نکلتا...... برگد کے درختوں کے نیچے البتہ بڑی گھنی چھاؤں تھی...... مہرالنساء وہاں پہنچی تو اس
نے وہاں چند برتن رکھے ہوئے دیکھے...... کالے رنگ کے دو برتن تھے...... کچھ کپڑے بھی
پڑے ہوئے تھے اور ایسی نجانے کیا کیا چیزیں جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں...... مہرالنساء ابھی
ان چیزوں کے سامنے پہنچی ہی تھی کہ درختوں کے عقب سے لمبے چوڑے جسم والا ایک
سادھو نما شخص باہر نکل آیا...... شکل و صورت عام سادھوؤں سے مختلف نہیں تھی، بکھرے
ہوئے مٹی میں اٹے ہوئے بال...... بڑھی ہوئی داڑھی...... اس کے بدن پر ریچھ کی طرح
لمبے لمبے سیاہ بال تھے...... لباس بہت مختصر پہنا ہوا تھا...... برگد کے چوڑے درخت کے تنے
کے پیچھے سے باہر نکل آیا اور حیرانی سے مہرالنساء کو دیکھنے لگا...... مہرالنساء بھی اس کا چہرہ دیکھ
رہی تھی...... اس کی آنکھیں بہت سفید تھیں اور پتلیاں بہت چھوٹی چھوٹی...... ایک عجیب سی
کیفیت ان آنکھوں میں پائی جاتی تھی...... اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور شوق کے آثار تھے"۔

"ارے واہ ری کون ہے تو...... لونا چماری یا کالکی دیوی...... کون ہے ری...... بڑی سندر
ہے...... سوگند سات شیطانوں کی تو تو بڑی ہی سندر ہے...... بھینٹ چڑھانے آئی ہے کیا؟"
ارے اسے کہتے ہیں کالکا دیوی جب دینے پر آتی ہے تو ایسے ہی دے دیتی ہے...... واہ ری
واہ...... ارے بتا تو دے اپنے بارے میں...... کون ہے تو؟" کدھر سے آئی ہے؟" ہم تو تیرے
لئے سنسار کو الٹ کر رکھ دیں گے...... بتا ذرا اپنے بارے میں...... جلدی سے بتا؟"۔

"تیرا نام بھیما ہے"۔

"بھیم چند...... جی مہاراج...... جانتی ہو نا ہمیں"۔

"بھیما...... میں تجھ سے کرم چند کی بیٹی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں"۔

"ایں...... تو اس کے بارے میں کیا بات کرے گی...... ارے تو اپنے بارے میں بات

کر...... بھیم چند جی مہاراج تجھے وہ دے سکتے ہیں جو تیرے من میں ہو...... پتی سے جھگڑ
ہے...... ساس سسر کے لئے کچھ کرانا چاہتی ہے...... کچھ کرانا چاہتی ہے...... ایسا غائب ک
گے انہیں...... سوگند سات شیطانوں کی کہ نام و نشان مٹ جائے گا ان کا" ساس کو تو
دروازے پر باندھ سکتی ہے تو...... اگر بھیم چند جی مہاراج چاہیں...... سسر پریشان کرتا ہے
تو سسرے کو بکرا بنا دیں گے...... بکرا...... تو کہہ کر دیکھ، مگر اس کا کیا قصہ ہے جس کا تو نام
رہی ہے...... کرم چند نے بھیجا ہے تجھے ہمارے پاس...... کچھ سودا کرنا چاہتا ہے ہم سے
ارے واہ رے کرم چند رے جواب میں لونڈیا بھیجی تو اتنی بڑھیا بھیجی (یعنی خوبصورت
بھول جائیں گے اس کی سسری بٹیا کو...... چل بھائی ٹھیک ہے بھول جائیں گے"۔

"بکواس کئے جا رہا ہے کتے میرے بارے میں معلوم کرنا ہے تو اپنے علم سے معلوم کر

"ایں...... کتا کہا تو نے ہمیں"۔

"یہ کتے کی توہین ہے...... مہر النساء بولی"۔

"سوچ لے...... سوچ لے...... بھیم چند مہاراج سنسار کے مہان ترین انسان ہیں
ناراض ہو گئے تو تیرا کیا بنے گا سندری...... ناک چھ انچ لمبی ہو جائے گی...... ہونٹ لٹک جائیں
گے...... آنکھیں بھینگی ہو جائیں گی...... سر کے بال سفید ہو جائیں گے...... کمر جھک
جائے...... پھر کیا ہو گا تیرا...... کیا بھیم چند مہاراج ایسا نہیں کر سکتے؟"۔

"ہاں یہی تو میں جاننا چاہتی ہوں بھیم چند کہ تو کیا کر سکتا ہے"۔

"ارے واہ ری واہ...... آج تک مردوں سے مرد لڑتے آئے ہیں...... پہلوانی
میدان میں بھی...... علم کے میدان میں بھی...... ہر میدان میں...... آج یہ پہلی لڑکی آئی
جو للکار رہی ہے تو بھیم چند کو...... چل ٹھیک ہے اب تو یہ بتا کہ تو آئی کیسے ہے؟ کرم چند
تیرا کیا تعلق ہے؟"۔

"تجھے معلوم ہے بے وقوف آدمی کہ تجھے تیرا علم یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ کرم چند
میرا کیا تعلق ہے؟" تو کرم چند کی بیٹی کے چکر سے نکل جا...... مہر النساء کے ان الفاظ پر

چند ہنس پڑا...... بڑا مکروہ قہقہہ تھا اس کا اس کے بعد وہ بولا"۔

"تو نے اسے دیکھا تو ہو گا؟"۔

"کسے؟"۔

"اسی کی بات کر رہا ہوں جس کا نام کرن کماری ہے...... پر ایک بات میں بتاؤں کہ تجھ
سے زیادہ سندر ہے وہ...... اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرا اپنا روپ الگ ہے پر تو نے صبح کے
سورج کی پہلی کرن کو دیکھا ہے اگر نہیں دیکھا تو کل دن کی روشنی میں دیکھنا...... ہمارے اسی
جھونپڑے کے باہر...... کیسی پویتر...... کیسی معصوم اور کیسی سندر ہوتی ہے...... بس ایسی ہی
کرن کماری ہے...... ہمارا دل نہ آ جاتا اس پر تو کیا کرتا؟" کیوں صحیح کہہ رہے ہیں نا ہم۔

"وہ تیرے باپ کی ملکیت تو نہیں ہے بھیما...... تو نے ایک شریف آدمی کو کس لئے اور
کیوں پریشان کر رکھا ہے؟"۔

"کون شریف آدمی کرم چند...... ارے چھوڑ ری چھوڑا نہیں کہہ میرے پاس سوداگر
بن کر آیا تھا حرام کا جنا، تو چھوڑ اپنی بات کر، تو بھی کوئی سودا کرنے آئی ہے کیا؟"۔

"میں تجھ سے کیا سودا کروں گی...... میں تو تجھے بس یہ بتانے آئی ہوں بھیم چند کہ اپنا
یہ کاٹھ کباڑ یہاں سے اٹھا اور یہاں سے بھاگ جا...... اس جادو نگری کو خود اپنے ہاتھوں سے تو
ختم کر دے ورنہ نقصان اٹھا جائے گا"۔

بھیما کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے...... کچھ دیر وہ دیکھتا رہا اور پھر ہنس کر بولا۔

"سسری لڑکی نہ ہوتی تو ان الفاظ کے بعد تیری زبان تیرے منہ میں نہ ہوتی......
پر...... ہم چاہتے ہیں کہ تیرا سب کچھ تیرے پاس ہی رہے کیا سمجھی؟" دو منٹ ہمارے ساتھ
اپنا بھی دل بہلا ہمارا بھی دل بہلا...... جو من میں آئے مانگ لے...... دے دیں گے تجھے
کیا سمجھی" چلی جانا اس کے بعد اور مت پڑنا کرم چند کے پھیر میں...... جا اندر جا...... جا کر نہا
دھو لے...... ہم تیرے لئے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتے ہیں"۔

"دیکھ بھیما جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس کے نتیجے میں تیرے ساتھ تو بہت برا سلوک ہونا

چاہئے، مگر میں چاہتی ہوں کہ تجھے سمجھاؤں"۔

"ارے کمال کی عورت ہے ری بھیما کے سامنے آکر بڑے بڑوں کا کلیجہ کانپنے لگتا ہے عورت ہے کون سا گیان لے کر آئی ہے ہمارے پاس...... چل اس کے بارے میں بتادے"۔

"تو اس کے بعد تو کیا کرے گا؟"۔

"اس کے بعد جو کریں گے وہ تیرے حق میں اچھا نہیں ہوگا"۔

"میرے حق میں کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے یہ تو کیا جانے بھیما [illegible] چل نکل جا یہاں سے...... اٹھا اپنا ساز و سامان"۔

"ارے کمال ہے بھیا ہمارے گھر میں آکر ہم سے ہمارا گھر خالی کرا رہی ہے"۔

"تو تو میری بات نہیں مانے گا"۔

"چل کہہ دیا کہ نہیں مانیں گے اب بول"۔

"ٹھیک...... صحیح ہے...... پھر کام شروع کرتے ہیں"۔

"ہاں یہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں آجا اندر آجا...... دیکھ لینا بھیم چند مردوں کا مرد نکلے تو بات ہی کیا...... بھیم چند شیطانی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھتا رہا...... مہر النساء کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی"۔

"اچھا ٹھیک ہے بھیم چند تین دن دے رہی ہوں تجھے...... صرف تین دن...... تین دن اور تین راتیں اور اگر چوتھے دن کی صبح تو یہاں نظر آیا تو پھر اسی شمشان گھاٹ میں لوگ تیری راکھ تلاش کرتے پھریں گے"۔

"ارے بس...... بھاگی میدان چھوڑ کر...... ابھی غصہ نہیں آیا ہے ہمیں...... ابھی ہمیں اپنا کام کرنا ہے...... چل آجا...... آجا مان لے ہماری بات وہ بولا اور مہر النساء کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے"۔

"تو...... تو انسان نہیں بنے گا...... جواب میں وہ ہنس پڑا پھر بولا"۔

"اچھے انسان بنیں گے ہم تو کہ جیون بھر تجھے یاد رہیں گے...... جانے کا نام نہیں

لے گی تو یہاں سے...... پر تو ہے کیا بلا یہ سمجھ نہیں آیا ہمیں" خیر ساری باتیں بعد میں سمجھ لیں گے...... اب دوپہر کا وقت ہے تو نے یہاں آکر خام خواہ ہمیں پریشان کر دیا، یا تو اندر آجا، یا پھر باہر بھاگ جا، جا دفع ہو جا"۔

"جو وقت میں نے تجھے دیا ہے اس میں یہاں سے نکل جانا...... میں جا رہی ہوں...... مہر النساء نے کہا اور واپس مڑی، لیکن ابھی اس نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ اچانک اسے گہرا گڑھا نظر آیا [illegible] یہ گڑھا پہلے یہاں موجود نہیں تھا...... ابھی تو اس راستے سے گزر کر یہاں آئی تھی [illegible] نگاہیں دوڑائیں...... گڑھے کی چوڑھائی کوئی آٹھ فٹ کے قریب تھی لیکن یہ گڑھا یہاں کہاں سے نمودار ہو گیا...... اسے حیرت ہوئی لیکن پھر اس نے "بسم اللہ" کہا اور ایک لمبی چھلانگ لگادی...... کوئی چند ہی قدم آگے بڑھی ہوگی کہ پھر ویسا ہی ایک گڑھا نظر آیا اور وہ حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی...... یہ گڑھا پہلے گڑھے سے بھی تقریباً چار فٹ زیادہ چوڑا تھا [illegible] لمبی چھلانگ تو مہر النساء نے لگا ڈالی تھی، لیکن اب اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ تو کافی چوڑا گڑھا ہے...... ایک بار پھر اس نے سوچا کہ "بسم اللہ" کہہ کر اس گڑھے کو بھی چھلانگ لگا کر عبور کر جائے لیکن ایک عورت ہونے کی حیثیت سے یہ سب بڑا عجیب محسوس ہو رہا تھا...... اچانک ہی اس کے دل میں ایک تصور ابھرا...... یہ کالی طاقت کی قوتیں ہیں اور اگر ان کے مقابلے میں پھر اسی انداز میں آیا جائے تو کامیابی یقینی ہو جائے گی...... اس نے "بسم اللہ" کہہ کر "درود شریف" پڑھا اور آنکھیں بند کر کے آگے قدم بڑھا دیئے...... خلاء پر چلنے کا انداز بڑا عجیب تھا...... وہ اس گڑھے کے اوپر چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی...... اندازے سے تقریباً کافی آگے بڑھ گئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ گڑھا عبور کر چکی تھی...... اس نے پیچھے مڑ کر اس گڑھے کو دیکھا لیکن گڑھا پیچھے نہیں آگے تھا اور پہلے سے بھی زیادہ چوڑا تھا، اب اسے اندازہ ہو گیا کہ بھیم چند اپنی حرکتیں کر رہا ہے...... یہ گڑھے اس کا راستہ روکنے کے لئے تھے لیکن اب اسے اعتماد ہو گیا تھا، چنانچہ وہ آگے بڑھتی رہی اور گڑھا عبور کرتی رہی...... تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ سے کافی آگے نکل آئی، پھر

اسے کوئی گڑھا نظر نہیں آیا...... البتہ اب وہ ان کھنڈرات کے قریب تھی جو دھوپ میں
کر سیاہ ہو چکے تھے...... غالباً شبنم کی نمی اور دھوپ کی تیزی نے انہیں یہ رنگ بخشا تھا اس
چاہا کہ ان کھنڈرات میں داخل ہو کر تھوڑی دیر سکون کی سانس لے...... ڈر اور خوف
تصور اس کے ذہن سے نکل چکا تھا...... وہ ایک ٹوٹے کھنڈروں میں داخل ہو گئی، لیکن
سے یہ کھنڈر بہت شاندار تھا وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگے بڑھی اور ایک ٹوٹے ستون
پاس کھڑی ہو گئی...... موسم کی ٹھنڈک بڑی خوشگوار محسوس ہو رہی تھی، اچانک ہی اسے
سرسراہٹوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر جو چیز اس کے سامنے آئی وہ بڑی عجیب و غریب
تھی...... وہ انسان نما جانور تھا یا جانور نما انسان...... سر پر سینگ اگے ہوئے تھے...... زبان
آدھا فٹ باہر نکلی ہوئی تھی...... ہونٹ سرخ تھے جیسے خون پی کر آیا ہو...... اس کے بدن
مچھلیاں تڑپ رہی تھیں...... بڑا تندرست و توانا تھا...... حلیہ بہت ہی عجیب چند لمحوں کے
وہ آگے بڑھا...... ہاتھ اوپر کیا...... سر سے سینگ اتار کر ایک طرف پھینک دیئے......
ایک مکروہ صورت آدمی اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہریا ہے ہمارا نام...... ہری ہری کیسی ہے تو...... کیسے آ گئی یہاں...... بڑی عجیب
کیفیت تھی...... مہر النساء سمجھ گئی کہ یہ وہ دوسرا آدمی ہے جس کے بارے میں کرم چند جی
بتایا تھا...... ہریا ہنستا ہوا دو قدم پیچھے ہٹا اور بولا"۔

"کون ہے ری تو اور یہاں کیا کر رہی ہے؟" چل چھوڑ ان باتوں کو...... مہمان
ہماری...... آ بیٹھ تیری کچھ خاطر مدارت کریں۔

"تو ہریا ہے نا"۔

"ہاں مگر تو کون ہے؟"۔

"ابھی تک تو میں تیری دشمن نہیں ہوں...... اگر تو میری بات مان لے تو"۔

"لے آئی تو بات منوانے کے لئے ارے کالا علم وہ کرتا ہے جو سامنے ہے نا
اس کتیا کے پلے کا بھیم چند...... ہم کالا پیلا علم نہیں کرتے...... ارے ہم تو بس پریم

ہیں...... پریم کے مارے یہاں پڑے ہوئے ہیں ویسے ایک بات کہیں...... سندر تو بھی
ہے...... آ جا سندر مہمان کو کون مہمان بنانا پسند نہیں کرے گا...... چل آ جا"۔

"ہوں ہریا...... میں تیرے پاس ایک کام سے آئی ہوں...... ایسا کر"۔

"ہاں...... ہاں...... ہاں...... جو کام کہے گی مان لیں گے...... آ جا اندر تو آ...... وہ واپسی
کے لئے مڑ گیا...... مہر النساء نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر اس کے ساتھ اندر داخل
ہو گئی...... اندر ایک جگہ بالکل درست حالت میں تھی...... کچھ پتھر وہاں پڑے ہوئے
تھے...... جگہ بڑی ٹھنڈی تھی...... باہر کی چلچلاتی دھوپ میں یہ حصہ بالکل ایئر کنڈیشنڈ محسوس
ہو رہا تھا...... ہریا نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا"۔

"بیٹھ جا...... مہر النساء بیٹھ گئی...... ہریا اس سے کچھ فاصلے پر ایک پتھر پر بیٹھ گیا پھر بولا"۔

"چل بڑی عجیب بات ہے...... ہم لوگ تو بدنام ہیں کالی شکتی والے کہلاتے ہیں...... پر
ایک سندر ناری اس طرح یہاں آ جائے...... یہ بڑے تعجب کی بات ہے چل بول کیسے آنا ہوا"۔

"تجھ سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں؟"۔

"تو کر...... ہم کب منع کر رہے ہیں"۔

"ہریا تو کرم چند کی بیٹی کرن کماری کا پیچھا چھوڑ دے"

"ایں...... تیرا اس سے کیا واسطہ ہے؟"۔

"کچھ نہیں بس وہ ایک انسان ہے"۔

"بس یا کچھ اور"۔

"بس اتنا ہی ہے؟"۔

"انسان تو میں بھی ہوں ری، اگر بات صرف انسانیت کی ہے تو بتا مجھے...... میں کیا برا
کر رہا ہوں"۔

"تو کیا چاہتا ہے ہریا...... تو اچھا خاصا ہے...... جو کچھ میں نے تیرے بارے میں سنا ہے
اس سے پتہ چلتا ہے کہ تو نے گندے علم کا کاروبار کر رکھا ہے اور لوگوں کو تجھ سے نقصان

پہنچتا ہے"۔

"میں نے گندے علم کا کاروبار نہیں کر رکھا...... کرم چند جی مہاراج نے مجھے گندے علم کے مالک کے مقابلے کے لئے بلایا تھا میں نے کہا بھائی چلو...... اٹھا پٹخ کر لیں پر اس کا صلہ کیا ملے گا ہمیں...... وہ ہنس پڑا پھر بولا"۔

"اور یہ سن کر دوڑ پڑے مہاراج کرم چند...... ہم پر...... ارے ہمارے بارے میں انہی لوگوں سے پوچھ لے جو اب انہیں الٹی سیدھی سمجھا رہے ہیں، مگر چھوڑو تمہیں کیا ہمیں بتاؤ ہمارے پاس کیسے آئی ہو...... ہیں، ہمارا تو تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے...... پر ایک ناری اگر کسی کے پاس آ جائے تو انسان کا من تو من ہی ہے نا بھٹک جاتا ہے چلو خیر ہم برے آدمی نہیں ہیں...... کرن کماری کو پریم کرتے ہیں، اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں بیچ میں ٹانگ نہ اڑاؤ تو تمہاری مہربانی ہو گی...... دعائیں دیں گے تمہیں"۔

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تو کرن کا پیچھا چھوڑ دے باقی یہاں تو جو کچھ کرتا اس سے مجھے کوئی سروکار (مطلب) نہیں ہے...... مہر النساء بولی...... پھر وہ ہنسنے لگا اور بولا۔

"واہ ری طوطے کی گھر والی...... جو پڑھایا گیا ہے وہی بول رہی ہے...... ہم یہ کہتے ہیں کرم چند نے آخر تجھے ہمارے پاس کیوں بھیجا ہے...... رشوت کے طور پر بھیجا ہے تو شک بڑی سندر ہے، پر ہم نے ایک قسم کھائی ہے وہ یہ کہ حاصل کریں تو صرف کرن کماری کو، اور اس سے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کرن ہمارے ہاتھ میں نہ آ جائے۔

"نہیں بھیا...... اچھا ایک بات بتا...... کیا کرن کماری سے پریم کرتا ہے؟"۔

"بڑا پریم کرتے ہیں...... دیکھا تو ہو گا تو نے اسے...... اری اگر پریم نہ کرتے تو گرم دوپہر میں تیرے ٹھنڈے اور میٹھے شریر سے مزے نہ اڑاتے...... دیکھ لے...... آدمی ہیں ہم......؟ ہم نے...... بس یوں سمجھ لے کہ اپنے آپ کو کرن کماری کے لئے وقف کر دیا ہے"۔

"نہیں...... مگر وہ تو تجھے نہیں چاہتی"۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟ عمر تو تیری بھی زیادہ نہیں ہے...... اچھا یہ بتا...... تیرے من میں کسی کے لئے پریم ہے"۔

"چھوڑ ان باتوں کو...... تو کرن سے پریم کرتا ہے"۔

"پکا پریم"۔

"مگر تو نہایت بے غیرت عاشق ہے" مہر النساء نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

"وہ کیوں؟"۔

"اس لئے کہ تیری کرن کا ایک اور دعویدار تجھ سے کچھ فاصلے پر پڑا ہوا ہے اور وہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ کرن کو حاصل کر کے چھوڑے گا" مہر النساء نے محسوس کیا کہ اس کے ان الفاظ نے ہریا کے چہرے کو سنجیدہ کر دیا...... کچھ لمحے وہ سوچتا رہا پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ کرن کے چرنوں کی دھول بھی نہ پا سکے گا...... اس کے پاس ہے کیا...... تھوڑے بہت جادو منتر سیکھ لئے ہیں اس نے اور یہی اس کا گیان ہے...... میں جب چاہوں گا اس کی گردن مروڑ کر پھینک دوں گا"۔

"مشکل ہے ہریا...... مشکل ہے...... میں ابھی اس کے پاس بھی گئی تھی اور میں نے دیکھا کہ وہ بہت اچھی قوتیں رکھتا ہے...... ہریا! مشکل نظر آتا ہے اگر تو ایسا کر سکتا تو اب تک کر ڈالتا" ہریا ایک لمحے تک غصے سے کھولتا رہا اور اس کے بعد مہر النساء کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"چکر چلا رہی ہے...... صورت دیکھو...... من موہنی...... اور گن دیکھو چالاکی سے بھرے ہوئے ہیں اری...... تجھے کیا یہ ہمارا آپس کا جھگڑا ہے...... ہم آپس ہی میں نمٹ لیں گے...... جہاں تک معاملہ رہا...... بھیما کا...... تو وہ کتیا کا پلا...... ہمارے راستے کیا روکے گا......؟ ہم جب چاہیں اسے ٹھکانے لگا سکتے ہیں...... مہر النساء نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولی۔

"ہر وہ آدمی جو دنیا میں کچھ نہیں کر سکتا...... ایسے ہی بڑے بڑے دعویٰ کرتا ہے......

چل ٹھیک ہے...... مجھے کیا...... میں تو بس اپنے ہی کام سے ادھر آنکلی تھی''۔

''مگر ایک بات کہیں جی...... اصلی بات بتا تو ہے کون......؟ اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں کہ ایک لڑکی اتنی دلیر نہیں ہو سکتی...... تیرا گیان دھیان بھی کچھ اور ہی ہے...... کسی چکر میں آتی ہے ہمیں''۔

''میرا چکر تو بس اتنا سا ہے...... ہریا! کہ تم دونوں بیچارے کرم چند کو پریشان کر رہے ہو...... کرم چند...... میرے چاچا کا دوست ہے...... میرے چاچا کو شاید تم لوگ جانتے ہو رحیم الدین ہے ان کا نام...... ان کے ہاں آئی تھی تو کرم چند سے ملاقات ہوگئی...... میں نے تمہارے جادو منتروں کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اور میرے پاس تمہارے جادو منتر کا توڑ بھی ہے...... کیا سمجھے......؟ میں تو تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ کرن کماری کو چھوڑ دو اگر میں نے تمہارے خلاف کام شروع کیا تو پھر تمہارے لئے کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا''۔

''ہوں...... تو یہ معاملہ ہے...... کرم چند نے یہ چکر چلایا ہے، مگر تو ایک بات سن۔ ہم سے جھگڑا مت کر...... ہم نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں...... ہم تجھ سے جھگڑا نہیں چاہتے، جہاں تک معاملہ اس حرام کے پلے کا ہے تو لگتا ہے کہ بات اب بڑھ گئی ہے کرم چند اپنی ضد میں اپنی بیٹی کو نقصان پہنچا دے گا...... اس لئے پہلے ہم بھیما کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں تو دیکھنا چاہے تو رات کو آجانا اور اگر رات کو ادھر آنے کی ہمت نہ پڑے تو کل اس کا استھان دیکھ لینا...... بھیما تجھے کل وہاں نہیں ملے گی...... مہرالنساء کو اندازہ ہو گیا تھا اس کا تیر نشانے پر لگا ہے، چنانچہ وہ ہنس کر بولی۔

''اگر تو ایسا کر سکتا تو اب تک کر چکا ہوتا...... ہریا! میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ تو اس سے ڈرتا ہے''۔

''اس کے بعد تو اس طرف مت آنا...... ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتے ہیں تجھ سے...... ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتے ہیں...... عورت ذات ہے...... اگر تجھے مار بھی دیا ہم نے تو ہمیں خوشی نہیں ہو گی...... چلی جا یہاں سے...... رحیم الدین کے ہاں آئی ہے...... ادھر ہی رہ...... عورت

ذات کی طرح رہ...... عزت سے رہ...... اگر ہم پریم کے مارے نہ ہوتے تو تجھے یہاں آنے کا لطف آجاتا...... بس...... کیا کریں......؟ سوگند کھائی ہے ہم نے...... کہ اگر اپنی عورت بنائیں گے تو صرف کرن کماری کو بنائیں گے...... اس لئے ہم نے تجھ سے کوئی بری بات نہیں کی...... مشورہ دیتے ہیں کہ تو کرن کماری کے جھگڑے میں نہ پڑ۔

''ارے کرن کماری کیلئے ہی تو میں پریشان ہوں...... بھیما مجھے تجھ پر بھاری نظر آتا ہے''۔

''تو سن رہی ہے نا جو ہم تجھے کہہ رہے ہیں...... تو ایسا کر کہ خود اپنا حساب بھیما سے [illegible] لینا...... سمجھیں...... جا بھیما کو مار دے...... ہم کچھ نہیں کہیں گے اور تو...... مگر چھوڑ ان باتوں کو...... بس...... جا...... چلی جا یہاں سے...... اچھا نہیں ہوگا...... چلی جا...... جو ہوگا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا...... معلوم کر لینا اور پھر مہرالنساء نے اسے وہاں سے واپس جاتے ہوئے دیکھا تھا...... وہ چلا گیا لیکن مہرالنساء کافی دیر تک وہاں کھڑی اس ماحول کا جائزہ لیتی رہی تھی...... اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی کوششیں کارگر رہی ہیں...... پھر جب وہ وہاں سے واپس چلی تو دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی...... اب تک یہ دونوں سوئے ہوئے تھے اور کرن جی کو پریشان کر رہے تھے، لیکن اب مہرالنساء نے ان دونوں کے درمیان چلوا دی تھی اور اسے خوشی تھی کہ اب اس جنگ کا نتیجہ ان میں سے کم از کم ایک کے کم ہو جانے پر نکلے گا اور اس کے بعد دوسرے کے سلسلے میں بعد میں غور کیا جا سکتا تھا۔

❦ ✿ ❦

رحیم الدین پریشان تھا...... مہرالنساء کی گمشدگی اس کے لئے حیرانی کا باعث
پھر جب اس نے مہرالنساء کو دیکھا تو دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"بٹیا...... کہاں چلی گئی تھی تم؟"۔

"بس...... رحیم الدین چچا...... آوارہ گردی کرنے نکلی تھی"۔

"ارے بٹیا...... ساری باتیں اپنی جگہ...... اللہ نے تمہیں بہت کچھ دے دیا
بات تو یہ ہے کہ ہم بڑے حیران ہیں...... تمہاری چچی سے بات ہو رہی تھی......
رہی تھی کہ صورت شکل کی چاند جیسی بچی ہے اور پڑ گئی ہے ان وحشیانہ چکروں میں
نہیں...... کس ماں کی لعل ہے...... کیا واقعات پیش آئے ہیں اس کے ساتھ......؟
بدر نکل آئی ہے...... لڑکی ذات کو کبھی ایسا تو نہیں دیکھا تھا...... جو گن ہے کہ بنجارن
کچھ بھی ہے...... پر لگتی ایسی ہے جیسے انتہائی شریف گھرانے سے تعلق ہو...... بٹی
بہت برا ہے...... اللہ تمہارا محافظ ہو...... علم و عمل بے شک انسان کو بہت بلند کر د
لیکن بیٹی! دنیا کو تو قبول کرنا ہی ہوتا ہے اور دنیا بڑی بری جگہ ہے...... ذرا چہرہ دیکھو
دھوپ سے کالا پڑ گیا ہے...... دھوپ میں تمہیں باہر نہیں نکلنا چاہئے تھا...... لوگ
بیمار پڑ جاتی تو کیا ہوتا......؟ مہرالنساء ہنسنے لگی پھر بولی۔

"چچا...... بہت عرصے بعد محبت بھرے الفاظ سنے ہیں...... یہ میں نے...... کبھی
ابو میری کسی غلطی پر مجھ سے ناراض ہوا کرتے تھے...... آج ان کی یاد تازہ ہو گئی

بس...... یوں سمجھ لیجئے آپ کی بستی دیکھنے نکل گئی تھی...... یہ جائزہ لینے نکل گئی تھی کہ اس
بستی میں شیطانوں نے کیسا قبضہ جما رکھا ہے"۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے بیٹی! لیکن اللہ نہ کرے...... تمہیں کوئی پریشانی ہو جاتی تو"۔

"آپ کی دعائیں جو میرے ساتھ ہیں رحیم الدین چچا"۔

"بیٹی...... یہ مت سمجھنا کہ تمہارا کوئی سرپرست موجود نہیں ہے، جو چاہو گی کر لو
گی...... میں...... بڑی بات ہے یہ...... چلو آؤ اندر آؤ...... یہی کیفیت عارفہ چچی کی تھی......
انہوں نے بھی مہرالنساء کو ایک دم برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا، لیکن رحیم الدین سخت لہجے
میں بولے۔

"مہرالنساء بی بی...... سچی بات یہ ہے کہ تمہارے لئے دل میں ایسا ہی پیار پیدا ہو گیا
ہے...... لگتا ہے کہ اپنی ہی بچی باہر نکل گئی ہو...... سچ جانو...... اگر یوں میری بیٹی باہر نکل گئی
ہوتی تو اس کو بھی ہم ایسا ہی ڈانٹتے"۔

"آپ...... خدا کے لئے آپ...... باقی الفاظ نہ کہیں...... آپ ان الفاظ اور لہجے کی
قیمت نہیں جانتے...... خوش نصیبوں کو یہ ڈانٹ ملتی ہے...... مجھ سے میری یہ خوش بختی نہ
چھینئے...... آپ نے مجھے سلمیٰ کا درجہ دیا ہے...... اس لئے آپ میرے اور چچی کے درمیان
نہ آیئے"۔

"ٹھیک ہے...... ہمیں تو دوستی میں تمہاری سرپرستی کے لئے منتخب کیا گیا تھا...... اب
تم ہمیں اتنا بڑا درجہ دے رہی ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ اللہ تمہیں اس سے ہزاروں بڑا درجہ
دے، جو تمہیں مل چکا ہے...... بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں مہرالنساء کو بہت
محبت ملی تھی" سلمیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا"۔

"چلئے...... اب آپ غسل کر لیجئے اور چہرے پر جو دھوپ کی چادر پھیل گئی ہے نا......
اسے ذرا رگڑ رگڑ کر صاف کیجئے...... چاند میں داغ نہیں لگنا چاہئے...... میں چائے تیار کر کے
لاتی ہوں" سلمیٰ نے کہا اور مہرالنساء خاموشی سے اندر چل پڑی...... رحیم الدین چچا سر

کھجاتے رہ گئے تھے...... بہر حال، مہر النساء غسل کرتے ہوئے ان دونوں مرد
بارے میں سوچ رہی تھی...... ویسے اسے ہریا کا کردار بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا تھا
لگتا تھا جیسے ہریا کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو...... کرن کماری کے سلسلے میں جبکہ بھیم چ
نسبتاً خاصا غلط نظر آتا تھا...... پھر شام ہو گئی...... دن بھر کی لو اور تپش کے بعد
بڑی ٹھنڈی تھی...... چائے وغیرہ پی لی گئی...... سات بجے کے قریب رحیم الد
مہر النساء کے پاس آگئے اور بولے۔

"کھنڈرات کے علاقے میں گئی تھی...... مہر النساء بی بی"۔

"جی ہاں...... اور رات کو بھی ادھر جانا ہے"۔

"ما...... مگر کیوں......؟" رحیم الدین چچا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کام ہے رحیم الدین چچا" رحیم الدین چچا سر کھجانے لگے تھے...... کچھ لمحے وہ
کھڑے رہے...... پھر آہستہ سے بولے۔

"میں بڑا پریشان ہو گیا ہوں...... بٹیا! بڑی الجھن میں پھنس گیا ہوں"۔

"کیوں چچا"۔

"تمہاری وہ عزت و احترام نہیں ہو رہی جو ہونی چاہئے...... اس گھر کے لوگ بہ
سادھے اور بے وقوف ہیں...... تم سے اس قدر بے تکلف ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف آ
ہے...... بٹیا! اصل میں تمہارا تعارف ہی اس انداز میں ہوا ہے کہ وہ تمہیں سمجھ نہیں پا
پھر تمہاری عمر بھی ان کے لگ بھگ ہے اور پھر میں خود...... بھلا یہ باتیں پوچھنے کی ہیں
پوچھ رہا ہوں" مہر النساء ہنسنے لگی پھر بولی۔

"آپ خود یہ ساری بات سوچ رہے ہیں...... رحیم چچا! جبکہ میں آپ کو بتا چکی ہو
میں کچھ بھی نہیں ہوں، ان لوگوں کی بے تکلفی مجھے اپنے گھر کا ماحول یاد دلاتی ہے او
جھ...تا ہے...... میں بھی بھائی بہن اور ماں باپ والی ہوں"۔

"وہ لوگ کہاں ہیں...... بٹیا" رحیم الدین چچا نے بے اختیار پوچھا۔

"بس...... مجھ سے وہ گھر چھن گیا ہے...... میں نہیں جانتی کہ وہ اب کہاں ہے......؟
مہر النساء نے جواب دیا اور رحیم الدین چچا خاموش ہو گئے...... تھوڑی دیر خاموش رہنے کے
بعد وہ پھر بولے۔

"تو کیا رات کو تم ان کھنڈرات میں دوبارہ جاؤ گی"۔

"ہاں...... شاید میرے کام کی ابتداء ہو جائے"۔

"ابتداء"۔

"ہاں"۔

"کیسی ابتداء......؟" وہ بولے اور مہر النساء انہیں ترچھی نگاہوں سے دیکھنے لگی تو انہوں
نے جلدی سے کہا۔

"میرا مطلب کچھ نہیں...... بٹیا! بس میں تو صرف اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں کوئی
نقصان پہنچنے کا اندیشہ تو نہیں ہے"۔

"نہیں...... رحیم الدین چچا! ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"بی بی...... اللہ کے نام پر کہتا ہوں کہ اپنا خیال رکھنا"۔

"آپ اطمینان رکھیں" مہر النساء نے ادب سے جواب دیا...... وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا
کہنا چاہتے ہیں، لیکن بہر حال...... اس میں کوئی شک نہیں کہ مہر النساء اس ماحول میں آکر
ایک عجیب سی خوشی کا احساس کر رہی تھی...... ایسا احساس بہت عرصہ پہلے اس سے چھن گیا تھا،
ماں باپ جدا ہو گئے تھے، مگر ان کی محبتوں کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں...... کسی نہ کسی شکل میں
رحیم الدین چچا بھی اس کے لئے فکر مند تھے، مگر کچھ کہہ نہیں پا رہے تھے...... مطلب یہی
تھا...... کہ وہ لڑکی ہے...... نوجوان ہے...... اور معاملہ کالے جادوگروں کا ہے...... بات تو
انہیں معلوم ہو ہی گئی ہو گی...... کرم چند جی نے تفصیل بتا دی ہو گی...... وہ سوچ رہے ہوں
گے کہ کہیں وہ شیطان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں...... بہر حال...... یہ ان کی سوچ تھی، لیکن
مہر النساء کے دل میں جو جذبے پروان چڑھ رہے تھے وہ شاید اس کے اپنے جذبے تھے بھی

نہیں بلکہ ڈور کسی اور طرف سے ہلائی جا رہی تھی...... وہ تو صرف ایک ذریعہ تھی اور یہ روع ہو چکی ہو گی...... یا ممکن ہے کہ اس وقت تک ہو بھی چکی ہو...... سامنے درختوں کا
عمل کے مطابق سوچ رہا تھا اور عمل جاری تھا...... پھر رات کو جب عشاء کا وقت ختم ہو گیا لسلہ نظر آ رہا تھا اور اس کے دوسری طرف بھیم چند کا ڈیرہ تھا...... وہ ایک درخت کے پیچھے
کھانا کھا لیا گیا تو مہر النساء تیار ہو گئی، اسے اندازہ تھا کہ رات کو کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا...... جڑی ہو گئی...... اچانک ہی سرسراہٹ سنائی دی اور مہر النساء چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگی،
بو آئی تھی وہ ایک دم سے بڑھ رہا ہو گا اور اس اندازے سے وہ خوش بھی تھی کہ کام کا آواز دوبارہ نہیں سنائی دی تھی...... ہو سکتا ہے کہ کوئی گیدڑ یا دوسرا جانور ہو...... پھر
ہوا جو ذمہ داریاں اس کے سپرد ہو گئی تھیں...... ان کی تکمیل تو کرنی ہی چاہئے تھی، چانک ہی درخت کے دوسری طرف روشنی سی نظر آئی اور وہ ادھر دیکھنے لگی...... روشنی
انتہائی خاموشی سے وہ گھر سے باہر نکل آئی اور جانے پہچانے راستے طے کرنے لگی رک تھی...... چند لمحات وہ اسے دیکھتی رہی اور پھر درختوں کے عقب سے باہر نکل
چھوٹے قصبے اور دیہات سورج چھپنے کے ساتھ ساتھ ہی تاریک ہو جاتے ہیں...... ئی...... اس نے ایک روشن مشعل دیکھی، لیکن اس سے شعلے نہیں نکل رہے تھے...... غور
کیفیت یہاں کی تھی، حالانکہ پہلے پہر کا آغاز ہی ہوا تھا، مگر گلیاں بازار اس طرح سنہ سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ انسانی کھوپڑی ہے جو ایک لکڑی میں اڑسی ہوئی ہے...... روشنی اسی
پڑے ہوئے ہیں جیسے آدھی رات گزر گئی ہو...... وہ چلتی رہی اور فاصلے کم ہوتے گئے وپڑی سے پھوٹ رہی تھی اور لکڑی کی یہی مشعل متحرک تھی...... روشنی کے نیچے یہ معمہ
سڑکوں پر کتوں کا راج تھا...... بھونک رہے تھے لڑ رہے تھے...... وہ ان سے بچتی بچاتی آ می حل ہو گیا...... مشعل کسی انسان کے ہاتھ میں تھی اور اس ویران اور بھیانک علاقہ میں وہ
بڑھ رہی تھی...... آبادی کی روشنیاں پیچھے رہ گئیں اور اس کی رفتار تیز ہو گئی...... رات سان بھیم چند کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا......؟ لیکن بھیم چند اس وقت بہت مختلف نظر آ رہا
پراسرار سنسان ماحول میں بڑے سے بڑا جگر والا کوئی نوجوان ایک خوبصورت لڑکی کو ما...... اس کے گلے میں کھوپڑیوں کے ہار پڑے ہوئے تھے...... ان کھوپڑیوں کی آنکھوں کے
طرح بڑھتے ہوئے دیکھ لیتا تو اس کی اپنی حالت بھی خراب ہو جاتی...... ایسے سنسان ا ڑھے بھی روشن تھے...... وہ مشعل اونچی کئے مہر النساء کی جانب بڑھ رہا تھا...... مہر النساء نے
ویران ماحول میں نظر آنے والے خوفناک راستوں پر تو مرد بھی نظر نہیں آ سکتے تھے، لیکن وچا کہ اس کا مطلب ہے کہ اسے اس کی آمد کا علم ہو گیا ہے، چنانچہ اس نے اپنے آپ کو
مہر النساء عماد الدین کی بیٹی تھی اور عماد الدین نے اسے جن علوم سے آراستہ کیا تھا وہ بے مثا چھپانا مناسب نہیں سمجھا اور آہستہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی بھیم چند کے سامنے
تھے...... اللہ کے نام کے ہر لفظ میں تاثیر ہوتی ہے...... ڈرنے والے اگر صرف خوف خ ئی...... بھیم چند نے ہاتھ سیدھا کیا اور مشعل کے نچلے حصے کو درخت کے نچلے تنے میں زور
رکھیں تو باقی خوف ان کے راستوں میں بچھ جاتے ہیں...... وہ جگہ بھی آ گئی جہاں اس نے ا سے مارا...... درخت کا ٹھوس اور مضبوط تنا ایسا نہیں تھا کہ کسی کی معمولی ضرب سے اس میں
بھیانک جوڑے کو دیکھا تھا یعنی بے سر کا آدمی اور چھن چھناتی گھنگھرو بجاتی چڑیل...... لیک دراغ ہو جاتے لیکن مشعل کوئی آدھ فٹ کے قریب درخت میں پیوست ہو گئی...... بھیم
اب وہاں بھی کوئی موجود نہیں تھا...... پھر وہ اس دوراہے پر پہنچ گئی جہاں سے ایک راستہ بھیم ند نے اسے چھوڑ دیا اور آس پاس روشنی پھیل گئی...... پھر وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔
چند کی طرف جاتا تھا اور دوسرا ہریا کی طرف...... اسے فیصلہ کرنا تھا کہ کس طرف جائے...... ”اری...... او حرام زادی...... کیوں اپنی جان گنوانے پر تلی ہوئی ہے...... ہمارا صبر کیوں
اور رخ بھیم چند کی جانب ہو گیا...... دونوں کے بارے میں اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ دونو سمیٹ رہی ہے...... ہمرد ہیں ہم ارادے برے ہو گئے تو تیرا کیا ہو گا......؟ تو نے سوچا......؟ بار
سفلی علوم جانتے ہیں...... اگر ہریا کا دعویٰ درست ہے تو ان کے درمیان جادو کی معرکہ آرا ہو تی ہے...... یہ ایسی جگہ نہیں ہے...... ہم تو چل تجھے معاف کر دیں گے لیکن تو نہیں

جانتی کہ یہاں کون کون آتا جاتا ہے...... ؟ کوئی بھی گردن مروڑ دے گا تیری......
آرہی...... جوانی بار گزری ہے کیا...... اری جا...... کسی کے آگے گردن دے دے......
کٹ کے الگ ہو جائے گی تو جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا اور ہر بار یہاں کیوں آمرتی ہے
امتحان لینے کے لئے" الفاظ بہت برے تھے...... لیکن جب انسان کے اندر طاقتوں کا ہ
ہے تو برداشت کی قوت بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے...... مہرالنساء نے زندگی م
مردوں سے مقابلہ نہیں کیا تھا لیکن جو زندگی اسے اب نصیب ہوئی تھی اس میں بہ
تجربات بھی شامل تھے، چنانچہ اس نے بھیم چند کی بات کا برا نہ مانا اور مسکرا کر بولی۔

"بس...... بھیما! دیکھنا چاہتی تھی کہ تم کیا کر رہے ہو......؟"۔

"اگر کچھ زیادہ دیکھ لیا تو نے تو زندگی بھر روتی رہے گی...... چھوٹی سی عمر ہے......
پینے کے دن ہیں اور پڑ گئی ہے ان چکروں میں دیکھ...... آخری بار کہہ رہا ہوں کہ آئند
مت آنا"۔

"تجھ سے کچھ باتیں کرنا رہ گئی تھیں...... بھیما! سو وہ کرنے چلی آئی"۔

"شکر کرو کالی راتوں کا موسم ہے...... نکلا ہوتا چاند تو مزہ آجاتا تجھے"۔

"کیوں چاند سے کیا ہوتا" مہرالنساء نے سوال کیا اور بھیما پھر ہنس پڑا۔

"چاندنی راتوں میں یہاں سبھا لگی ہوتی ہے...... بیروں کی...... سارے کے سار
کہانیاں سناتے ہیں...... لڑتے ہیں...... جھگڑتے ہیں، ایک دوسرے کو مارتے ہیں
بھنبھوڑتے ہیں اور اگر کوئی بیچ میں آجائے تو اسے بھی چت کر دیتے ہیں"۔

"ارے...... دیا رے دیا...... تب تو واقعی اچھا ہوا...... بھیما کہ میں چاندنی راتوں
آئی...... اچھا تم ایک بات بتاؤ...... تمہیں پتا ہے...... کہ ہریا کرم چند جی کی بیٹی کرن کمار
کو حاصل کرنے کے چکر میں ہے...... کیا سمجھے؟" اور وہ جو کچھ کرنے والا ہے تمہیں
اندازہ نہیں ہوگا"۔

"آگے بول...... آگے بول"۔

"ہریا...... اگر تمہیں شکست دے کر کرن کماری پر قابو پالے تو کیسا رہے......؟"۔

"بڑی انوکھی ہے...... بھئی تو...... ارے...... تو جانتی نہیں ہے کہ ہم نے اس سسرے
کو آزاد کیوں چھوڑ رکھا ہے...... ؟ نہ اس نے ہم پر وار کیا نہ ہم نے اس پر...... ہم انتظار کر رہے
ہیں کہ ہریا کرن کماری کی طرف ہاتھ بڑھائے اور جب کرم چند جی کا ناک میں دم آجائے تو
آخر میں وہ دوڑیں...... اپنے بستی کے سب سے بڑے مہان سادھو...... بھیم چند کی طرف اور
ہم کہیں کہ ٹھیک ہے بھائی...... کرن ہمیں دے دو سارے کام ہی ٹھیک کر لیں گے...... اگر
ہم نے پہلے ہی سے ہریا کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو پھر بھلا...... کرم چند جی کو کیا پڑی ہے...... کہ
ہماری بات مانیں...... انتظار کر رہے ہیں ہم جب تک یہ ہمیں نہیں چھیڑتا...... ہم بھی اسے
نہیں چھیڑیں گے"۔

"اور اگر ہریا کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ تمہارا ارادہ کیا ہے...... ؟ تو کیا تمہیں چھوڑ دے
گا"...... مہرالنساء نے پوچھا۔

"یہ تو بعد کی باتیں ہیں...... جھگڑا تو ہوگا ہمارا اس سے...... کیونکہ ہم دونوں ایک ہی بیر
کھانا چاہتے ہیں...... تمہیں اندازہ نہیں ہوگا اس لئے کہ تم خود بھی ایک لڑکی ہو...... اگر تم نے
کرن کماری کو دیکھا ہے تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ چاند اور سورج کی کرن بھی اتنی سندر
نہیں ہوتی جتنی سندر وہ ہے...... اب ہم انتظار کر رہے ہیں...... سمے خود فیصلہ کر دے گا......
ہم یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی جگہ خالی رہے...... ہریا خود ہماری طرف بڑھے تو ہم اسے
سنبھالیں...... اچانک ہی فضا میں ایک عجیب سی آواز ابھری اور مہرالنساء چونک کر چاروں
طرف دیکھنے لگی، لیکن ایک لمحے کے اندر اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ آوازیں بھیم چند کے گلے
میں پڑی کھوپڑیوں میں سے آرہی ہیں...... مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ جو انسانی آوازوں کا روپ
اختیار کرتی جا رہی تھی...... یہ کھوپڑیاں کچھ کہہ رہی تھیں...... منمناتی آوازیں...... بھاری
آوازیں...... باریک آوازیں...... کسی کھوپڑی کے منہ سے معصوم بچے جیسی آواز نکل رہی
تھی تو کوئی نسوانی آواز میں چیخ رہی تھیں...... ان کے الفاظ تو سمجھ میں نہیں آرہے تھے، لیکن

بھیم چند کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ جیسے اسے کوئی خاص اطلاع ملی ہو...... اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے کئی قدم پیچھے ہٹا اور پیچھے چل کر تھوڑے فاصلے پر ایک بڑے سے پتھر پر چڑھ گیا...... وہ کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا...... مہر النساء کی آنکھیں بھی اس طرف اٹھ گئیں جس طرف بھیما نے نگاہیں جمادی تھیں...... مطلب تاریکی میں مہر النساء نے بھی متحرک ہیولے کو دیکھ لیا تھا جو اس سمت آرہا تھا پھر وہ ہیولا اس کی نگاہوں میں روشن ہو گیا...... کالے رنگ کا ایک انتہائی لمبا چوڑا بھینسا تھا اور اس بھینسے کی پشت پر ہریا سوار تھا...... بھینسا اسی سمت بڑھ رہا تھا...... ہریا نے اپنے سر پر پروں کا ایک تاج پہن رکھا تھا، لیکن جو چیز مہر النساء نے اس کے بدن پر دیکھی وہ اس کے بہت سے ہاتھ تھے، جو اس کے جسم پر لگے ہوئے تھے...... ان ہاتھوں میں طرح طرح کے ہتھیار دبے ہوئے تھے...... کسی میں لمبی سی ہڈی...... کسی میں کلہاڑی...... کسی میں نیزہ...... وہ بھینسے کو دوڑاتا اسی سمت آرہا تھا...... بھیم چند پتھر سے نیچے اتر آیا...... اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے...... زمین کی طرف چہرہ جھکایا اور چکر سے کاٹنے لگا...... پھر ایک دم سیدھا ہو گیا...... اس کے حلق سے ایک ہولناک چیخ نکلی...... دوبارہ اسی انداز میں چیخا...... پھر اس کا بدن بری طرح کانپنے لگا اور ایک لمحے کے بعد دوبارہ ساکت ہو گیا...... اچانک ہی اس کی نظر مہر النساء پر پڑی تو وہ گردن گھما کر بولا۔

"بھاگ جا...... کتیا کی پلی...... یہاں سے بھاگ جا...... اس حرام خور کو مستی آگئی ہے...... لڑنے آرہا ہے ہم سے...... جا...... تو بھاگ جا یہاں سے...... ارے کیوں آمری ہے ہمارے بیچ میں......؟ جاتی ہے یا دوں لات تیرے منہ پر، لیکن لات مہر النساء کے منہ پر مارنے کے بجائے وہ خود درختوں کے پیچھے بھاگ گیا...... مہر النساء اندازہ لگا چکی تھی کہ اسے اس جگہ نہیں ہونا چاہئے، چنانچہ ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے کے بعد وہ اس درخت کے چوڑے تنے کے پیچھے پہنچ گئی جو برگد کا درخت تھا اور بہت دور تک پھیلا ہوا تھا...... بھینسا آہستہ آہستہ قریب آتا جا رہا تھا اور اب وہ رک گیا تھا...... بھیم چند بھی سامنے آگیا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کئے ہوئے تھے...... گردن جھکائی ہوئی تھی اور مہر النساء نے جادو کا یہ کھیل بڑی سنسنی خیز کیفیت میں اپنی آنکھوں سے دیکھا...... اس نے دیکھا کہ بھیم چند کی آنکھوں سے نیلی شعاعیں نکل رہی تھیں...... بالکل سیدھی لکیروں کی طرح وہ زمین پر پڑ رہی تھی اور زمین پر پھلجڑیاں سی پڑ رہی تھیں اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے......؟ کیسے آیا ہے تو......؟"۔

"ہمارا نام ہریا ہے...... تو ہمیں جانتا ہے...... کیا تو نے ہمارے بارے میں معلوم کر لیا ہے...... کہ ہم کون ہیں"۔

"کرایا تھا پتا تیرے بارے میں...... کالی کے داس...... جب بات کالی کے داسوں کی آجاتی ہے تو من کے سارے پھیر نکال دیئے جاتے ہیں...... کیا سمجھا......؟ ہم کنٹھ کر رہے ہیں اور تو خود ہمارے دوار آیا ہے"۔

"موت آئی ہے تیری...... میں بھینٹ لینے آیا ہوں تیری...... کیا سمجھا؟"۔

"آسان تو نہیں ہوگا...... کالی کے داس...... کالی کے کھیل کھیلتے ہیں"۔

"تو یہ کھیل بھی کالی ہی کا ہے...... دفعتاً ہی ہریا کے ہاتھ سے نیزہ سنسناتا ہوا نکلا اور بھیما کے سینے میں جا لگا...... بھیما کے سینے میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا، لیکن مہر النساء نے دوسرا منظر بھی دیکھا...... اس نے اسے ششدر کر دیا...... نیزہ بھیما کے سینے سے نکل کر عقب میں موجود درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا...... بھیما نے ایک بھیانک آواز میں قہقہہ لگایا اور بھیانک آواز میں چیخا۔

"البیری سمال...... ہریا...... پھر وہ دونوں ہاتھ زمین پر لگا کر ہاتھوں اور پیروں کے بل چل کر چکر لگانے لگا...... اس وقت ہریا نے اپنے بھینسے کو اس طرف چڑھا دیا...... شاید بھیما کو اس کا احساس نہیں تھا...... وہ خود بھی کوئی جادوئی عمل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا...... اس نے یہ سوچا ہوگا کہ اب ہریا اس کو کوئی دوسرا ہتھیار پھینک کر مارے گا اور وہ اس سے بچاؤ کرے گا، مگر ہریا نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا اور بھینسا ہی اس پر دوڑا دیا تھا...... نتیجے میں بھیما بھینسے کی لپیٹ میں آگیا اور بھینسا اسے روندتا ہوا دوسری طرف نکل گیا...... بھیما زمین پر جا پڑا تھا......

ہریا نے کچھ فاصلے پر جا کر بھینسے کا رخ تبدیل کر لیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا ہتھیار جو کلہاڑ
شکل میں تھا بھیما پر کھینچ مارا...... نشانہ سچا تھا کلہاڑا بھیما کی گردن پر لگا اور بھیما کی گردن کٹ کر
دور جا پڑی، لیکن دوسرا منظر اور بھی زیادہ سنسنی خیز اور خوفناک تھا...... اچانک ہی بھیما کا
اپنی جگہ سے اٹھا اور تیزی سے ایک سمت دوڑنے لگا...... سامنے ایک لمبے تنے والا درخت
آرہا تھا...... بھیما کا بے سر جسم پھرتی سے درخت کے تنے پر چڑھنے لگا، لیکن ہریا نے فور
بھینسے کو دوڑایا اور اس درخت کے قریب پہنچ گیا...... پھر اس نے بھیما کے جسم پر مختل
ہتھیاروں سے بے شمار وار کیے اور اسے نیچے گرا دیا، لیکن مہرالنساء نے ایک اور خوفناک منظر
دیکھا جو ہریا کی نگاہوں سے محفوظ تھا...... اس نے دیکھا کہ بھیما کا کٹا ہوا سر آہستہ آہستہ
مہرالنساء کی جانب بڑھ رہا ہے...... پھر وہ سر تھوڑا سا بلند ہوا اور مہرالنساء کے چہرے کے
سامنے کی سیدھ میں آگیا اور اس کے بعد اس کے منہ سے ایک سرگوشی کی آواز نکلی۔

"لڑکی...... اپنا شریر مجھے ادھار دے دے...... وعدہ کرتا ہوں کہ واپس کر دوں گا
اس پاپی کو نیچا دکھانے کے بعد...... جلدی کر...... اپنا شریر مجھے دے دے...... ہاتھ بڑھا
میرے سر کو اپنے سر پر رکھ لے...... ارے...... دیر ہو رہی ہے...... اگر وہ پلٹ پڑا تو
ہو جائے گا...... بھیم چند کا سر آہستہ آہستہ مہرالنساء کی جانب بڑھنے لگا اور پھر اس کے
مہرالنساء کے چہرے میں ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا...... اچانک ہی مہرالنساء نے اپنا دایاں ہاتھ بلند
کیا اور ایک زوردار تھپڑ اس کٹے ہوئے سر پر رسید کر دیا...... سر بہت دور جا کر گرا تھا......
کے گرنے کی آواز بھی پیدا ہوئی تھی اور ہریا اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا، لیکن اس کے
ساتھ ہی مہرالنساء کے کانوں میں ایک گھٹی گھٹی سی چیخ ابھری اور عقب میں یوں محسوس
جیسے کوئی چیز گری ہو...... مہرالنساء نے خوفزدہ انداز میں پیچھے پلٹ کر دیکھا لیکن کوئی بات
میں نہیں آئی...... دوسری طرف بھیم چند کے سر کو ہریا نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس کے
بعد اسے نیزے میں پرو کر اپنے کندھے پر لاد لیا...... اس کے مختلف ہاتھ اپنے ہتھیاروں
بھیم چند کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر چکے تھے...... یوں لگتا تھا جیسے ہریا کو مہرالنساء کی

موجودگی کا علم نہ ہو...... اس نے اپنا کام سرانجام دیا...... بھیم چند کا سر اپنے نیزے میں سنبھالا
اور بھینسے کا رخ تبدیل کر دیا...... بھینسا اسی جانب دوڑ پڑا جدھر سے آیا تھا...... مہرالنساء سنسنی
خیز نگاہوں سے بھینسے کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور اس کے وجود میں کپکپاہٹیں ابھر رہی
تھیں...... دماغ سن ہو گیا تھا...... اگر دماغ کام کرتا ہوتا تو شاید وہ اس وقت بے ہوش ہو جانے
کو دنیا کے ہر کام پر ترجیح دیتی، لیکن اس کے اندر بھی نجانے کون سی قوتیں تھیں جو اس
ہولناک نظارے کو ہوش و حواس کے ساتھ برداشت کیے ہوئے تھی...... اس سے زیادہ
بھیانک لڑائی شاید ہی کسی نے اس کائنات میں دیکھی ہو...... بڑی دہشت ناک جنگ تھی
یہ...... فضا میں ایک عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی، جس کا جائزہ لینے کے بعد مہرالنساء کو اندازہ
ہوا کہ یہ بدبو بھیم چند کے جسم کے ان ٹکڑوں سے اٹھ رہی ہے جو اب پانی کی طرح پگھل کر
بہہ رہے تھے...... بدبو ناقابل برداشت تھی، چنانچہ...... مہرالنساء نے سوچا کہ اب یہاں رکنا
بے مقصد ہی ہے...... پھر اچانک ہی جب وہ واپس پلٹی تو اسے کراہتی ہوئی ایک خوفزدہ
آواز سنائی دی۔

"مہرالنساء بیٹی...... مہرالنساء...... وہ اس آواز کو ایک لمحے تک نہ پہچان سکی، لیکن پھر
اسے اپنے عقب میں ابھرنے والی سرسراہٹوں کا احساس ہوا...... وہ سرسراہٹیں جن کا مفہوم
واضح نہیں ہوا تھا...... تب اس نے اس آواز پر غور کیا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ یہ آواز
رحیم چچا کی تھی...... رحیم چچا زمین پر بیٹھے ہوئے تھے...... مہرالنساء تیزی سے ان کی جانب
دوڑی اور ان کے قریب پہنچ گئی۔

"ارے...... رحیم چچا"۔

"معاف کر دینا بٹیا مجھے...... مجھے معاف کر دینا...... تمہارے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا......
آہ...... میرا بدن بے کار ہو گیا ہے...... مجھ سے اٹھا نہیں جا رہا...... بٹیا"۔

"نہیں...... رحیم چچا! آپ ٹھیک ہیں...... آئیے...... اٹھیے...... میرا سہارا لے لیجیے......
مہرالنساء نے ان کے جسم کا بوجھ سنبھالا اور قوت لگا کر انہیں کھڑا کر دیا...... رحیم چچا شدید

اعصابی دباؤ کا شکار تھے...... لگ رہا تھا جیسے یہ سارا منظر انہوں نے اپنی آنکھوں سے
ہو...... مہرالنساء کا سہارا لے کر وہ تھوڑی دور چلے...... پھر آہستہ آہستہ ان کے جسم نے
ساتھ دینا شروع کر دیا...... بہر حال...... مہرالنساء انہیں لئے ہوئے واپسی کے لئے
پڑی...... حالانکہ اس نے سوچا تھا کہ مصلحت کے ساتھ اس وقت ہریا کو مبارک باد
جاتی اور نئے کھیل کا آغاز کر دیتی، لیکن رحیم چچا آ گئے تھے...... راستے میں اس نے پوچھا

"آپ یہاں کیسے آ گئے...... رحیم چچا"۔

"ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں...... بٹیا...... تم خدا کی قسم...... تم تو کوئی بہت ہی بڑی
ہو...... لڑکی ذات ہو کر تم نے سکون سے یہ سارے مناظر برداشت کر لئے...... بے وقوف
میں ہی تھا جو تمہارے بارے میں صحیح انداز سے نہ سوچ سکا...... میں بس...... تجسس میں ڈوب
کر تمہارے پیچھے چل پڑا تھا...... مگر...... مگر...... خدا کی قسم...... دل قابو میں نہیں ہے
لگ رہا ہے جیسے جان حلق میں آ گئی ہے...... میں نے یہ سب کچھ سوچا بھی نہیں تھا"۔

"آئندہ خیال رکھیے گا...... رحیم چچا...... یہ جادو نگری ہے اور ایسے مناظر جان لے لیتے
ہیں...... خدا کے لئے آپ مجھے میرا کام کرنے دیں...... میں نہیں چاہتی کہ ایسی کسی مداخلت
سے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے"۔

"سخت شرمندہ ہوں...... آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا...... کان پکڑتا ہوں...... مگر
سب کچھ کیا تھا......؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیا تھا"۔

"رحیم چچا...... ایک مشکل کا خاتمہ ہو گیا...... دو شیطانوں میں سے ایک شیطان کام آیا
اور اب ہریا رہ گیا ہے...... وہ بھی ختم ہو جائے گا...... اطمینان رکھیں، کرم چند کی مشکل کا
حل نکل آیا ہے...... اب سب ٹھیک ہو جائے گا رحیم چچا...... سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے...... رحیم چچا نے کہا...... وہ درحقیقت بہت متاثر نظر
آ رہے تھے اور بے حد خوفزدہ تھے...... مہرالنساء انہیں سہارا دیئے ہوئے گھر کی جانب چل
پڑی، مگر خوف سے رحیم چچا کا برا حال تھا...... مہرالنساء کو اس بات کا خدشہ تھا کہ بعد میں

رحیم چچا کے ساتھ کوئی بہت ہی خراب کیفیت نہ ہو جائے...... وہ یہ بہت غور سے سوچ رہی
تھی...... بہر حال...... اب جو کچھ بھی ہو گا وہ رحیم چچا کا اپنا ہی معاملہ ہو گا...... وہ کیا کر سکتی
تھی؟ غلطی رحیم چچا کی تھی...... ان جادوگروں کی زد میں آ سکتے تھے وہ...... اور پھر تھوڑی دیر
کے بعد مہرالنساء انہیں لئے ہوئے گھر میں داخل ہو گئی...... رحیم چچا کو ان کے کمرے میں
پہنچا دیا اور وہ خود اپنے کمرے میں داخل ہو گئی، لیکن دوسری صبح وہی ہوا جس کا خدشہ تھا......
یہ انکشاف سلمٰی نے اس پر کیا تھا۔

"رات سے ابو کی کیفیت بہت خراب ہو گئی ہے...... نجانے کیا ہو گیا ہے انہیں؟
مہرالنساء چونک پڑی...... اس نے پریشان لہجے میں کہا"۔

"کیوں...... کیا بات ہے؟"۔

"بہت تیز بخار ہو گیا ہے...... بہت ہی شدید بخار ہو گیا ہے"۔

"ارے کیسے؟"۔

"عجیب بخار ہے...... بے ہوشی طاری ہے...... نجانے کیا کیا کہہ رہے ہیں اپنی زبان
سے...... کبھی بھینسا بھینسا چیختے ہیں، کہتے ہیں...... ہٹ جاؤ سینگ مار دے گا...... کبھی کہتے ہیں
لے گیا سر...... لے گیا" سلمٰی نے کہا اور مہرالنساء نے گہری سانس لی...... اس بات کا خدشہ
اسے رات ہی کو ہو گیا تھا...... مہرالنساء نے پوچھا۔

"نبیل کہاں ہیں؟"۔

"کسی کام سے گئے ہیں...... ہمیں تو بڑا ڈر لگ رہا ہے...... مہرالنساء! چلیں...... ابو کے
پاس چلیں"۔

"ہاں...... چلو" مہرالنساء بولی اور چند لمحات کے بعد وہ رحیم چچا کے کمرے میں داخل
ہو گئی...... رحیم چچا کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا...... کبھی آنکھیں کھول کر
دیکھتے...... کبھی عجیب عجیب سے منہ بناتے...... کسی پر نگاہ نہیں جما رہے تھے...... مہرالنساء ان
کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوئی تو وہ چیخ پڑے۔

"ارے...... باپ رے...... ٹکر ماردی...... سر پھٹ گیا...... گردن کٹ گ
اوہو......وہ دیکھو گردن لے گیا"۔

"رحیم چچا...... مجھے دیکھئے میں کون ہوں؟" مہرالنساء نے نرم لہجے میں کہا اور رحیم
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے...... پھر آہستہ سے بولے۔

"کیا ہے...... بھئی یہ کیا ہے سب کچھ؟ کیا ہو رہا ہے مجھے؟ بٹیا"۔

"سنبھلئے...... سنبھلئے...... رحیم چچا" مہرالنساء بولی اور ایک آیت پڑھ کر رحیم چچا پ
کرنے لگی...... رحیم چچا نے آنکھیں بند کر لی تھیں...... کچھ ہی لمحوں کے بعد نبیل آگیا۔

"ڈاکٹر کو لینے گیا تھا......وہ نہیں ملے"۔

"نہیں نبیل...... پریشانی کی بات نہیں...... بخار ابھی تھوڑی دیر میں اتر جا
مہرالنساء بولی اور نبیل عجیب سے انداز میں اسے دیکھنے لگا...... پھر اس نے ماں کی ط
دیکھا...... سبھی پریشان تھے...... نبیل نے مہرالنساء سے کہا۔

"مہرالنساء...... آپ ذرا میرے ساتھ باہر آئیں گی"۔

"ہاں......ہاں...... کیا بات ہے؟" مہرالنساء بولی...... ویسے اس نے یہ اندازہ لگایا
تمام تر شرارتوں کے باوجود نبیل کی آنکھوں میں اس کے لئے ایک عجیب سی کیفیت ہ
مہرالنساء نے یہ سوچا تھا کہ اگر نبیل کسی حماقت کی طرف قدم بڑھائے گا تو وہ اسے سمجھا
گی، لیکن...... بہرحال نبیل نے ابھی تک کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تھی...... باہر نکل کر
نے کہا۔

"آپ جانتی ہیں......ابو کا ٹمپریچر کیا تھا؟"۔

"آپ نے چیک کیا تھا"۔

"ہاں"۔

"کتنا تھا؟"۔

"ایک سو سات...... آپ کو پتا ہے......ایک سو سات بخار کا تصور بھی نہیں کیا؟

نبیل بولا۔

"ہاں...... میں جانتی ہوں، لیکن ٹھیک ہو جائیں گے...... آپ فکر نہ کیجئے" مہرالنساء
نے جواب دیا اور نبیل عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"مہرالنساء صاحبہ......ایک بات بتائیں گی آپ"۔

"پوچھئے"۔

"پچھلی رات کو آپ اور ابو کہاں گئے تھے......؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولا......
مہرالنساء چونک پڑی تو وہ دوبارہ بولا۔

"اس وقت میں جاگ رہا تھا، جب آپ اور ابو واپس آئے تھے...... صبح کو امی نے بتایا کہ
بخار تو رات ہی کو چڑھ آیا تھا......وہ ساری رات کپکپاتے رہے"۔

"مطلب کیا ہے آپ کا......میں سمجھی نہیں"۔

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ابو کہاں گئے تھے......؟" ظاہر ہے کہ ایسی باتیں ڈاکٹر کو
تو نہیں بتائی جاسکتیں......لیکن۔

"رات کو اصل میں ہم ایک ایسی جگہ گئے تھے کہ آپ کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔

"مجھے تھوڑا تھوڑا اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ کھنڈرات کی جانب نکل گئے تھے"۔

"کھنڈرات کی جانب"۔

"ہاں"۔

"کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟"۔

"میں کبھی ان کھنڈرات میں گیا تو نہیں ہوں، لیکن میں نے اس چڑیل اور اس سر کٹے
کی کہانی سنی ہے......جو وہاں جانے والے راستے میں نظر آتا ہے"۔

"اوہو......اچھا...... تو یہ بات ہے"۔

"ہاں...... میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے"۔

"اگر ایسی کوئی بات بھی ہے تو آپ اس قدر فکر مند نہ ہوں...... نبیل......اللہ جو کرے

گا بہتر کرے گا"۔

"میں ایک بات کہوں آپ سے"۔

"جی فرمایئے"۔

"میرا مزاج ذرا دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف ہے...... دوسرے لوگ الگ
میں سوچتے ہیں اور میں الگ انداز میں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"بات اصل میں یہ ہے...... مہرالنساء صاحبہ! کہ کرم چند چچا کا میں بھی بڑا احترام
ہوں۔ لیکن ان کی بیٹی کرن کماری کے بارے میں میرے نظریات ذرا مختلف ہیں"۔

"کیا؟" مہرالنساء چونک پڑی۔

"جی ہاں...... اس کے بارے میں...... میں ذرا مختلف انداز میں سوچتا ہوں"۔
کے اندر دلچسپی پیدا ہو گئی اور اس نے کہا۔

"آپ کس مختلف انداز میں سوچتے ہیں؟"۔

"میرا خیال ہے...... کہ وہ خود کالے علوم سے دلچسپی رکھتی ہے"۔

"کیسے پتا آپ کو؟"۔

"بس...... یہ میرا اندازہ ہے"۔

"نہیں...... اندازے کی بناء پر تو ایسے فیصلے نہیں کئے جاتے"۔

"بس...... میں کہہ رہا ہوں نا کہ یونہی"۔

"دراصل...... آپ کو اس بات کا زیادہ علم ہے...... نبیل صاحب! کہ کرم چند
رحیم الدین چچا کے انتہائی دوستانہ تعلقات ہیں، بلکہ مجھے تو یہ بات بھی معلوم ہوئی
آپ کی دادی جان کی دعاؤں سے کرم چند چچا کے ہاں کرن کماری پیدا ہوئی تھی
حالات میں تم دونوں بہن بھائی کے بھی اس سے گہرے تعلقات ہوں گے، لیکن یوں
جیسے تم دونوں کے دلوں میں اس کے لئے کوئی کدورت ہے...... یا پھر"۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے...... حقیقت بھی یہی ہے کہ بچپن ہم لوگوں نے
اس کے ساتھ گزارا ہے...... کرن کماری بہت حسین ہے اور اپنے حسن پر اسے بے پناہ غرور
ہے، لیکن میرے لئے وہ کم از کم صرف چچا کی بیٹی تھی...... ہم نے نہ اسے کوئی بہت زیادہ
حسین سمجھا اور نہ کوئی مختلف شے، مگر وہ عجیب و غریب فطرت کی مالک ہے...... اور پچھلے
عرصے سے اس کی کیفیت کچھ زیادہ ہی عجیب ہو گئی ہے...... کسی کو منہ ہی نہیں لگاتی، لیکن"
اس نے اچانک جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو مہرالنساء بولی۔

"بولتے رہو...... بولتے رہو"۔

"نہیں...... بس...... حالانکہ وہ ہندو ہے، جبکہ میری بہن کا خیال تھا کہ میں اس میں غیر
معمولی دلچسپی لینے لگا ہوں"۔

"تمہارا اپنا کیا خیال تھا اس کے بارے میں؟" مہرالنساء نے پوچھا۔

"میں تو اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، کیونکہ جو کہانیاں میں نے سنی ہیں وہ
بڑی سنسنی خیز ہیں"۔

"کوئی خاص کہانی ہو تو مجھے بھی سناؤ"۔

"بہت سی حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں...... مہرالنساء صاحبہ! کہ انہیں بتایا نہیں جاسکتا"
کیونکہ معاملہ ابو کے گہرے دوست کرم چند کا ہے"۔

"کچھ اور حقیقتیں بھی ہیں"۔

"ہاں"۔

"میں ہی نہیں...... بہت سے لوگ جانتے ہیں"۔

"بہت افسوس کی بات ہے...... کہ آپ لوگ اتنے اچھے انداز میں میرے ساتھ
سلوک کر رہے ہیں، لیکن وہ اصل والا مسئلہ جس کی وجہ سے میں یہاں آئی ہوں...... اس میں
آپ مجھ سے تعاون نہیں کر رہے...... آپ یہ دیکھ لیجئے...... نبیل صاحب! کہ مجھے یہ ساری
معلومات حاصل نہ ہوں تو میں کچھ کر نہیں سکتی...... آپ مجھے برائے کرم بتایئے...... کہ وہ

ایسی کون سی بات ہے؟ کہ جو آپ مجھے بتاتے ہوئے پریشان ہو رہے ہیں"۔

"بہت مختصر سی بات ہے...... مہر النساء صاحبہ...... لیکن میری عزت آپ ہو گی"۔

"میں وعدہ کرتی ہوں"۔

"تو آپ یوں سمجھ لیجئے...... کہ بھیم چند کا خاندان ہندوؤں کی زبان میں نیچ خاندان ہے...... بھیم چند کے ماں باپ...... کرم چند جی کے ہاں نوکر تھے...... بھیم بھی بچپن ہی سے کرم چند کی حویلی کے دروازے پر رہا کرتا تھا اور محبت کسی کی جا ہوتی...... اسے کرن کماری سے محبت ہو گئی...... کرن کماری بھی سب کچھ بھول کر ذات ہے کہ اونچ ذات...... اس سے محبت کرنے لگی...... یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی مہر النساء صاحبہ! کہ قابل سزا ہوتی...... دونوں جوان ہو گئے، لیکن پھر کرم چند جی کو معلوم ہو گئی کہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں"۔

"یعنی نبیل صاحب! آپ کا کہنا ہے کہ کرن بھی بھیم چند کو چاہتی ہے"۔

"آپ خود سمجھتی ہیں...... ایسے معاملات یکطرفہ نہیں ہوتے"۔

"تو پھر"۔

"بس...... اس کے بعد جب کرم چند جی کو یہ بات معلوم ہوئی تو یوں سمجھ لیجئے چند کے خاندان پر عذاب نازل ہو گیا...... اس خاندان کا ذریعہ معاش پرکھوں سے اس کے خاندان کی ملازمت تھا...... پہلی سزا کے طور پر کرم چند جی نے بھیم چند ملازمت سے فارغ کر دیا...... کوئی اور ذریعہ معاش ان کے پاس نہیں تھا، وہ بھو لگے...... پوری بستی کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ان نیچ خاندانوں کو نہ کوئی اپنے در دے...... نہ نوکری...... اور نہ کھانے پینے کو...... چنانچہ بھیم چند کی ماں مر گئی کے بعد باپ مر گیا...... پھر خاندان کے دوسرے لوگ باقی رہ گئے...... خود بھیم چند بھی بہت زیادہ خراب تھی...... کرم چند جی نے جب اس سے یہ پوچھا کہ یہ سب

کرن کو چاہتا ہے" تو اس نے سچائی سے اقرار کیا...... نتیجے میں اسے چار دن تک بھوکا پیاسا کرم چند جی کے کمرے میں رہنا پڑا تھا اور جب کرم چند جی نے محسوس کیا کہ وہ...... بھوک سے مر جائے گا اور اپنی ضد نہیں چھوڑے گا تو اسے جوتے مار کر وہاں سے نکلوا دیا کہ کہیں وہ ان کے گھر میں نہ مر جائے...... نجانے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں...... بیچارہ بھیم چند اس کے بعد یہاں سے غائب ہو گیا...... پھر اس نے کیا کیا؟ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے...... واپس آیا تو وہ شیطان کے مقابلے میں شیطان بن چکا تھا...... اب آپ خود ہی سوچئے...... مہر النساء صاحبہ! کہ یہ اونچی اور نیچی ذات کیا ہوتی ہے...... خیر اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے مذہب میں تو اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن بہر حال...... اس کے بعد بھیم چند نے کرم چند کو صحیح طور پر سنبھال لیا ہے"۔

میرا دل لرز کر رہ گیا تھا، جو بات میرے علم میں تھی وہ ابھی تک ان لوگوں کے علم میں نہیں آئی تھی بہر حال میں نے کہا۔

"کرن کی اپنی کیا کیفیت ہے......؟"۔

"نہیں...... کرن کا کردار خراب نہیں ہے...... بس...... وہ خاموش رہتی ہے...... کسی سے ملنا جلنا اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے...... اس نے...... کرم چند جی سے بھی کوئی شکایت نہیں کرتی، وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے، لیکن یہ سب دکھاوا ہے...... حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی بھیم چند کو چاہتی ہے"۔

"کمال ہے" مہر النساء نے افسوس بھری آواز میں کہا اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی...... کہانی واقعی عجیب اور دلچسپ تھی اور مہر النساء بری طرح الجھ گئی تھی...... اسے بھیم چند یاد آ رہا تھا...... بڑی عجیب و غریب صورت حال ہو گئی تھی...... نبیل تو یہ بات بتا کر چلا گیا، لیکن مہر النساء کا ذہن سخت الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا...... معاملہ بہت عجیب و غریب تھا...... سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے؟ اگر واقعی وہ لڑکی بھیم چند کے عشق میں گرفتار ہے تو اب بھلا اسے کون ٹھیک کر سکے گا...... بھیم چند تو اس دنیا سے چلا گیا تھا...... رہ گیا تھا......

ہریا...... تو وہ تو ویسے ہی شیطان تھا...... مہر النساء سوچنے لگی کہ اب اس مسئلے میں ٹانگ
مناسب نہیں ہے، کیونکہ دو محبت کرنے والوں کا معاملہ ہے...... بد قسمتی سے یہ معاملہ
علم میں نہیں آیا، ورنہ وہ لازمی طور پر بھیم چند کو نقصان پہنچنے سے بچاتی، کیونکہ
صورت حال بہت عجیب و غریب تھی...... پھر خاصا وقت گزر گیا اور مہر النساء یہ سمجھ نہ پائی
اسے کیا کرنا چاہئے؟ لیکن بہر حال اس سارے معاملے کو اگر چھوڑ کر یہاں سے نکل بھی
تو دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ باقی ساری زندگی بڑی مشکل ہو جاتی۔

یہ سب کچھ بہت ٹیڑھا...... بڑا پریشان کن تھا...... کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی
کہ کیا کریں کیا نہ کریں...... مہر النساء کے لئے یہ فیصلہ دنیا کا سب سے مشکل فیصلہ ہو گیا تھا
وہ سخت پریشان تھی...... یہ انکشاف جو نبیل نے کیا تھا اس کے لئے انتہائی دکھ بھرا بھی تھا
بڑا ہی پریشان کن...... بہت دیر تک وہ سوچتی رہی اور آخر کار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ تھوڑا
اس بات کا یقین کر لے کہ نبیل نے جو داستان سنائی ہے وہ سو فیصدی حقیقت پر مبنی ہے
میں بھی کچھ حاشیہ آرائی ہے اور اس کے لئے سیدھی سیدھی سی بات تھی کہ رحیم الدین
کی حالت بہتر ہو جانے کا انتظار کرنا پڑتا...... بہر حال یہ انتظار کرنا تو ضروری تھا"۔

مہر النساء جانتی تھی کہ رحیم الدین چچا پر صرف گزرے ہوئے واقعات کی وحشت سوار
تھی اور کوئی بیماری نہیں ہے انہیں...... لیکن جس طرح رات کو جنگ ہوئی تھی اور جو صورت
حال پیش آئی تھی وہ بڑی خوفناک کیفیت کی حامل تھی...... اس کے بعد کسی عام انسان کو ذہن
پر قابو پانا تو واقعی ایک مشکل کام تھا لیکن جس طرح رحیم الدین چچا متاثر ہوئے تھے اسی طرح
وہ ٹھیک بھی ہو گئے...... دوپہر کو بخار خود بخود اتر گیا تھا اور رحیم الدین چچا کی کیفیت بہتر ہو گئی
تھی...... مہر النساء کا شاید انہوں نے پوچھا تھا اور سلمیٰ نے مہر النساء کو اس بات کی اطلاع دی
تھی...... رحیم الدین چچا کے پاس پہنچ کر مہر النساء نے کہا۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"۔

"ٹھیک ہوں بیٹی"۔

"کیا ہو گیا تھا"۔

"تم جانتی ہو"۔

"لیکن...... آپ کو وہ نہیں کرنا چاہئے تھا رحیم الدین چچا جو آپ نے کیا"۔

"یقین کرو گی مہر النساء...... بیٹی تم سے کچھ ایسی طبیعت لگ گئی ہے کہ شاید تم اس پر

یقین نہ کر پاؤ میں سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لئے اور سلمٰی کے لئے ایک ہی جذبہ ہے تمہیں اس سے الگ نہیں سمجھتا میں"۔

"مجھے یقین ہے رحیم الدین چچا آپ ایک نیک انسان ہیں...... بہت ہی اچھی شخصیت کے مالک"۔

"بس اگر تم کوئی نوجوان لڑکا ہوتیں تو مجھے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہی ہو، لیکن نجانے کیوں میرے دل کو ایک فرض کا سا احساس ہوتا ہے اور میں یہ سوچتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے"۔

"یہ آپ کی محبت ہے لیکن آپ براہ کرم اپنے آپ کو سنبھالئے"۔

"میرا خیال ہے کہ اب میں ٹھیک ہوں"۔

شام تک واقعی رحیم الدین چچا بالکل ٹھیک ہوگئے...... مہرالنساء نے جو داستان سنی تھی وہ اس کے دل میں انگارے کی طرح دہک رہی تھی...... ساری باتیں اپنی جگہ اسے ایک جرم کا سا احساس ہو رہا تھا اور اب دل میں ایک حسرت ابھر رہی تھی کہ کاش بھیم چند ہریا پر حاوی ہو جاتا اور ہریا بھیم چند کا وہ نہ کر پاتا جو اس نے کر ڈالا، حالانکہ دونوں کالے علم کے مالک تھے...... دونوں کے ہی اندر شیطان حلول کر گیا تھا...... لیکن پھر بھی یہ حقیقت تھی کہ دونوں میں سے ایک قابل رحم تھا، یعنی بھیم چند...... ہریا کی تو خیر بات ہی مختلف تھی وہ مارا جاتا تو اسے خوشی ہوتی، اب بھی دل چاہ رہا تھا کہ ہریا کے لئے کوئی ایسا جال بچھاؤں کہ وہ زندہ نہ نکل سکے، لیکن بات کرم چند ہی کی آ رہی تھی...... کرم چند جی نے یہ کیا کیا دنیا کا ہر شخص مطلبی ہوتا ہے...... اپنے مطلب کے لئے وہ کسی کو غلط بیانی سے مجبور بھی کر سکتا ہے...... یہ بات بہر حال باعث افسوس تھی رات کے کھانے کے بعد مہرالنساء نے رحیم الدین چچا سے کہا۔

"چچا اب آپ کی طبیعت کیسی ہے"۔

"اب تو بالکل ٹھیک ہوں بیٹے...... رحیم الدین چچا نے کہا...... چہرہ اتر گیا...... آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے، لیکن یہ شدید بخار کی وجہ سے تھا...... اب رحیم الدین چچا کافی بہتر

آ رہے تھے...... اس نے ان سے کہا"۔

"رحیم الدین چچا مجھے آپ سے کچھ خاص باتیں کرنی ہیں"۔

"بیٹا میں بھی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا"۔

"تو اس کے لئے آپ مجھے وقت دیجئے"۔

"تھوڑا سا وقت اور گزر جانے دو...... یہ سب لوگ آرام کرنے لیٹ جائیں...... پھر اطمینان سے بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے...... مہرالنساء خاموش ہوگئی...... رات کو رحیم الدین چچا نے اسے خود ہی مخاطب کیا تھا، کہنے لگے"۔

"بیٹی مہرالنساء...... آؤ اوپر چھت پر بیٹھیں گے...... چھت پر ماحول بے حد پر فضا تھا...... رحیم الدین چچا نے وہاں پر کرسیاں ڈلوا دی تھیں، اس جگہ سے کرم چند جی کی حویلی صاف نظر آتی تھی...... مہرالنساء وغیرہ ادھر دیکھنے لگیں...... رحیم الدین چچا کے چہرے پر سوچ کے آثار تھے...... مہرالنساء خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی، اچانک رحیم الدین چچا چونک کر بولے"۔

"ہاں بیٹی کیا کہنا چاہتی تھی تم مجھ سے"۔

"رحیم الدین چچا اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ کیا کہنا چاہتے تھے...... آپ کہہ رہے تھے نا، کہ آپ مجھ سے کچھ باتیں کریں گے"۔

"ہاں وہ تو میں نے کہا تھا"۔

"تو پہلے آپ باتیں کیجئے...... رحیم الدین چچا مسکرائے اور بولے"۔

"اور اگر میں تم سے کہوں کہ تم پہلے مجھے بتاؤ"۔

"تو پھر میں آپ سے ضد کروں گی" مہرالنساء بولی۔

"خدا تمہیں خوش رکھے...... بچوں کی ضد پوری کرنا تو ماں باپ کا فرض ہوتا ہے...... اور میں بہر حال تمہارا بڑا ہوں اصل میں بیٹی...... در اصل بات بڑی عجیب سی ہوگئی ہے...... تمہیں حیرت تو ہوگی، مگر میں ڈرتا ہوں کہ بہر حال کرم چند تمہیں لے کر آیا تھا...... تم

ضرور اس کی بیٹی کرن کماری سے متاثر ہو گی"۔

"جی"۔

"ایک بات پوچھوں تم سے"۔

"جی پوچھئے"۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں بیٹی...... میرے اور تمہارے درمیان جو باتیں ہوں انہیں راز میں رکھنا تو کیا تم میری بات مان لو گی"۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں رحیم الدین چچا"۔

"مطلب"۔

"نہیں آپ مجھے بتائیے کہ میں آپ کی بات مان لوں گی یا نہیں"۔

"امید تو یہی ہے بیٹی"۔

"دیکھئے رحیم چچا بات اصل میں یہ ہے کہ میرا نام آپ کے علم میں ہے مسلمان ہوں متاسب بالکل نہیں ہوں، لیکن ایسا بھی نہیں کہ کسی کو صرف اس لئے نظر انداز کر دوں کہ وہ ہندو ہے...... مجھ پر ایک اعتماد کیا گیا تھا...... میں بس اسی اعتماد کے سہارے کام کر رہی تھی"۔

"ہاں پھر"۔

"نہیں آپ جو کہہ رہے تھے نا کہ میں آپ کی بات کو راز میں رکھ لوں گی"۔

"ہاں بیٹی...... دل پر ایک گھاؤ سا لگ گیا ہے"۔

"گھاؤ"۔

"ہاں"۔

"کیسا گھاؤ" رحیم الدین چچا۔

"بڑی ہنسو گی تم میری بات پر ممکن ہے، حیران بھی ہو جاؤ...... میں تمہیں بتاؤں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بھیم چند کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے...... مہر النساء چونک کر رحیم الدین چچا کو دیکھنے لگی پھر بولی"۔

"وہ کالے علم کا ماہر تھا"۔

"ہاں یہی تو اس کمبخت کی خرابی ہو گئی...... وہ برائیوں پر آمادہ ہو گیا اور میں اس کی وجہ جانتا ہوں"۔

"کیا وجہ ہے؟"۔

"بیٹی...... جب انسان کا دل کالا ہوتا ہے نا تو پھر نیک بد کی تمیز مٹ جاتی ہے اس نے اپنے جنون میں جو کچھ کر ڈالا وہ تو ایک الگ بات تھی، لیکن نیکی اور بدی کا تصور کھو بیٹھا تھا وہ...... جبکہ اسے یہ تصور نہیں کھونا چاہئے تھا"۔

"جی آپ کہتے رہئے...... کیونکہ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں"۔

"میں خود بھی اتنا الجھا ہوا ہوں کہ تمہیں اپنی بات سمجھاتے ہوئے مجھے ذرا سی مشکل پیش آ رہی ہے"۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ کو اس کی موت کا افسوس ہوا ہے"۔

"ہاں"۔

"وجہ بتانا پسند کریں گے آپ؟"۔

"اس لئے کہ اس کا ماضی اتنا برا نہیں تھا"۔

"وہ تو اسی بستی کا رہنے والا تھا نا؟"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور اس نے اسی بستی کے لوگوں کو نقصان پہنچایا"۔

"بہت بعد میں"۔

"بعد میں سے آپ کی کیا مراد ہے؟"۔

"پہلے وہ اتنا برا نہیں تھا"۔

"کیا ماضی تھا اس کا"۔

"وہ کرم چند کی حویلی میں کام کرتا تھا، وہی نہیں بلکہ اس کے ماں باپ بھی کرم چند کے

پرانے ملازم تھے"۔

"جی...... آگے کہیئے"۔

"بس بیٹی تم یوں سمجھ لو کہ انسان اپنی کمزوری کا شکار ہو گیا...... ہمارے ہاں تو اللہ کا احسان ہے کہ اونچ اور نیچ کا کوئی ذکر نہیں ہے...... ہر انسان، انسان ہوتا ہے...... انسان کو انسان ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن ایک بات ہے ہندو دھرم میں یہ بات بڑی خراب ہے...... وہاں ذاتوں کا فرق ہوتا ہے اور ذاتوں پر ایک دوسرے کو پرکھا جاتا ہے"۔

"بالکل"۔

"بیٹی میں تو تمہارا ماضی بھی نہیں جانتا...... کاش میں تمہارے بارے میں کچھ زیادہ جانتا...... بار بار میرے دل میں یہ خواہش ابھری ہے کہ پتہ تو چلے کس کی اولاد ہو...... ماں باپ نے یہ سب کچھ سکھا کر تمہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا" مہر النساء کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے نمی سی اتر آئی لیکن اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا" اور پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی"۔

"چچا آپ تو میرا ہی انٹرویو کرنے بیٹھ گئے"۔

"نہیں...... نہیں...... بالکل نہیں تو میں اصل میں تمہیں بتا رہا تھا کہ بھیما اتنا برا نہیں تھا...... بڑی اچھی شکل و صورت کا مالک تھا وہ، مگر دیکھو کالے کام چہروں پر ابھر آتے

رحیم الدین چچا حیرت سے مہر النساء کو دیکھنے لگے پھر بولے۔

"ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے تمہیں پہلے سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو"۔

"دیر سے مجھے یہ معلومات حاصل ہوئیں رحیم چچا ورنہ شاید میں بھیما کے ساتھ یہ سلوک نہ ہونے دیتی...... مہر النساء نے افسوس بھرے لہجے میں کہا"۔

"تو تمہیں سب کچھ معلوم ہو گیا؟"۔

"پھر بھی آپ مجھے بتائیے"۔

"بس جب اس کے ماتا پتا مر گئے...... خاندان والے بھی کچھ مر گئے...... کچھ بھاگ گئے...... کرم چند کی وجہ سے تو اس کے اندر بھی بغاوت ابھر آئی اور وہ یہاں سے نکل گیا...... اس نے کالے علم سیکھے اور اس کے بعد یہاں آ کر دوبارہ آباد ہو گیا...... پھر ساری باتیں ہوتی رہیں...... یہ سمجھ لو کہ وہ ہر ممکن کوشش کرتا رہا اور اس نے اپنے طور پر پھر بھی کوئی زبردستی نہیں کی...... پوری بات اگر پوچھو تو میرے دل میں بڑی عجیب و غریب کہانیاں بسی ہوئی ہیں"۔

"کیا رحیم چچا مہر النساء نے پوچھا"۔

"بس یوں سمجھ لو کہ مجھے بڑا افسوس ہے اس پر وہ مارا گیا مجھے بڑا ہی دکھ ہوا ہے...... مگر

چچا باتیں کرتے رہے..... مہرالنساء کے ذہن میں بے چارہ بھیم چند آ رہا تھا..... گناہ تو نہیں کیا
تھا اس نے حقیقت اس پر واضح نہیں ہوئی تھی ممکن ہے قدرت کی طرف سے بھیم چند کا اس
دنیا میں رہنا مناسب نہ سمجھا گیا ہو اور اسے آخری منزل پر پہنچا دیا گیا ہو، رہ گیا ہریا تو بہر حال
قدرت کا انتقام بھی تو ہوتا ہے، ہو سکتا ہے ہریا کرم چند جی کے سلسلے میں شیطان ثابت ہوا اور
کرم چند جی کے ان کرموں کا پھل ہریا کی شکل میں ملے، جہاں تک معاملہ کرن کماری کا رہا تو
وہ لڑکی محبت کی ماری تھی..... مہرالنساء اسے دیکھ چکی تھی، کچھ ایسی بددل ہوئی وہ کہ اسی رات
تقریباً تین بجے اپنی جگہ سے اٹھی اور رحیم الدین چچا کے گھر سے باہر نکل آئی..... ریلوے
اسٹیشن کا راستہ اسے معلوم ہو چکا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا اب سب کچھ بے کار تھا، ایک
بڑی سی چادر اوڑھ کر وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئی اور پھر جو بھی ٹرین سامنے آئی اس میں بیٹھ
گئی..... پیسے موجود تھے اس نے سوچا راستے میں ٹکٹ بنوا لے گی..... چند ہی لمحوں کے بعد
ٹرین نے اسٹیشن چھوڑ دیا تھا"۔

❁ ❁ ❁

ریل کی آواز اپنا ایک ردھم (سر) رکھتی ہے.....ماحول سنسان ہو..... قرب و جوار میں
لوگ نیند میں مست نظر آ رہے ہوں اور اس ردھم میں کوئی کہانی تلاش کی جائے تو یہ ردھم ہر
کہانی الفاظ کی شکل میں بیان کر دیتا ہے..... مہرالنساء کا دماغ نیند میں ڈوبا ہوا تھا..... پلکیں بار بار
جھپک رہی تھیں، لیکن دماغ میں ٹرین کا شور بسا ہوا تھا اور یہ شور اسے الفاظ کی شکل میں سنائی
دے رہا تھا"۔

"کہاں جاؤں گی؟"۔

"پتہ نہیں"۔

"کوئی منزل تو ہو گی"۔

"نہیں"۔

"وقت خود بخود منزل کا تعین کرتا ہے"۔

"تم کون ہو؟"۔

"پہچانو"۔

"ابو"۔

"ہاں"۔

"ابو آپ کہاں ہیں؟"۔

"امتحان گاہ میں"۔

"مطلب"۔

"امتحان دے رہا ہوں"۔

"کیسا امتحان؟"۔

"ماں باپ سے اس کی اکلوتی اولاد چھن جائے اور وقت اس سے کہے کہ امتحان دو... اس سے کڑا (سخت) امتحان کوئی اور ہو سکتا ہے"۔

"ابو میں کیا کروں؟"۔

"میں خوش ہوں"۔

"کس بات سے ابو؟"۔

"کہ تم میرے لئے ذریعہ امتحان بنی ہو...... بہت خوش نصیب ہوں میں کہ مجھے بڑے امتحان میں ڈالا گیا ہے، ورنہ دنیا اپنی منزل سے گزر جاتی ہے...... ماضی میں جو میرے ساتھ ہوا...... بھائیوں نے جو بھی سلوک کیا...... وہ بھی امتحان تھا لیکن وہ بہت چھوٹا سا امتحان تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی منزل جس طرح پائی وہ میرے لئے اللہ کا انعام تھا... اب اس نے مجھے یہ سب کچھ دے کر ایک نئے امتحان کے لئے منتخب کیا...... میں تو خوش نصیب ہوں کہ وہ نیا امتحان بھی دے رہا ہوں"۔

"ابو میں کیا کروں"۔

"امتحان دو"۔

"کیسے؟"۔

"یہ بزرگی...... یہ مرتبہ کسی کو نہیں ملتا...... بہت مشکل سے کوئی اس مرتبے کے لئے منتخب ہوتا ہے...... تمہیں بڑے بڑے کاموں کے لئے منتخب کیا گیا...... تم نے دیکھا شیطان نے تمہیں برائیوں کے لئے منتخب کیا، انتقام کے طور پر تمہیں اپنی بیٹی کے ... داخل کر دیا، لیکن اپنے اندر کے دل کو دیکھو...... جس میں "اللہ کی ذات" بسی ہوئی ہے... برائیاں نہ قبول کر کے تم نے نیکیوں کی جانب قدم بڑھائے...... ارے بیٹی...... تم تو ...

...کے لئے جنت کی سڑک بنا رہی ہو...... یہ سڑک مکمل طور پر تعمیر کر دو...... تمہیں واپس آنا ہے ہمارے پاس اور اس کے بعد ہم لوگ جو زندگی گزار دیں گے وہ ناقابل یقین مسرتوں کی ... ہوگی...... خبردار اپنے آپ کو مایوس نہ کرنا...... خوف زدہ نہ ہونا...... ہر مرحلے پر ثابت قدم رہنا...... یہی تمہاری جیت ہے اور یہی ہماری آرزو"۔

مہرالنساء اچانک چونک پڑی...... یہ الفاظ اس کے اپنے تراشے ہوئے نہیں تھے...... نہ ہی اس کے ذہن نے یہ کہانی تیار کی تھی، یہ الفاظ ریل کے پہیوں سے نکلنے والی گڑگڑاہٹ سے تشکیل پا رہے تھے...... یہ الفاظ ہواؤں کے دوش پر بھی اس تک پہنچ سکتے تھے، یا آسمان میں ستاروں کی تحریر بھی بن سکتے تھے، لیکن جو ردھم اس سے کچھ کہہ رہا تھا اس نے اس کے وجود کو منور کر دیا تھا...... ایک انوکھی ہمت اس کے اندر بیدار ہو گئی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس سے اچھی تو کوئی بات نہیں ہے...... آہ یہ آوازیں وہم نہیں تھیں، یہ جو الفاظ اس کے لئے تراشے گئے تھے وہ اس کے ذہن کی تراش نہیں تھی، وہ تو ایک سچائی تھی...... ایک حقیقت تھی...... اسے ایک سوال کا جواب درکار تھا اور اسے اس کی زندگی کے بہت سے سوالوں کے جواب مل گئے تھے جو کچھ ہوا تھا وہ بے شک بڑا سنسنی خیز تھا لیکن اس نے اسے اپنے ذہن پر طاری ہونے نہیں دیا تھا، بلکہ علم و عمل کی دنیا میں نکل آئی تھی اور اب علم و عمل کی یہ دنیا اس کے لئے رہنمائی کا درجہ بن چکی تھی...... بہت خوش ہو گئی تھی وہ اس سفر سے...... بہت خوش اور اب اسے نہ کسی منزل کی فکر تھی نہ ماحول کی...... وہ جانتی تھی کہ اس کے ماں باپ کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور علم و عمل کے راستے اس کے لئے متعین ہو رہے ہیں...... کہیں بھی چلی جائے...... کسی بھی جگہ مل جائے، نہ اس کے وجود کو خطرہ ہے، نہ اس کی کم سنی اور نوخیزیت کو کوئی خطرہ ہے...... نہ اس کے حسن کو کوئی خطرہ ہے...... نہ اس کی عزت و آبرو کو کوئی خطرہ ہے...... نادیدہ نگاہیں اس کی محافظ ہیں وہ ان نادیدہ نگاہوں سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کر رہی تھی اور پھر نجانے کب نیند نے اس کی آنکھوں میں بسیرا کر لیا...... زیادہ دیر نہیں سوئی تھی کہ آنکھ کھل گئی...... ایک عجیب سے سناٹے کا احساس ہو رہا تھا، ٹرین کے

پہیوں سے پیدا ہونے والی آوازوں کا ردھم رک گیا تھا...... سوئے ہوئے ذہن میں تو
سی تحریک ہوئی تو احساس ہوا کہ ٹرین ہی رکی ہوئی ہے...... ایک چھوٹا سا اسٹیشن تھا......
سے باہر جھانکا تو اکا دکا افراد بھوت پریتوں کی طرح خاموش اور سنسان ماحول میں چلتے پھر
نظر آرہے تھے...... ٹرین میں کچھ لوگ جاگ گئے تھے...... کسی طرف سے آواز ابھری۔

"کیا ہوا ریل رک کیوں گئی؟"۔

"انجن خراب ہو گیا ہے...... دیکھ بھال ہو رہی ہے"۔

"کب تک ریل رکی رہے گی"۔

"اللہ بہتر جانتا ہے"۔

"اندر تو بڑا حبس ہو رہا ہے"۔

"نیچے اتریں"۔

"ہاں یہی مناسب ہے پھر آوازیں بند ہو گئیں، مہرالنساء کو صورتحال کا علم ہو
تھا...... اسے بھی گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی، چنانچہ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور آہستہ آہ
دروازے کی جانب بڑھ گئی...... پھر وہ دروازے سے نیچے اتر گئی تھی...... سنسان ماحول پر
ایک عجیب سا احساس رچا ہوا تھا...... وہ چند قدم آگے بڑھی تھی کہ اسے اپنے پیچھے تیز
قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کوئی اس کے قریب پہنچ گیا...... مہرالنساء کے دل سے ا
خوف تو نکل ہی چکا تھا، وہ ایک دم رک گئی...... آنے والا جب بالکل اس کے قریب آ گیا
مہرالنساء نے اسے دیکھا ایک جوان اور خوش شکل آدمی تھا...... شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا
چہرے پر ایک عجیب سی الجھن رچی ہوئی تھی...... قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا......
جوان مرد کا ایک ایسی عورت سے مخاطب ہونا جو ایک بڑی سی چادر میں لپٹی ہوئی ہو اور جس
کے چہرے سے کوئی احساس نہ ہوتا ہو کہ وہ کون ہے اور کیا دیکھ رہی ہے...... کیا سوچ رہی
ہے...... کہاں جارہی ہے...... کیوں اتری ہے؟" اپنا مخاطب بڑی عجیب حیثیت کا حامل تھا
مہرالنساء نے سلام کا جواب دیا تو وہ بولا"۔

"بڑی اماں آپ کا نام مہرالنساء ہے...... یہ بڑی سنسنی خیز بات تھی، لیکن اس سے پہلا
والا جملہ بھی بڑی دلچسپی کا حامل تھا...... اس نوجوان نے جو مہرالنساء سے آٹھ دس سال ہی بڑا
ہوگا...... مہرالنساء کو بڑی اماں کہہ کر مخاطب کیا تھا، اس کی کیا وجہ ہے...... بہرحال مہرالنساء کو
سوچنے کا بہت زیادہ موقع نہیں مل سکا...... وہ شخص پھر بولا"۔

"بڑی اماں میرا نام شہزاد علی ہے"...... شاید آپ کے ذہن میں بھی میرا نام ہو...... یہ
صرف میں اپنے اندازے کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"۔

"بڑی اماں میں آپ ہی کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا...... آپ صرف مجھے ایک بات
بتا دیجئے کہ آپ کا نام مہرالنساء نہیں ہے"۔

"ہے...... مہرالنساء حیرت سے بولی"۔

"دیکھئے بڑی اماں میں اور کچھ نہیں کہوں گا ایک اچانک نمودار ہونے والے درویش نے
مجھے میری مشکلات کا حل بتایا تھا...... پچھلی ہی شام کی بات ہے...... مغرب کے وقت اپنے گھر
واپس لوٹ رہا تھا...... پریشانیوں کا دل میں انبار تھا...... وہ درویش مجھے کالی ندی کے کنارے
ملے...... پلیا پر بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے...... ہاتھ اٹھا کر مجھے روکا اور کہنے لگے"۔

"صبح ہونے سے پہلے ریلوے اسٹیشن چلے جانا...... سورج جب کھل رہا ہو اس وقت کی
کہہ رہا ہوں...... ایک ریل یہاں آکر خراب ہو جائے گی...... لوگ اتریں گے، لیکن اس سے
ایک خاتون بھی اتریں گی جن کا نام مہرالنساء ہوگا...... ان کے پاس چلے جانا سلام کرنا...... نام
لینا ان کا اور اپنی مشکل بتا دینا...... تمہارے ساتھ آجائیں گی...... بس یوں سمجھ لو کہ وہ
تمہاری مشکلوں کا حل ہیں...... بڑی اماں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں پوری رات یہاں گزار چکا
ہوں...... اس انتظار میں کہ ٹرین یہاں آکر خراب ہو جائے، مسافر نیچے اتریں...... آپ بھی
نیچے اتریں...... بڑی اماں اور میں آپ کے پاس اپنی درخواست لے کر جاؤں۔

مہرالنساء پریشانی کے عالم میں سوچنے لگی کہ کیا کرے کیا نہ کرے...... بڑی عجیب بات

تھی نوجوان آدمی جس نے اپنا نام شہزاد علی بتایا تھا...... شکل وصورت سے ایک شریف
معلوم ہوتا تھا، اس کے چہرے پر پریشانی کی جھلک بھی تھی پھر کہانی اس نے جو کچھ بھی
ہو وہ الگ بات تھی لیکن اس نے مہرالنساء کو مہرالنساء کے نام ہی سے پکارا تھا اور کسی بزرگ
حوالہ دیا تھا...... بات وہی تھی...... راہ حق میں قدم اٹھا دیئے تھے تو خطرات کی پرواہ کر
وسوسوں کا شکار رہنا بڑا عجیب تھا...... ایک مسلمان سلام کرنے کے بعد اپنی مشکل بیان کر
ہے...... بس اتنا کافی ہے...... عمادالدین کی آواز کی رہنمائی نے دل اور کھول دیا تھا، چنانچہ
مہرالنساء نے ایک لمحے کے اندر فیصلہ کیا کہ کسی خاص منزل کا تعین کر کے تو نکلی نہیں
کہیں بھی جانا تھا جہاں ٹرین رک جاتی وہاں اترنا ہی تھا...... یہاں رک جائے تو کیا حرج
ہے...... دیکھ تو لے کہ ایک مصیبت زدہ تجھ سے کیا چاہتا ہے، چنانچہ دل سے وہ اس بات پر
آمادہ ہوگئی کہ شہزاد علی کے ساتھ چل پڑے، البتہ یہ خیال اس کے دل میں آیا تو اس نے
پوچھا"۔

"تمہارا نام شہزاد علی ہے"۔

"ہاں بڑی اماں وہ بولا"۔

"شہزاد علی کیا تم مجھے ان درویش کا حلیہ بتا سکتے ہو؟" جنہوں نے تمہیں اس کام کے
لئے آمادہ کیا۔

شہزاد علی کچھ سوچنے لگا اور پھر اس نے ایک حلیہ دہرایا اور مہرالنساء کا دل بری طرح
دھڑکنے لگا...... یہ حلیہ تو عمادالدین کا تھا، اس کے دل میں بے اختیار گولہ سا اٹھا
عمادالدین کی روحانیت کے بارے میں تو وہ جانتی ہی تھی لیکن عمادالدین اب بھی اس کے
لئے اس طرح سرگرم عمل ہے وہ اب بھی اس کے راستے صاف کرتے جا رہے ہیں...... یہ
احساس کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے...... شہزاد علی بیچارے نے اسے چادر میں لپٹے
ہوئے دیکھا تھا اور اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکا تھا، اس لئے اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ
چادر میں لپٹی ہوئی یہ عورت نوجوان عورت ہے یا کوئی بوڑھی خاتون...... درویش نے اسے

ایک ایسی خاتون کے بارے میں بتایا تھا جو اس بستی کے اسٹیشن پر اترے گی، اس بیچارے نے
یہی سوچا ہوگا کہ وہ ایک عمر رسیدہ خاتون ہوگی، کیونکہ ایسے علوم جاننے والی کوئی نوجوان اور
نوخیز لڑکی تو نہیں ہو سکتی لیکن کسی درویش کے روپ میں آکر اگر عمادالدین نے اسے اپنی بیٹی
کے بارے میں بتایا تھا تو یہ بہرحال ایک انوکھی بات تھی اور ساتھ ہی ساتھ دل گداز بھی،
چنانچہ مہرالنساء نے کہا۔

"شہزاد علی...... میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں"۔

"اللہ آپ کا بھلا کرے بڑی اماں آیئے...... مہرالنساء شہزاد علی کے ساتھ اسٹیشن سے
باہر نکل آئی...... شہزاد علی کو اس درویش کی بات پر اتنا بھروسہ تھا کہ اس نے آگے کے
انتظامات بھی کر رکھے تھے، چنانچہ ایک تانگہ تیار ملا...... تانگے کا کوچوان گھوڑے کے ساتھ
کھڑا ہوا تھا...... شہزاد علی باہر نکل کر اس کے قریب پہنچا تو کوچوان نے کہا"۔

"آگئے تمہارے مہمان شہزاد علی"۔

"ہاں بابا کریم بخش"۔

"کوئی سامان وغیرہ ساتھ نہیں ہے؟"۔

"درویشوں اور بزرگوں کے ساتھ سامان کہاں ہوتا ہے بابا کریم بخش"۔

"ٹھیک کہتے ہو توان کا سامان تو ان کی ذات ہی ہوتی ہے...... اتنا بوجھ ہوتا ہے ان پر اس
سامان کا کہ اٹھایا نہیں جاتا...... بی بی صاحب بیٹھ جایئے" تانگے والے بابا کریم بخش کی گفتگو
بڑی صاف اور شگفتہ تھی...... مہرالنساء نے اسے محسوس کیا اور یہ اندازہ لگایا کہ وہ کوئی پڑھے
لکھے آدمی ہیں...... ویسے علم کسی کی جاگیر نہیں ہوتا...... کوئی بھی شخص باقاعدہ سکولوں سے
تعلیم یافتہ نہیں لیکن زیور تعلیم سے آراستہ ہونا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہوتا...... وہ تانگے
کے پچھلے حصے میں بیٹھ گئی...... بڑے دل، گردے کا کام تھا ایک نوجوان اور نوخیز لڑکی اس
طرح نہ صرف ماری ماری پھر رہی تھی بلکہ نادیدہ دشمن اس کی تاک میں بھی تھے اور وہ پورے
اعتماد سے نئے نئے ہنگاموں میں ٹانگ اڑاتی جا رہی تھی، لیکن اس سلسلے میں مہرالنساء کا تصور یہ

تھا کہ وہ تو ایک آزمائش ہے، ایک طرح سے ایک شیطان کے خلاف ہتھیار ہے، جو کسی
کے ہاتھ میں اور کوئی اور اسے استعمال کر رہا ہے...... ہتھیار کا کیا بگڑتا ہے...... کاٹے گا یا ٹو
جائے گا اور بس اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا...... یہ اس کا ایمان تھا اور اسی ایمان کے تح
اجنبی لوگوں کے درمیان...... بڑے سے بڑے لوگوں کے درمیان گھس رہی تھی...... اپ
آپ کو آزما رہی تھی، اس کے علاوہ ایک اور تصور بھی اس کے دل میں تھا...... بدن کشکا
ہے...... روح اس کی اپنی...... کشکا کے جسم سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور وہ بے جگر
سے مشکل سے مشکل لمحات کا سامنا کر رہی تھی لیکن یہ اعتماد بھی بڑھتا جا رہا تھا کہ بدن بے
شک کشکا کا سہی لیکن اس کی محافظت ہو رہی ہے اور کوئی گندی اور میلی نگاہ اس بدن کو داغ دا
نہیں کر سکے گی...... اس لئے وہ بے دھڑک تھی، چادر میں لپٹے ہونے کی وجہ سے بیچارہ شہزا
علی جو شکل و صورت سے ایک پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا اور خاصا پر وقار بھی...... اسے
بڑی اماں کہہ کر مخاطب کر رہا تھا...... شہزاد علی تانگے والے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور تانگہ
خاموشی سے سنسان سڑکوں کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا...... بستی بے شک چھوٹی تھ
لیکن صاف شفاف تھی...... سڑکوں پر جھاڑو دی جا رہی تھی اور صبح کا سہانا منظر ماحول کی
دلکشی میں ایک انوکھا اضافہ کر رہا تھا...... سفر بالآخر ایک جگہ ختم ہو گیا...... شہزاد علی نے اتر کر
تانگے والے کو پیسے دیئے اور پھر پیچھے آ کر بولا"۔

"بڑی اماں آپ کا بھائی ہوں یا بیٹا ہوں جو بھی سمجھ لیجئے گا...... آیئے آپ کو سہارا دے
کر نیچے اتار دوں"۔

"نہیں بھائی میں اتر جاؤں گی...... مہرالنساء نے کہا اور اطمینان سے نیچے اتر گئی......
تانگے والا ذرا سا آگے بڑھا تو شہزاد علی نے ایک تپلی گلی کا رخ کیا اور بولا"۔

"بڑی اماں میں آپ کو سیدھا اپنے گھر نہیں لے جا رہا بلکہ اپنے دوست کے گھر لے
جا رہا ہوں جس کا نام نیاز خاں ہے...... نیاز خاں بہت اچھا انسان ہے...... بیوی مر چکی ہے......
چھوٹے بچے ہیں...... والدہ کے ساتھ رہتا ہے...... میرا اہم راز ہے...... آپ کو بہن اور ماں

کی ہی درجہ دے گا...... اصل میں...... میں آپ کو سیدھا اپنے گھر اس لئے نہیں لے جا رہا کہ
پہلے آپ کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دوں، اس کے بعد آپ جو بھی فیصلہ کریں گی وہ
بہتر ہو گا"۔

"کیا نیاز خاں کو معلوم ہے کہ تم ریلوے اسٹیشن آئے ہو اور کسی کو لے کر اس کے گھر
آ رہے ہو؟"۔

"ہاں...... سب کچھ بتا دیا ہے میں نے اسے...... وہی میرا ایک گہرا راز دار دوست ہے"۔

"ٹھیک ہے...... تپلی سی گلی میں داخل ہونے کے بعد مہرالنساء اور شہزاد علی ایک معمولی
سے مکان کے دروازے پر رک گئے...... شہزاد علی نے زنجیر بجائی تو نیاز خاں نے دروازہ کھولا
اور پھر نیاز خاں کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے، لیکن کچھ بولے بغیر وہ پیچھے
ہٹ گیا اور شہزاد علی نے بڑے ادب کے ساتھ مہرالنساء کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور بولا"۔

"آیئے بڑی اماں...... یہ میرا دوست نیاز خاں ہے...... نیاز خاں نے مہرالنساء کو سلام
بھی کیا تھا اور پھر بڑے احترام سے اندر لے گیا تھا، جہاں ایک بزرگ خاتون موجود تھیں......
دو بچے سو رہے تھے...... بزرگ خاتون بھی جاگ رہی تھیں...... شاید نماز سے فارغ ہوئی
تھیں...... بڑے احترام سے بولیں"۔

"آؤ بہن اندر آ جاؤ...... مہرالنساء نے نیاز خاں اور اس کی والدہ کے چہرے پر حیرت کے
آثار دیکھے تھے...... نیاز خاں بھی ایک شریف صورت آدمی معلوم ہوتا تھا...... برآمدے
کے تخت پر بیٹھ کر مہرالنساء بولی"۔

"ہاں شہزاد علی بھائی اب آپ بتایئے آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ آپ مجھے یہاں لے کر
آئے ہیں تو کم از کم یہ بات میں جانتی ہوں کہ نیاز خاں بھائی آپ کے راز دار دوست ہوں
گے...... بتایئے مشکل کیا ہے؟"۔

"بی بی ابھی تو آپ ہماری مہمان آئی ہیں...... کچھ چائے پانی تو ہو جائے...... ناشتے کا
وقت ہے...... غریب لوگ ہیں ہم مگر تھوڑی سی خدمت کا موقع تو ضرور دیجئے گا...... چلو تم

دونوں باہر جاؤ...... ایک پردے دار بی بی تمہارے سامنے چہرہ تو نہیں کھول سکتیں"۔

"بڑی اماں ہم دونوں آپ کے بچے ہیں جس طرح یہ میری ماں ہے اسی طرح ہماری ماں ہیں...... ہم آپ کا بے حد احترام کریں گے...... آپ کو ذرا برابر تکلیف ہو گی...... آؤ اماں سچ کہہ رہی ہیں...... پہلے تھوڑی سی خاطر مدارت تو کر لی جائے اور ناشتہ لے کر آتا ہوں...... آؤ شہزاد علی، دونوں باہر نکل گئے...... مہرالنساء کو دل میں آرہی تھی...... خوب بڑی اماں بنی تھی وہ لیکن ابھی اس کا راز فاش ہونے والا تھا۔ جب دونوں باہر چلے گئے تو نیاز خاں کی والدہ کہنے لگیں"۔

"بہن اب آرام سے بیٹھو...... چہرے سے یہ چادر ہٹا دو...... یہاں کوئی مرد رہا...... مہرالنساء نے ہنستے ہوئے اپنا چہرہ کھولا تو عمر رسیدہ خاتون منہ پھاڑ کر رہ گئیں تک کچھ نہ بول سکیں...... آگے بڑھیں اور حیرت سے مہرالنساء کا چہرہ دیکھا اور پھر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے میرے مولا! تم کون ہو بی بی"۔

"بڑی اماں مہرالنساء نے کہا اور ہنس پڑی"۔

"لو خدا کی نیکی ارے تم بڑی اماں ہوئیں تو ہم تو دادی اماں کہلائیں گے بلکہ پڑ اماں...... اے میں کہتی ہوں یہ شہزاد علی کا کیا دماغ پھر گیا ہے...... ارے چھوٹی سی بچی اماں بڑی اماں کہے جا رہا ہے...... مہرالنساء کو خوب ہنسی آرہی تھی...... ہنستی رہی پھر بولی

"اب آپ بتائیے میں آپ کو کیا کہوں؟"۔

"بیٹی سچ مچ میں تو تمہاری ماں کیا دادی کے برابر ہوں...... ارے ابھی تمہاری کتنی سی ہے، مگر بیٹی یہ قصہ کیا ہے...... بات میری سمجھ میں نہیں آئی...... ایک بات معاف کرنا...... بڑے اعتماد کے ساتھ کہہ رہی ہوں...... شہزاد علی بالکل نیک بچہ ہے کسی بات پر شبہ تو میں قیامت تک نہیں کر سکتی...... ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اسے بیٹی تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے بتاؤ تو سہی قصہ کیا ہوا ہے یہ...... ارے تم تو چھوٹی سی بچی

یہ بتایا تھا کہ کسی درویش نے کسی اللہ والی خاتون کی آمد کی خبر دی ہے اسے...... اور اللہ نے چاہا تو اس کے حالات بہتر ہو جائیں گے...... کوئی ڈھونگ ہو گیا اسے کیا"۔

"کیا کہہ سکتی ہوں اماں بی...... بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں ریلوے اسٹیشن پر اتری اور شہزاد علی بھائی مجھے بڑی اماں...... بڑی اماں کہہ کر یہاں تک لے آئے...... کہنے لگے کہ ان کی کوئی مشکل ہے جو میری وجہ سے دور ہو جائے گی"۔

"اے بٹیا غلط فہمی ہو گئی ہے بے چارے کو...... حالات نے اتنا ستایا ہے اسے کہ دماغ گھوم کر رہ گیا ہے...... ویسے میں پھر تمہیں یقین دلا رہی ہوں کہ بڑا نیک بچہ ہے...... اللہ اس کی مشکل دور کرے...... غلط فہمی میں آ گیا ویسے بیٹی تم کہاں جا رہی تھیں...... یہیں اترنا تھا کیا؟"۔

"اماں بی آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں بھی بس دربدر بھٹک رہی ہوں...... اپنے مشکل حالات سے گزر رہی ہوں...... آپ جیسے بزرگوں کے زیر سایہ آ گئی ہوں...... ہو سکتا ہے آپ کی دعا سے میری مشکل حل ہو جائے"۔

"لو بی بی یہ تو معاملہ ہی الٹا ہو گیا...... ارے واہ اس کے بعد عمر رسیدہ خاتون حیرت سے نکلیں تو انہوں نے بھی خوب قہقہے لگائے...... مہرالنساء کو یہاں آ کر بہت اچھا لگ رہا تھا...... ایک دلچسپ غلط فہمی نے بہت ہی دلچسپ حالات پیدا کر دیئے تھے...... عمر رسیدہ خاتون بڑی خوش مزاج تھیں...... وہ مہرالنساء سے اس کے حالات پوچھتی رہیں اور مہرالنساء نے انہیں بتایا کہ بس اللہ کے نام کے ساتھ اسے ہدایات دی گئی ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے لوگوں کی مشکلات میں ان کا ساتھ دے اور وہ اپنا فرض پورا کر رہی ہے...... غرضیکہ صورت حال اس شکل میں چلتی رہی...... کچھ دیر کے بعد شہزاد علی اور نیاز خاں آ گئے...... حلوہ پوری وغیرہ ساتھ لائے تھے...... بڑی بی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا، ورنہ اس سے پہلے وہ ہنستی جا رہی تھی اور انہوں نے بعد میں یہ کہا تھا کہ شہزاد علی اور نیاز خاں کو ابھی صورت حال نہیں بتائیں گے۔ لیکن ان کے چہرے کی شگفتگی اور خوش مزاجی دیکھ کر نیاز خاں نے کہا"۔

"کیا بات ہے اماں اپنی عمر کی مل گئیں تو خوشیوں سے پھولے نہیں سما رہیں لیکن خیال

رکھنا اللہ والے لوگ ہوتے ہیں...... کسی بات پر بگڑ نہ جائیں"۔

"تم دونوں باہر جاکر ناشتہ کرو...... میں تمہاری بڑی اماں کے ساتھ ناشتہ کر
ہوں...... وہ دونوں باہر نکل گئے...... مہرالنساء نے ناشتے میں تکلف نہیں کیا تھا...... اللہ کا
تھا اس کی رحمت سمجھ کر قبول کرنا تھا...... ہاں بس یہ دعا تھی اس کے دل میں...... کہ ان
مشکل کا حل دریافت کرلے...... ناشتے کے دوران اس نے نیاز خاں کی والدہ جن کا نام ر
بیگم تھا ان سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے تو رقیہ بیگم کانوں کو ہاتھ لگا کر بولیں"۔

"نہ بی بی نہ...... یہ امانت میں خیانت ہوگی کیونکہ معاملہ شہزاد علی کا ہے اور ایسا ہی
کہ تذکرہ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے...... میں بیچ میں نہیں پڑوں گی بٹیا...... ساری باتیں
جانیں اور وہ سب جانیں میں کچھ نہیں بتانے کی...... شہزاد علی ہی سب کچھ بتائے گا"۔

"ٹھیک ہے میں شہزاد علی بھائی سے ہی پوچھ لوں گی...... مہرالنساء نے کہا...... ناشتے
فراغت ہوگئی تو شہزاد علی نے کہا"۔

"رقیہ خالہ میں ذرا گھر جا رہا ہوں...... گھر کا بھی جائزہ لے لوں...... دیکھوں ذرا رشید
کیا حال ہے"۔

"جاؤ تم آرام سے جاؤ...... تمہاری بڑی اماں میری مہمان ہیں...... بے فکر ہو
جاؤ...... شہزاد علی مہرالنساء کے سامنے آکر بولا"۔

"بڑی اماں دوپہر تک کی اجازت چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف
نہیں ہوگی...... جب آپ میری مشکل حل کرنے کے لئے آئی ہیں تو یقینی طور پر مجھے دن
بھی دیں گی، اس کا صلہ میں تو آپ کو کیا دے سکوں گا اللہ تعالیٰ دے گا"۔

"ٹھیک ہے شہزاد بھائی آپ جایئے"۔

رقیہ بیگم نے تو مہرالنساء کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن مہرالنساء بھی آرام کرنا چا
تھیں...... جن واقعات سے گزر کر یہاں تک آئی تھی اب اس کے بعد تھوڑا سا آرام کر
تو اسے بھی سکون مل جاتا...... اس نے رقیہ خالہ سے اس کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگیں"۔

"خوشی سے...... بچے ابھی اٹھنے والے ہیں انہیں تیار کر کے سکول بھیجوں
گی...... کیا کہوں نوجوان بہو ذمہ داریاں میرے سپرد کر کے اس دنیا سے چلی گئی"۔

"یہی میں آپ سے پوچھنے والی تھی نیاز خاں بھائی کی بیگم؟"۔

"کیا بتاؤں بیٹی تیسرے بچے کی پیدائش میں بس دنیا چھوڑ گئیں...... بچہ بھی اللہ میاں کو
پیارا ہو گیا...... تفصیل بے کار ہے...... ہم غریب لوگ ہیں لیکن زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ
ہوتی ہے...... یہ ہمارا ایمان ہے...... بڑے ہسپتالوں میں لے جاتے تو کیا موت نہ واقع ہوتی"۔

"جی...... مہرالنساء نے کہا پھر وہ ایک بستر پر لیٹ کر سو گئی...... رات بھر کی جاگی ہوئی
تھی...... ریل میں بھلا نیند کہاں آتی ہے...... بس یونہی پلکیں جھپکی تھیں اور صبح کی روشنی
نمودار ہوگئی تھی، چنانچہ اس وقت سوئی تو دوپہر کو بارہ بجے اٹھی...... بچے سکول جا چکے تھے،
یک لڑکا تھا ایک لڑکی تھی...... بس اس نے ان کی ایک جھلک ہی دیکھی تھی...... نیاز خاں بھی
نایداپنے کام پر چلا گیا تھا...... مہرالنساء نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا...... رقیہ بیگم باورچی خانے
ں مصروف تھیں...... منہ ہاتھ دھونے کے بعد مہرالنساء ان کے پاس چلی گئی"۔

"رقیہ خالہ آپ کے ساتھ باورچی خانے میں کام کروں گی"۔

"ارے بیٹی شرمندہ تو نہ کرو...... آج ہی تو مہمان آئی ہو...... بچی ہو میری مجھے تم سے
م کرانے میں کوئی آر نہیں ہے پر ابھی کچھ نہ کرو"۔

"رقیہ خالہ بہت عرصے سے میں نے ایسا ماحول نہیں دیکھا...... آپ کے ہاں آکر بڑی
ائیت محسوس ہو رہی ہے...... خدا کرے میں شہزاد بھائی کے کچھ کام آجاؤں، لیکن آپ کا
رھی مجھے اپنا ہی گھر محسوس ہوا ہے"۔

"لو پھر یہ تھوڑی سی پیاز کاٹ لو، اگر شوق ہی پورا کرنا ہے تو کرلو...... میں راستہ نہیں
روک رہی...... بہت عرصے کے بعد گھر جیسا ماحول ملا تھا مہرالنساء کو...... پیاز کاٹتے ہوئے
آنکھوں میں آنسو آگئے...... جی بھر کر آنسو بہائے...... رقیہ خالہ یہی سمجھیں کہ پیاز کے آنسو
ہیں لیکن ان کی آڑ میں دل کی بھڑاس بھی نکل گئی تھی...... کھانا تیار ہو گیا...... بچے سکول سے

واپس آ گئے...... دونوں بہت پیارے تھے...... مہر النساء کو اپنا بچپن یاد آ گیا، لیکن بہر
جذباتی باتیں ہوتی ہیں اور ان کے بارے میں سوچنا بڑا عجیب لگتا ہے...... نیاز خاں اور شر
تو واپس نہیں آئے تھے بچوں کے ساتھ کھانا کھایا اور مہر النساء ان بچوں سے باتیں
رہی...... دو بجے ہوں گے جب شہزاد علی نے دروازے پر دستک دی اور رقیہ خالہ نے

"یہ شہزاد علی ہے تم چہرہ ڈھک لو...... مہر النساء نے دلچسپی کی خاطر اپنے چہرے
چادر اسی انداز میں لپیٹ لی کہ اس کی آنکھیں نظر آتی رہیں اور باقی اس کا چہرہ
جائے...... اجازت ملنے پر شہزاد علی اندر آ گیا...... بڑے ادب سے رقیہ خالہ اور مہر
سلام کیا اور بولا"۔

"بڑی اماں مجھے یقین ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہو گی"۔

"ہاں...... آپ نے تو مجھے بہت اچھا ماحول مہیا کر دیا ہے شہزاد علی بھائی"۔

"یہ میرا اپنا ہی گھر ہے کھانا وغیرہ کھا لیا ہے آپ نے"۔

"ہاں"۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنی بپتا (کہانی) سنا دوں اور آپ سے درخواست کر
اللہ کے نام پر میری مدد کیجئے گا...... اللہ نے آپ کو میرا مددگار بنایا ہے...... میں آپ
بات کہتے ہوئے کوئی جھجک نہیں محسوس کروں گا"۔

"کیوں نہیں...... مہر النساء نے پورے خلوص کے ساتھ کہا...... یہ بات کیا کم
شہزاد علی کو عماد الدین نے مہر النساء کے آنے کی خبر کی تھی...... روحانیت کا ایک طویل
جاری تھا اور مہر النساء اس بوجھ سے سرشار تھی...... بہر حال اس کے بعد شہزاد
مونڈھے پر گردن جھکا کر بیٹھ گیا اب وہ اپنی کہانی سنانے کے لئے تیار تھا۔

"مہر النساء منتظر نگاہوں سے سامنے بیٹھے ہوئے شہزاد علی کو دیکھ رہی تھی...... وہ نگاہیں
جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک شریف النفس نوجوان معلوم ہوتا
تھا...... ایک بار بھی اس نے مہر النساء کے چہرے کی طرف نظر نہیں اٹھائی تھی...... بے شک
چہرہ چادر میں چھپا ہوا تھا، لیکن مہر النساء کی چال ڈھال...... اس کا انداز ستر پردوں میں بھی
ظاہر کر دیتا تھا کہ وہ ایک نوجوان اور نوخیز لڑکی ہے، لیکن اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ شہزاد علی کی
شرافت اسے نگاہیں اٹھانے تک سے روک رہی ہے...... شہزاد علی کچھ لمحے خاموش رہا پھر
اس نے کہا۔

"بڑی اماں...... میں ٹھیکیدار ہوں...... مختلف قسم کے ٹھیکے اٹھاتا ہوں...... اللہ تعالیٰ
اچھی دال روٹی چلا دیتا ہے...... سڑکیں بھی بناتا ہوں...... پل بھی بناتا ہوں...... عمارتیں
بھی بناتا ہوں...... تھوڑی سی کاشتکاری بھی ہے...... باغ لگا رکھا ہے...... بہت سے مزدور
میرے ساتھ کام کرتے ہیں...... میں آپ کو انتہائی مختصر الفاظ میں اپنی داستان سنانے کی
کوشش کروں گا...... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ...... بات ایک سونے کے مجسمے کی ہے...... یہ مجسمہ
مجھے کھدائی کے دوران ایک جگہ سے دستیاب ہوا تھا...... ایک عجیب و غریب قسم کا شیطانی
مجسمہ تھا، لیکن میرے اپنے تجربے نے بھی مجھے بتا دیا کہ وہ خالص سونے کا ہے...... وزن اس
کا آدھا کلو کے قریب ہو گا...... آپ خود سوچ لیجئے...... بڑی اماں! ایک ایسا سونے کا مجسمہ جو
کسی کو ایسی جگہ سے دستیاب ہو جائے جہاں کوئی اس کا دعویدار نہ ہو...... کسی انسان کے لئے
کیا حیثیت رکھ سکتا ہے؟ میں خاموشی سے اسے گھر لے آیا...... دو دن تک یہ سوچتا رہا کہ

رشیدہ کو اس کے بارے میں بتاؤں کہ نہیں...... میں نے اسے بڑی حفاظت سے ایک
کیس میں رکھ دیا تھا، لیکن...... دوسری صبح جب میں جاگا تو میں نے رشیدہ کو حیران
پایا...... ایک بات بتادوں آپ کو...... کہ رشیدہ کے والد سنار کا کام کرتے ہیں...... خود
بھی سونے کے بارے میں بڑی پرکھ ہے...... رشیدہ مجسمہ ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی
اس کے ہاتھ میں مجسمہ دیکھ کر حیران رہ گیا...... اس نے خود ہی مجھے مخاطب کیا اور بولی
ذرا اسے دیکھئے...... یہ خالص سونے کا ہے...... کیا آپ اسے لے کر آئے تھے؟
لے کر آئے تھے تو اسے اتنی آسانی سے کارنس پر رکھ کر چھوڑ دیا"۔

"کارنس پر" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں...... بچے اس سے کھیل رہے تھے...... مجھے دکھاتے ہوئے کہنے لگے......
مما...... کیسا خوبصورت کھلونا ہے" میں تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی...... میں نے مجسمہ
ہاتھ سے لے لیا...... رشیدہ کی بات مجھے عجیب سی لگی تھی...... میں نے بچوں سے
پوچھا کہ انہوں نے مجسمہ کہاں سے اٹھایا ہے......؟ میرے بچے بہت معصوم ہیں......
نے کہا کہ یہ مجسمہ کارنس پر رکھا ہوا تھا...... میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ سوٹ کیس
کر کارنس پر کیسے آگیا؟ لیکن میں نے اسے لے کر دوبارہ ایک الماری میں بند کر
دوسرے دن پھر وہ مجسمہ اسی کارنس پر تھا اور اس دن میں نے اسے اپنی آنکھوں
تھا...... اب تو مجھے حیرت ہوئی اور میں نے رشیدہ کو اس سلسلے میں بتایا تو وہ بھی حیران
لیکن وہ عورت تھی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"آپ اس کی صورت دیکھ رہے ہیں...... یہ بڑا عجیب ہے...... کہیں کوئی جادو وا
نہ ہو" میں خود بھی یران تھا...... میں نے کہا"۔

"رشیدہ...... اسے اپنے پاس رکھو...... اور ذرا اس کا جائزہ لو" لیکن اس شام جب
واپس آیا تو رشیدہ کی بری حالت تھی...... وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی...... میں
سے اس کے خوف کی وجہ پوچھی تو وہ بولی۔

"یہ مجسمہ بولتا ہے...... چلتا ہے...... ہلتا جلتا ہے" اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ
ری کہ اس وقت اس مجسمے کا انداز بدلا ہوا تھا...... شکل و صورت وہی تھی...... پہلے اس کے
تھ سینے پر بندھے ہوئے تھے...... لیکن اس وقت اس نے دونوں ہاتھ نیچے کئے ہوئے
تھے...... مجھے اپنی عقل پر کوئی شبہ نہیں ہے اور نہ ہی اپنی یادداشت پر...... بہر حال...... پھر
ایک دن رشیدہ نے مجھے بتایا کہ مجسمہ خود اس کے سامنے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا
ہے...... اس دوران رشیدہ کی تو بہت بری حالت تھی...... میں بھی اعتراف کرتے ہوئے
شرم محسوس نہیں کرتا کہ خود میری بھی سیٹی گم ہو گئی تھی...... ایسے واقعات سے کبھی واسطہ
نہ پڑا نہیں تھا، لیکن دوسروں سے قصے بہت سے سنے تھے...... اتنی بھی ہمت نہیں ہو سکی کہ
کھلے دروازے سے باہر جا کر مجسمہ تلاش کرتا...... مجسمہ گھر میں موجود نہیں تھا...... رشیدہ
نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس مجسمے کو چل کر باہر جاتے ہوئے دیکھا ہے......
بری اپنی حالت ایسی تھی کہ میں رشیدہ کو تسلی کے الفاظ بھی نہیں کہہ سکتا تھا...... وہ بری
طرح ڈری ہوئی تھی...... اس رات نہ وہ خود سوئی نہ مجھے سونے دیا...... صبح کو اس نے پریشانی
سے کہا۔

"اب تو اس گھر میں مجھے شدید خوف محسوس ہوتا ہے...... شہزاد! تم تو چلے جاؤ گے کام
پر اور میں خوف سے مرتی رہوں گی"۔

"میں کیا بتاؤں تمہیں رشیدہ......؟ لیکن تم ہمت سے کام لو...... کام بہت ضروری ہیں
ورنہ میں چھٹی کر لیتا...... بے شک وہ مجسمہ سونے کا تھا اور میں لالچ میں اسے گھر لے آیا تھا،
لیکن اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ دفعان ہو گیا...... اب خوف بیکار ہے...... اپنے آپ کو سنبھالو
ہمت سے کام لو"۔

"بچے تو سکول چلے جائیں گے اور میں تنہا رہوں گی...... رشیدہ دہشت بھری آواز میں
بولی...... بہر حال...... میں نے اسے بڑی مشکل سے سمجھایا، پھر میں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل
پڑا...... سائٹ پر پہنچا تو وہاں دوسری مصیبت انتظار کر رہی تھی...... مزدوروں نے کام شروع

نہیں کیا تھا بلکہ وہ باغ سے کچھ دور بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے...... ان دنوں میں باغ پر
کر رہا تھا...... مزدور عام حالات میں کام شروع کر دیتے تھے، لیکن اس دن جب سب پ
گرد جمع ہو گئے تو میں نے پوچھا"۔

"کیا بات ہے...... تم لوگوں نے کام کیوں نہیں شروع کیا"۔

"ہم یہاں کام نہیں کریں گے...... ٹھیکیدار...... باغ میں بھوت بستے ہیں...... ہمار
آدمی زخمی ہو گیا ہے"۔

"ارے کیسے" میں نے پریشانی سے پوچھا تو مزدور مجھے تفصیل بتانے لگے...... ان
سے ایک نے کہا۔

"ٹھیکیدار! ہم نے اپنے لئے گوشے میں ایک آرام گاہ بنا رکھی ہے...... ہمارا ایک آ
اس آرام گاہ میں سو رہا تھا کہ کسی نے اسے اٹھا کر پلنگ سے پٹخ دیا...... اچھی خاصی چوٹ لگ
اس کے...... وہ حیران رہ گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟
دوسرے مزدور اس پر حیرت کر رہے تھے کہ ایک دوسرا مزدور کھڑا ہو گیا...... اس نے
لباس اتار کر پھینک دیا اور بھیانک آواز میں چیخنے لگا...... صاحب...... میں اپنے بچوں کی قسم
رہا ہوں کہ وہ مزدور عجیب سی آواز میں بول رہا تھا...... اس کی زبان باہر نکل آئی تھی
آنکھیں شیشے کی طرح چمکنے لگی تھیں...... وہ بھیانک انداز میں چیختا اور ناچتا رہا اور ہم
وہاں سے بھاگ آئے...... صبح کو وہ اسی جگہ زخمی حالت میں پڑا ملا اور اس نے کہا کہ یہاں
بند کر دو ورنہ سب مارے جاؤ گے۔

"کون سے مزدور کی بات کر رہے ہو تم؟"۔

"حمید اکی...... وہ جا چکا ہے یہاں سے صاحب"۔

"کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو تم......؟ بھلا ایسا ہو سکتا ہے حمید اخود بھاگ گیا
ہو گا...... کہیں اور نوکری مل گئی ہو گی اسے...... تم لوگوں کو بھی بہکا کر چلا گیا"۔

"نہیں صاحب...... ہم کام نہیں کریں گے...... ہمارا حساب کر دو...... بڑی اماں

میں نے ان کو بہت سمجھایا اور کہا کہ بے شک کچھ دنوں کے لئے کام بند کر دیں، مگر انہوں نے
میری ایک نہیں مانی اور مجھے کام بند کرنا پڑا...... میرا بڑا قیمتی سامان وہاں پڑا ہوا تھا...... بہت
بڑی رقم میں اس کام پر لگا چکا تھا...... میں بڑا پریشان ہو گیا...... پھر میں نے سوچا کہ شہر سے
دوسرے مزدور لے کر آؤں...... کام تو شروع کرانا ہی ہے...... بہر حال...... میری پریشانی کی
انتہا نہیں تھی...... میں ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر اور یہ کہہ کر کہ میں ان لوگوں کا حساب کتاب
کر دوں گا...... وہاں سے واپس پلٹا اور گھر کی طرف چل پڑا...... ادھر گھر کی پریشانی تھی اور
وہاں اس پریشانی کا آغاز ہو گیا تھا...... بہر حال...... گھر آیا تو رشیدہ پر سکون نظر آئی...... بچے
سکول سے واپس آ چکے تھے اور رشیدہ نے معمول کے مطابق انہیں سلا دیا تھا...... میں نے
رشیدہ سے پوچھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا...... رشیدہ"۔

"ہاں"۔

"کھانا پکایا ہے تم نے"۔

"ہاں" اس نے جواب دیا...... عجیب ٹھہرا ٹھہرا لہجہ تھا...... رشیدہ کے بولنے کا یہ انداز
نہیں تھا...... ہمارے درمیان بہت محبت ہے...... بڑی اماں...... ایک دوسرے کے مزاج سے
آشنائی رکھتے ہیں...... سب سے پہلے تو مجھے اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ رشیدہ نے میری
اچانک اس طرح واپسی کے بارے میں بھی نہیں پوچھا تھا...... ورنہ وہ حیرانی سے ضرور
پوچھتی کہ میں اتنی جلدی واپس کیسے آ گیا......؟ وہ کھانا لینے کے لئے نکل گئی تو میں بڑے
عجیب سے انداز میں سوچنے لگا کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ پھر وہ کھانے کی ٹرے لئے ہوئے اندر
داخل ہو گئی...... بڑے سنٹر ٹیبل پر رکھی...... واپس مڑی اور دروازہ اندر سے بند کر دیا...... یہ
بھی سمجھ میں نہ آنے والا ایک عمل تھا...... میں نے گردن جھٹک کر کھانے کی طرف توجہ دی
اور سالن کی پلیٹ کی طرف ہاتھ اٹھایا...... تو میرے حلق سے چیخ نکل گئی...... سالن کی پلیٹ
میں پیلے رنگ کے پانی کے ساتھ بہت سی مردہ چھپکلیاں تیر رہی تھیں...... میں نے بے اختیار

اٹھا کر پلیٹ پھینک دی اور پھر وحشت زدہ نظروں سے رشیدہ کو دیکھا...... وہ سیدھی ہو
تھی...... میرا سانس بند ہونے لگا...... رشیدہ کا چہرہ بے حد بھیانک ہو رہا تھا...... اس کے
ایک ایک انچ لمبے ہو گئے تھے...... آنکھوں کا رنگ سرخ تھا اور ان کی پتلیاں غائب ہو
تھیں...... سر کے بال اس طرح بار بار لہرا رہے تھے جیسے سانپ کلبلا رہے ہوں...... ا
یہ ہیبت ناک صورت دیکھ کر میرا رواں رواں کانپ اٹھا...... اعصاب بے جان ہو گئے
بولنے کی کوشش کی لیکن آواز نہیں نکلی...... دہشت سے اسے دیکھتا رہا...... اس نے گھو
مجھے گھورا...... پھر زمین پر پڑی ہوئی چھپکلیوں کو دیکھنے لگی...... پھر اس نے آگے بڑھ کر ان
قریب پہنچ کر الٹی ہوئی پلیٹ سیدھی کی اور کلبلاتی ہوئی چھپکلیاں چن چن کر اس پلیٹ
رکھنے لگی...... میں سکتے کے عالم میں اسے دیکھتا رہا...... وہ اپنے کام میں اس قدر مصروف
جیسے اسے یہاں میری موجودگی کا پتا بھی نہ ہو...... میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں
کروں؟ رشیدہ اپنا کام کرتی رہی...... پھر میں نے محسوس کیا...... جیسے وہ اونگھ رہی ہو...
بار اس کے سر کو جھٹکے لگ رہے تھے...... کچھ دیر کے بعد وہ فرش پر وہیں سیدھی لیٹ گئی
محسوس ہوا جیسے وہ بے ہوش ہو گئی ہو...... اس کے چہرے میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے
تھیں اور آہستہ آہستہ وہ اپنی اصلی صورت میں واپس آتی جا رہی تھی...... میرے ہوش
حواس اڑے ہوئے تھے، لیکن میں مرد تھا مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا بھی تھا، چنانچہ میں نے
اعصابی قوتوں کو سنبھالا اور اپنی جگہ سے ہلنے میں کامیاب ہو گیا...... رشیدہ میری بیوی
تھی...... میرے بچوں کی ماں تھی...... وہ جس کیفیت کا بھی شکار تھی، میں اسے چھوڑ کر
بھاگ تو نہیں سکتا تھا...... میں صرف اپنی زندگی سے ہی نہیں دلچسپی رکھتا تھا، بلکہ یہ گھر بھی
تھا...... بڑی اماں...... اگر ایک انسان کی حیثیت سے سوچیں تو مجھ جیسے انسان پر تو ایک
قیامت ٹوٹ پڑی تھی...... رشیدہ جس سزا میں گرفتار ہوئی تھی اسے بھی دیکھنا تھا اپنے آپ کو
بھی سنبھالنا تھا...... بچوں کا خیال بھی کرنا تھا...... بڑی مشکل سے میں اس کے قریب
اب اس کی صورت بالکل ٹھیک ہو گئی تھی...... سانس چل رہی تھی اور پلیٹ میں پڑی

چھپکلیاں...... بڑا گھناؤنا منظر پیش کر رہی تھیں، لیکن میں نے اس منظر کو بھی نظر انداز کر دیا
اور رشیدہ کی گردن میں اور پاؤں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانے کی کوشش کی، لیکن بڑی
اماں...... تقدیر نے مجھ پر وحشتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے...... رشیدہ کو بے شمار بار میں نے
اٹھایا تھا، لیکن آج جو ہو رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا...... وہ ایک نرم و نازک جسم کی مالک......
پھول جیسی عورت تھی، لیکن اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں پتھر کی کسی چٹان کو
اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں...... میں اسے جنبش بھی نہیں دے پایا...... میری دہشت اور
خوف انتہا کو پہنچے ہوئے تھے کہ اچانک رشیدہ نے آنکھ کھول دی...... میرا جسم اس کے جسم
کے بالکل قریب تھا اور میرا چہرہ اس کے چہرے کے سامنے جونہی اس کی آنکھیں کھلیں
ہونٹ بھی اوپر اٹھ گئے اور لمبے لمبے دانت باہر جھانکنے لگے...... اس نے ایک بھیانک قہقہہ
لگایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر مجھے دبوچنے کی کوشش کی تو میں نے بندر کی طرح الٹی چھلانگ
لگا دی اور اس کے بعد میں اس کمرے میں نہ رک سکا...... انسان ہوں...... انسانیت سے دور تو
نہیں ہو سکتا تھا...... خوف و دہشت نے میرے دل میں ایسا گھر کیا کہ ساری محبت، سارے
جذبات پانی بن کر بہہ گئے...... جو منظر میں نے دیکھا تھا وہ ایسا ہولناک تھا کہ میں ہی کیا......
کوئی بھی بڑے سے بڑے دل والا ہو تو وہاں نہ ٹک سکتا...... دوڑتا ہوا بچوں کے کمرے میں آیا
اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا...... اس کے بعد دروازہ میں نے اندر سے بند کر لیا
تھا...... بڑی اماں...... کیا بتاؤں اپنی کیفیت کے بارے میں؟ میرا دل سینے سے نکلا جا رہا تھا......
جو مصیبت مجھ پر پڑی تھی، وہ ایسی تھی کہ کوئی اور ہوتا تو دماغی توازن کھو بیٹھتا...... میں بچوں
کے پاس بیٹھ گیا...... ان کے جسموں پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا کہ یہ کیا مصیبت آ گئی......؟ اب
اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے ممکن ہو سکے گا...... یہ ساری کہانیاں...... یہ ساری باتیں جن
میں...... جن بھوت پریت، کالے علم، سفلی علوم ان تمام چیزوں کے بارے میں سن تو رکھا
تھا...... نہ کبھی سوچا تھا...... نہ کبھی غور کیا تھا، لیکن اب میں خود ان کا شکار ہو رہا تھا...... میری
سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا...... بہت خوفناک تھا یہ سب کچھ...... پہلے کبھی ایسے حالات

سے واسطہ نہیں پڑا تھا...... یہ ٹھیکہ جہنم میں جائے جو رقم پھنس گئی وہ بھی غرق ہو جائے
مجھے اس کا افسوس نہ ہوتا، لیکن...... میرا گھر...... میری بیوی...... میرے بچے اس مص
سے کیسے چھٹکارا حاصل کر سکیں گے...... آس پاس پورا محلہ آباد تھا...... اگر کسی کو علم ہو
پتا نہیں...... لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی؟ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سوچنے
اب کیا کروں؟ بچے سو رہے تھے...... ایسی تنہائی کا احساس ہو رہا تھا کہ خدا کی پناہ......
اماں...... کاش کوئی میری اس وقت کی حالت کا اندازہ لگا لے، میرا دل سینے سے نکلا
تھا...... بچوں پر میری جان جا رہی تھی...... میں نے بڑی مشکل سے ہمت کی اور اپنی تنہائی
کرنے کے لئے سوتے ہوئے بچوں کو جگا لیا...... پیارے پیارے بچے معصوم سی باتیں کر
لگے تھے...... انہوں نے باہر جانے کی ضد کی، مگر میرے دل میں تو خوف کا بسیرا تھا......
لمحے کے لئے میں نے بچوں کو سمجھایا کہ باہر نہ جائیں، لیکن...... پھر میں نے سوچا کہ
کہاں تک روکوں گا؟ دیکھوں تو سہی باہر نکل کر...... رشیدہ کو اسی طرح چھوڑ آیا ہوں
قصوروار تو وہ بھی نہیں تھی...... ہم پر آفت نازل ہوئی تھی...... میں بڑی مشکل سے درو
کھول کر کمرے سے باہر نکلا اور یہ دیکھ کر ایک بار پھر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا کہ ر
سامنے ہی کھڑی ہوئی تھی، لیکن...... اب اس کے چہرے پر ایک عجیب سی اداسی نظر آ
تھی...... وہ بالکل نارمل حالت میں تھی...... میں نے خوف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا......
ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔

”شہزاد...... کیا بات ہے؟“۔

”ماما...... آپ کو کیا ہو گیا؟“ میرے دونوں بچے اس کے پاس پہنچ گئے تو رشیدہ
پھر کہا۔

”ارے...... ابھی تو زیادہ وقت بھی نہیں ہوا ہے...... شہزاد...... آپ آج جلدی
آ گئے؟“۔

”جا...... جلدی“ میں بوکھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

”گھڑی غلط ہے کیا......؟ میں سو گئی تھی کیا...... وہ کھوکھلے لہجے میں بولی اور پھر آہستہ
آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔

”آپ کو کیا ہو گیا ہے......؟ یہ رنگ کیسا ہو گیا ہے؟ آپ کو کیا ہو گیا ہے شہزاد......
بتایئے تو سہی...... آپ کو کیا ہو گیا؟ جلدی کیسے آ گئے“۔

”تمہاری وجہ سے...... رشیدہ! تم کہاں تھیں؟ اور کیا کر رہی تھیں؟“۔

”مجھے تو خود تعجب ہو رہا ہے...... شہزاد...... بس دوپہر کا کھانا کھایا...... بچوں کو سلایا اور
خود بھی اپنے کمرے میں آ کر سو گئی...... گہری نیند آ گئی تھی مجھے...... پھر کچھ آوازیں کانوں
میں پڑیں اور آنکھ کھل گئی...... باہر آ کر دیکھا تو آپ بچوں کے ساتھ کھڑے تھے“۔

”ہاں...... ہاں...... آج میں کچھ جلدی آ گیا...... میں نے فوراً ہی اسے کچھ نہ بتانے کا
فیصلہ کر لیا...... رشیدہ کو اگر خوفزدہ کر دیتا تو وہ تو بے موت مر جاتی...... میں نے اپنے دل و
دماغ پر قابو پایا جو کچھ مجھ پر بیت چکی تھی وہ ایک الگ کہانی تھی، لیکن...... اگر رشیدہ کو ساری
کہانی سنا دیتا تو خوف سے مر ہی جاتی بیچاری...... لیکن صورت حال کا مجھے کچھ اندازہ ہو رہا تھا،
جو کچھ اس پر بیتی ہے وہ اس کے علم میں بالکل نہیں ہے...... خاموشی ہی مناسب سمجھی...... پھر
رشیدہ کو سمجھا بجھا کر اطمینان دلا دیا کہ میرا جلدی آنا کسی خاص بات کا مظہر نہیں ہے......
رشیدہ کی حالت کافی بہتر ہو گئی اور اس طرح رات ہو گئی...... بچوں کو آج ہم نے اپنے کمرے
ہی میں سلا لیا تھا...... رشیدہ نے چونک کر کہا۔

”آج یہ تبدیلی کیوں؟“۔

”بس...... یونہی...... پچھلی رات والے واقعہ سے میں بھی کچھ متاثر ہو گیا ہوں اور میں
نے یہ فیصلہ کیا ہے جو کام میں کر رہا ہوں کچھ دن کے لئے روک دوں اور تمہارے پاس رہوں
تاکہ تمہیں بھی کوئی الجھن نہ ہونے پائے...... رشیدہ کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں......
بڑی اماں! کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت زیادہ ذہنی مطابقت رکھتے ہیں اور مکمل طور پر
ایک دوسرے کے مزاج شناس ہیں...... اسے ایک دم یہ احساس ہو گیا کہ کوئی اہم بات ہے، جو

میں اس سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں...... وہ کہنے لگی۔

"کیا بات ہے شہزاد...... مجھے نہیں بتاؤ گے"۔

"نہیں...... کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے رشیدہ...... بس رات کے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا ہوں...... پچھلے دنوں سے یہ جو کچھ ہو رہا ہے...... وہ میری بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا ہے؟ رشیدہ کے چہرے پر بھی خوف کے آثار پھیل گئے اور وہ آہستہ سے بولی۔

"واقعی...... کچھ عجیب سا ہو رہا ہے...... تم یہ بتاؤ کہ تمہیں میرے اندر کوئی تبدیلی آ رہی ہے"۔

"کیسی تبدیلی"۔

"بس...... نجانے کیوں دماغ گم گم سا ہے......؟ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے پورے جسم پر کوئی بوجھ طاری رہا ہے...... ایک ایسا انوکھا بوجھ جسے میں کوئی معنی نہیں دے سکتی"۔

رشیدہ کے ان الفاظ نے مجھے اور پریشان کر دیا...... میں اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا۔ لیکن میرے دل کی جو کیفیت تھی یہ میں جانتا ہوں...... یا میرا اللہ جانتا ہے...... مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ مصیبت مجھ پر باقاعدہ مسلط ہو گئی ہے...... ایسے واقعات کا اس سے پہلے کوئی [illegible] نہیں تھا، اس لئے یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے......؟ یہ بھی ممکن ہے کہ خود بخود سب ٹھیک ہو جائے لیکن ذہن پر جو بوجھ طاری تھا وہ سونے میں بھی رکاوٹ بن رہا تھا، پھر...... رات کو رشیدہ گہری نیند سو گئی...... بچے پہلے ہی سو گئے تھے...... پریشانی کے عالم میں بہت سی باتیں سوچتا رہا...... ٹھیکے کا مسئلہ بھی درمیان میں تھا، جو [illegible] تھا جگہ کو مکمل کرنے کا اس میں بھی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی...... شہر سے مزدوروں کو تلاش کرنا اور وہاں تک لانا...... اس کے بعد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شہری مزدور بھی فرار ہو جائیں...... کیا کروں......؟ کیا نہ کروں......؟ کیا یہ ٹھیکہ کینسل کر دوں......؟ لیکن اس طرح ساٹھ ہزار روپے کا نقصان اٹھانا پڑے گا اور اس طرح اور بھی بہت سے ایسے معاملات تھے جو ٹھیکے کو کینسل کرنے کی وجہ سے پیدا ہو سکتے تھے...... میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ رات کو

[illegible] بجے کے قریب اچانک ہی مجھے چونکنا پڑا...... رشیدہ جو اس وقت تک اطمینان سے گہری نیند سو رہی تھی، اس طرح اٹھ کر بیٹھ گئی تھی جیسے اسے کسی نے مشینی انداز میں اٹھا دیا ہو...... میں اس سے پوچھنے ہی والا تھا کہ میں نے اسے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے کھڑے ہوتے دیکھا اور جس چیز نے میری زبان بند کر دی وہ اس کا چہرہ تھا جو انگارے کی طرح سرخ ہو کر چمکنے لگا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور سر کے بال چھتری کی طرح کھڑے ہو گئے تھے...... وہی کلبلاتے بال جیسے سانپ لہرا رہے ہوں...... وہ آہستہ آہستہ ہاتھ سیدھے کئے دروازے کی طرف بڑھنے لگی...... پھر میرے خوف میں اس وقت ضرور اضافہ ہو گیا جب میں نے دیکھا دروازہ خود بخود کھل گیا ہے، حالانکہ دروازہ اندر سے بند تھا...... رشیدہ کھلے دروازے سے باہر نکل گئی اور میرا بدن تھر تھر کانپنے لگا...... میرے پورے جسم نے پسینہ اگل دیا تھا...... اعصاب اس طرح چیخ رہے تھے کہ ہوش و حواس سے عاری ہوا جا رہا تھا، بس...... دل چاہ رہا تھا کہ زمین پر گروں اور گہری نیند سو جاؤں تاکہ اس خوف سے نجات مل جائے، لیکن...... آخر بیوی تھی...... میرے بچوں کی ماں...... پورا مستقبل میرے سامنے تھا...... نجانے وہ کون سی قوت تھی جو اپنی جگہ سے اٹھنے پر مجبور کر رہی تھی...... میں آہستہ آہستہ دبے پاؤں اٹھا اور دروازے کے قریب پہنچ گیا، جھانک کر باہر دیکھا...... رشیدہ آگے جا رہی تھی...... بڑی اماں...... میرے مکان کا احاطہ بہت وسیع ہے اور اس کا آخری گوشہ کافی فاصلے پر ہے...... اس آخری گوشے پر بھی میں نے ایک کمرہ بنا رکھا ہے جس میں کاٹھ کباڑ بھرا رہتا ہے...... یہ کاٹھ کباڑ لوہا تعمیری سامان سے تعلق رکھتا ہے...... رشیدہ کا رخ اسی کمرے کی جانب تھا...... میرے اس کمرے کے قریب ایک پیپل کا درخت ہے جس کا سایہ پورے کمرے پر رہتا ہے...... رشیدہ اس درخت کے قریب پہنچ گئی اور پھر میں نے اسے درخت کی جڑ میں کچھ ٹٹولتے ہوئے دیکھا...... ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ جاؤں، چنانچہ احاطے کی دیوار کا سہارا لیتا ہوا بالکل بلی جیسے قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تاکہ [illegible] سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے سکوں...... وہ اس طرح زمین کھود رہی تھی جس

طرح بلی اپنے پنجوں سے کھودتی ہے...... درخت کی جڑ میں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی
تھی...... تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہاتھ میں کوئی شے دیکھی...... چاندنی بھی پھیلی
تھی...... اس کے علاوہ سامنے والے حصے پر ایک طاقتور بلب ہمیشہ روشن رہتا تھا...... یہ میری
ہمیشہ کی عادت تھی کہ میں رات کو وہ بلب جلادیا کرتا تھا...... اس لئے رات کو خاصی روشنی
ہوتی تھی اور اس روشنی میں جو منظر میں نے دیکھا...... دل کی حرکت بند کر دینے کے لئے کافی
تھا...... میں نے سونے کے اس چھوٹے سے مجسمے کو پہچان لیا تھا جو میں خود مصیبت بنا کر گیا
تھا...... سو فیصدی وہی مجسمہ تھا جو غائب ہو گیا تھا...... رشیدہ نے اسے درخت کی جڑ سے نکال
کر ایک اونچی جگہ پر رکھا...... پھر تقریباً چار فٹ پیچھے ہٹی گھٹنوں کے بل ہاتھ پیچھے کئے ہوئے
بیٹھ گئی...... اس کے بعد اس نے ایک عجیب و غریب عمل شروع کر دیا...... سامنے کے بال
اس نے زمین پر ٹکائے اور خود اس کے ساتھ جھکتی چلی گئی...... پھر سیدھی ہوئی اور پیچھے
سمت جسم موڑنے لگی...... اس کے بعد اس کے انداز میں تبدیلی ہونے لگی...... وہ
سیدھے کر کے سر نیچے جھکاتی زمین سے لگاتی اور پھر اس طرح عقب میں پیچھے ہو کر
زمین پر لگاتی...... میں اسے اس عالم میں دیکھتا رہا...... رشیدہ کو میں نے شادی کے بعد سے
کر آج تک پھول کی طرح رکھا تھا...... اس کے بدن کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دی تھی
اس وقت وہ جس تکلیف میں مبتلا تھی اسے دیکھ کر میرا دل رو رہا تھا، لیکن یہ حقیقت ہے
بڑی اماں...... کہ انسان بے حد خود غرض ہوتا ہے...... تمام تر محبت اور پریشانی کے باوجود
میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ میں آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں، جبکہ رشیدہ
اس عمل کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور بڑی اماں...... آپ یقین کریں یا نہ کریں
کہ اس کے بعد وہ اتنی تیزی سے اپنا یہ عمل کرنے لگی کہ اس پر نگاہیں جمانا مشکل ہو گیا
میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا جس انداز میں وہ جنبش کر رہی تھی اس سے اس کی ہڈیوں
جو کیفیت ہو سکتی تھی مجھے اس کا احساس تھا...... وہ فطرتاً نازک طبع تھی، اس حالت سے
کے بعد اس پر جو کیفیت طاری ہو گی اس کا مجھے اندازہ تھا، لیکن مجبوری...... میں دونوں

بدن پر رکھے اسے دیکھتا رہا اور میری آنکھوں میں نمی آ گئی...... رشیدہ کی یہ کیفیت تقریباً پندرہ
منٹ تک جاری رہی اور اس کے بعد اس نے اس سونے کے مجسمے کو اٹھا کر واپس اس کی جگہ
رکھا اور مٹی برابر کرنے لگی...... وہ اس کام سے فارغ ہو کر واپس پلٹی تو میں تیزی سے دوڑتا
ہوا اپنے کمرے کی جانب چل پڑا...... دل کی جو کیفیت ہو رہی تھی اس کا اندازہ صرف خدا ہی کو
تھا...... کسی سے کیا کہہ سکتا تھا......؟ بستر پر آ کر لیٹ گیا لیکن بدن جیسے ہوا میں اڑا جا رہا تھا......
دماغ قابو میں نہیں تھا...... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے......؟ یہ کیا ہو گیا ہے......؟
کیا ہو گا میرے مالک......؟ بس...... میرے دل میں یہی احساس تھا، وہ جس کیفیت میں تھی
مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس عالم میں وہ اپنے ہوش و حواس سے عاری ہوتی ہے......
بہر حال...... دوسرے دن سے میں نے سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا...... اس طرح تو وہ
ہلاک ہو جائے گی اور میرے بچے ماں سے محروم ہو جائیں گے، کیا کروں......؟ کسی سے کوئی
مشورہ کروں......؟ واقعات ایسے انوکھے تھے کہ کسی کو بتاتے ہوئے بھی عجیب لگتا تھا......
لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے، بڑی اماں آپ حالات کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتی ہیں......
آپ کی تو عمر ان حالات میں گزری ہو گی...... لوگوں کی زبانیں کون روک سکتا ہے......؟ کوئی
یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میری بیوی مجھے ناپسند کرتی ہے اور اس نے یہ کھیل مجھ سے چھٹکارا
حاصل کرنے کے لئے شروع کیا ہے، جتنے منہ اتنی باتیں...... بھلا کیسے زمانے کا منہ کون
روک سکتا ہے...... میں نے بہت سوچا اس بارے میں...... سڑکوں پر جگہ جگہ میں نے بہت
سے ایسے بورڈ لگے ہوئے دیکھے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے...... کالے علم کا توڑ یہاں سے
کرائیے...... سارے کے سارے تجربے کسی کا تجربہ ستر سال...... کسی کا تجربہ اسی سال......
ان کا تجربہ ستر سال کا تھا اور عمر چالیس سال کی...... بہر حال، جو کچھ بھی تھا ان کے علاوہ اور
کوئی میرے سامنے نہیں تھا...... سب سے پہلے ایک ایسے کالے علم کے توڑ کے مالک کے پاس
پہنچا...... ان حضرت نے مجھے دیکھا سب سے پہلے انہوں نے ایک شعبدہ مجھے دکھایا اور کہا کہ
کاغذ پر کچھ لکھوں...... وہ بتا دیں گے کہ میں نے کیا لکھا ہے...... آیا میری آرزو کیا ہے؟ اس

میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے مجھے پہلے مسئلے پر حیران کر دیا اور میں بہت متاثر ہو گیا......
میں نے انہیں اپنی بپتا بتائی اور انہوں نے اپنا حساب کتاب بنا کر بل میرے ہاتھ میں تھما دیا
بل کی مجھے پرواہ نہیں تھی...... میں نے ان سے یہی کہا کہ...... میری بیوی کو بالکل ٹھیک کر
اور مجھے اس مصیبت سے نکالیں تو میں منہ مانگی رقم انہیں دوں گا...... بہر حال...... وہ صا
میرے گھر آ گئے...... میں نے انہیں وہ درخت دکھایا جس کی جڑ میں وہ خوفناک مجسمہ دفن
اور میرے اپنے خیال میں وہی ان تمام مشکلات کی جڑ تھا...... عامل صاحب نے وہ مجسمہ
نکالنے کا فیصلہ کر لیا اور میرے سامنے ہی لکڑی کی ایک چھڑی سے انہوں نے درخت کے
کے گرد ایک دائرہ قائم کر دیا...... پھر مجھ سے کچھ چیزیں طلب کرنے کے بعد مجھے واپس
دیا...... انہوں نے کہا...... یہ چیزیں دینے کے بعد میں ایک کمرے میں جا کر بند ہو جاؤں اور
بیوی پر نظر رکھوں...... دن کا وقت تھا، میں نے اپنے بچوں کو سکول بھیج دیا تھا...... رشیدہ کو
صاحب کے بارے میں کوئی بات نہیں بتائی تھی، بس...... یہ کہہ دیا تھا کہ...... میرے شنا
ہیں، جو کچھ عمل کرنے کے لئے آئے ہیں عامل صاحب نے کہہ دیا تھا کہ ان کے کام م
مداخلت کر کے انہیں پریشان نہ کیا جائے...... ایک گھنٹہ...... دو گھنٹے...... پھر اڑھائی گھنٹے گز
گئے اور جب مجھ سے برداشت نہ ہو سکا تو میں باہر نکل آیا، لیکن جیسے ہی صحن میں قدم رکھا
میں نے درخت کی طرف دیکھا...... میرے ہوش اڑ گئے...... عامل صاحب بے ہوش پڑ
ہوئے تھے...... ان کا پورا لباس دھجی دھجی ہو رہا تھا...... سر کے بال جگہ جگہ سے اڑے ہو
تھے...... چہرے اور جسم کے مختلف حصوں میں خون کی لکیریں نظر آ رہی تھیں...... کئی جگہ
نیل پڑے ہوئے تھے...... ایک آنکھ رخسار تک بالکل کالی پڑ چکی تھی...... میرا منہ کھلے کا کھلا
گیا...... جلدی سے پانی لے کر آیا اور پوری بالٹی کی بالٹی عامل صاحب پر انڈیل دی...... رشیدہ
میرے پیچھے پیچھے آ گئی تھی...... اس نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے...... یہ کیا ہو گیا......؟ یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے ان کی زبردست پٹائی کی
ہے...... میں دم سادھے عامل صاحب کی کیفیت دیکھ رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ ان کے

بنے ہیں سانس بھی ہے کہ نہیں......

"یہ تو آپ کے وہی دوست ہیں نا جو ابھی آپ کے ساتھ آئے تھے"۔

رشیدہ کے دوبارہ سوال کرنے پر میں نے کہا۔

"ہاں"۔

"مگر...... یہ یہاں کر کیا رہے تھے؟"۔

"اللہ جانتا ہے"۔

"کوئی نہ کوئی بات تو آپ کو معلوم ہو گی...... آپ کے دوست تھے...... آپ کے ساتھ آئے تھے تو گھر کے اندر ہوتے...... یہاں درخت کے پاس کیوں بیٹھ گئے تھے یہ......؟
رشیدہ کی حیرت کو میں گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... اس کے چہرے پر بالکل سادگی اور معصومیت تھی، وہ کہنے لگی۔

"آپ مجھے ایسے کیا دیکھ رہے ہیں......؟"۔

"نہیں رشیدہ! یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ ہوا کیا؟ یہ شخص زندہ ہے کہ نہیں"۔

"پتا نہیں...... ہوش میں لانے کی کوشش کریں" رشیدہ بولی اور ہم دونوں عامل صاحب کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے...... کافی دیر کے بعد ان کے بدن پر جنبش ہوئی...... وہ اٹھے اور وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے...... مجھ پر نظر پڑی اور رشیدہ کو دیکھا...... اس کے بعد ارے...... باپ رے باپ کہہ کر اس بری طرح بھاگے کہ اپنا ایک جوتا بھی پیچھے چھوڑ گئے...... بڑے گیٹ سے ٹکرائے، دھاڑ سے گرے اور اٹھ کر پھر اسی طرح بھاگے...... رشیدہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"یہ تو کوئی بازی گر معلوم ہوتا ہے...... کیا یہ کوئی تماشہ کرنے آیا تھا؟"۔

"تماشا تو ہم بن گئے ہیں...... رشیدہ...... میں نے گہری سانس لے کر کہا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ایں...... کچھ نہیں...... میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ پتا نہیں...... کیا ہو گیا ہے اس بیچارے کے ساتھ"۔

"آپ مجھ سے مسلسل باتیں چھپا رہے ہیں...... خدا کے لئے مجھے بتایئے کہ صحیح بات کیا ہے؟"۔

"کیا بتاؤں رشیدہ...... ؟ بس...... کچھ نہ پوچھو مجھ سے...... مجھے عامل صاحب کی طرف سے فکر ہوگئی تھی بس...... ایسی صورت حال گزرتی رہی...... بڑی اماں! کیا بتاؤں آپ کو...... ؟ اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی عطاء کرے...... بس یوں سمجھ لیجئے...... کام دھندا تو ترک ہوگیا ہے...... ڈگر ڈگر مارا پھرتا ہوں...... رشیدہ پر ایسے ہی دورے پڑتے رہتے ہیں...... بار کھڑے ہوجاتے ہیں...... وہ جاکر درخت کے جڑ میں بیٹھ جاتی ہے...... کئی بار میں نے اپنے دل میں سوچا کہ درخت کی جڑ سے وہ سونے کا مجسمہ نکال کر کہیں دور پھینک آؤں، لیکن آپ خود سوچ لیجئے ایک انسان کی قوت برداشت کتنی ہو سکتی ہے...... میں برداشت نہیں کر پا رہا...... بڑی اماں...... میری حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے...... ایک دن بڑ ایسے ہی باغ کے ایک ویران گوشے میں تنہا بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ قدرت کو اگر مجھے سزا ہی دینی ہے تو مجھے سزا دے دے...... میری بیوی کے ساتھ تو یہ سلوک نہ ہو...... رشیدہ بیچاری کی حالت کافی خراب ہوگئی ہے...... اس دن کے بعد سے اس نے وہ عمل تو نہیں کیا یعنی پٹخنے والا عمل...... لیکن اکثر درخت کی جڑ میں بیٹھی ہوئی مجھے نظر آتی ہے، تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ میں باغ کے ایک ویران گوشے میں بیٹھا تھا...... میں نے ایک بزرگ کو ادھر سے گزرتے ہوئے دیکھا اور نجانے کیا دل میں خیال آیا کہ ان کے قریب پہنچ کر ان کے قدموں میں گر پڑا اور میں نے بس اتنا ہی کہا کہ...... اگر آپ صاحب علم ہیں تو میری مشکل جانتے ہوں گے...... انہوں نے جھک کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹے...... اللہ سے ہمیشہ دعا مانگتے رہا کرو...... صدقہ خیرات دیتے رہا کرو...... تمہاری مشکل کا حل آگیا ہے...... کل اس وقت ریلوے سٹیشن پہنچ جانا...... جب سورج نہ نکلا ہو ٹرین آکر رکے گی اور اس سے ایک بی بی صاحبہ نیچے اتریں گی...... بس ان سے اپنی مشکل کا حل مانگ لینا...... اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہوجائے گا...... یہ ہے بڑی اماں...... میری صورت

حال...... بس...... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ایک عجیب و غریب مصیبت میں گرفتار ہوں...... میرا سارا کاروبار چوپٹ ہوگیا ہے...... میرا سارا سامان باغ کے ایک کمرے میں رکھا ہوا ہے جو کافی قیمتی ہے اور وہاں میرا ایک ملازم خاص طور پر رہتا ہے...... میں بالکل دیوانگی کی کیفیت کا شکار ہوگیا ہوں...... میرے رازداروں میں صرف میرا یہ دوست ہے اور کوئی نہیں ہے جسے میں نے اپنے حالات کے بارے میں بتایا ہو...... نیاز خان سے مشورے کرتا رہتا ہوں...... آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بڑی اماں...... اب بھی میری حالت بہت بری ہے...... رشیدہ راتوں کو اٹھ کر بیٹھتی ہے...... درخت کی جڑ میں جاکر بیٹھ جاتی ہے اور عمل کرتی ہے...... اب تو بچے بھی اس سے خوفزدہ رہنے لگ گئے ہیں...... مجھے خطرہ ہے کہ اگر یہ کیفیت زیادہ عرصے تک رہی تو کہیں میرے بچوں کو کچھ نہ ہوجائے...... بڑی اماں...... آپ خدا کے لئے میری مدد کیجئے" میں...... بڑی اماں...... میں آپ کے قدموں میں سر رکھتا ہوں" وہ ایک دم جھکا اور مہر النساء فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

"آپ کیسی بات کررہے ہیں...... بھائی شہزاد علی! آپ یہ سمجھئے کہ مجھ سے جو کچھ بن پڑے گا وہ کروں گی...... اگر اللہ نے یہ سرخروئی مجھے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو بھلا میں اس سے پیچھے کیسے ہٹ سکتی ہوں"۔

"تو پھر آپ بتایئے...... کہ میں کیا کروں؟"۔

"اب آپ مجھے اپنے گھر لے چلئے...... اور یہ فیصلہ آپ کیجئے گا کہ وہاں مجھے اپنی بیگم سے کیا کہہ کر متعارف کرائیں گے"۔

"میں یہی کہوں گا...... کہ میری بڑی بہن آئی ہیں"۔

"آپ کی مسز یہ نہ کہیں گے کہ یہ بڑی بہن پہلے اتنے عرصے سے کہاں تھیں"۔

"تو پھر میں ان سے یہ کہہ دوں گا کہ یہ نیاز خان کی بڑی بہن ہیں اور کچھ عرصے کیلئے ہمارے گھر رہنے آئی ہیں"۔

"ابھی آپ کہہ لیجئے...... میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی"۔

"بہن...... میں آپ کا نام کیا بتاؤں؟"۔

"مہرالنساء"...... مہرالنساء نے کہا...... اسی وقت رقیہ بیگم بول اٹھیں۔

"دونوں باؤلے ہو...... بالکل باؤلے ہو...... یہ بتاؤ شہزاد علی...... اگر کہیں تم اپنی بڑی بہن کو دیکھ لو تو تم پہچان لو گے...... میرا مطلب ہے...... نیاز خان کی بڑی بہن کو ہی اور اگر تمہاری بیوی تم سے یہ پوچھے گی کہ نیاز خان کی بڑی بہن تمہارے ہاں آ گئی تو تم کیا کہو گے...... ؟ رضیہ خالہ میں یہ کہہ دوں گا کہ آپ لوگ آج کل کہیں گئے ہوئے ہیں"۔

"چلو ٹھیک ہے...... تم کہہ دو گے، لیکن ان بڑی اماں کی شکل بھی دیکھی ہے تم نے؟"

"بڑی اماں...... میرے لئے محترم شخصیت کی مالک ہیں...... ان کی صورت دیکھوں یا نہ دیکھوں...... اگر نیاز خان کی بہن سے بھی میں ناواقف ہوں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ پردہ نشین خواتین تو پردہ نشین ہی ہوتی ہیں"۔

"ایک بات پوچھوں تم سے...... بیٹی...... بتادو گی" رقیہ خالہ نے اس بار مہرالنساء کو مخاطب کر کے کہا، تو مہرالنساء بولی۔

"جی خالہ کہئے"۔

"بیٹی...... پردہ کرتی ہو"۔

"کوئی خاص نہیں خالہ...... بس اتفاق کی بات ہے کہ شہزاد علی بھائی سٹیشن پر ملے میں چہرہ لپیٹے ہوئے تھی...... تقدیر نے جس طرح مجھے در بدر کیا ہے اس کے بعد پردہ نشینی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... بہت سے لوگوں کے سامنے میں بے پردہ رہ چکی ہوں"۔

"بیٹی...... ایک بات کہوں شہزاد علی کے بارے اور اپنے بیٹے کے بارے میں تمہیں...... بڑے نیک بچے ہیں دونوں کے دونوں...... بہن کہا ہے...... تو بہن ہی سمجھیں گے...... اس بیچارے کو دیکھو تمہیں بڑی اماں...... بڑی اماں کہہ رہا ہے اور تم بھی مزے کی خاتون ہو کہ تم نے اپنے آپ کو سچ مچ بڑی اماں بنا چھوڑا ہے...... اگر برا نہ مانو تو بیٹی دکھا دو بیچارے کو...... بعد میں دقت ہی دقت ہو گی...... مہرالنساء کو ہنسی آ گئی اس نے کہا۔

"لیجئے...... خالہ! بھلا بھائیوں کو شکل نہ دکھانا کیا معانی رکھتا ہے...... ؟ پھر...... مہرالنساء نے اپنے چہرے سے چادر سرکا دی...... شہزاد علی نے مہرالنساء کو دیکھا اور ایک بار پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا...... اس کے منہ سے گھبرائی ہوئی سی آواز نکلی۔

"میرے خدا...... میرے خدا...... لگتا ہے سچ مچ پاگل ہو جاؤں گا...... ارے...... یہ تو میری چھوٹی بہن سے بھی چھوٹی ہے...... ارے...... میں اسے بڑی اماں کہتا رہا...... توبہ...... توبہ...... کیا سوچتی رہی ہو گی؟ یہ میرے بارے میں"۔

"ارے...... ارے...... تم تو اس کی صورت دیکھتے ہی بے تکلف ہو گئے"۔

"چھوٹی بہن جو ہے میری" نیاز خان بھی ششدر تھا...... پھر دونوں بیک وقت بولے۔

"مگر...... مہرالنساء بہن! اس چھوٹی سی عمر میں"۔

"یہی تو افسوس ہے...... میرے پیارے بھائیو! میری عمر کو ہمیشہ نظر میں رکھا جاتا ہے اور پھر میں نے کیا ہی کیا ہے...... ؟ اب تک...... کسی نے اگر میرے بارے میں پیش گوئی کر دی ہے تو اللہ سے مدد مانگ رہی ہوں کہ اللہ میری عزت رکھے اور میں اپنے بھائیوں کی نظر میں سرخرو ہو جاؤں...... چلیں...... رقیہ خالہ! آپ نے میرا چہرہ ان لوگوں کو دکھا دیا...... اب دیر نہ کریں شہزاد علی بھائی...... واقعات بے حد خوفناک ہیں...... خدا نہ کرے...... رشیدہ بہن کو کوئی تکلیف پہنچے"۔

"میری تو کیفیت ہی عجیب ہو گئی...... آپ کو دیکھ کر...... مہرالنساء بہن...... حقیقی معنوں میں شرمندہ ہوں اور ایک اور بات پر شرمندہ ہوں کہ ابھی چند لمحات قبل آپ کی صورت دیکھ کر میں بالکل ہی کھوپڑی سے آؤٹ ہو گیا اور بے تکلفی سے آپ سے بات کرنے لگا...... ٹھیک ہے...... آپ عمر میں چھوٹی ہیں لیکن اللہ نے جو عظیم مرتبہ آپ کو دیا ہے...... بھلا اسے کیسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا"۔

"چلئے...... چھوڑیئے ان باتوں کو...... اب چلتے ہیں" پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں جب جیپ میں بیٹھ کر چل پڑے...... مہرالنساء نے راستے میں کہا۔

"جب آپ سٹیشن پر آئے تھے تو جیپ نہیں لائے تھے..... اس کی کوئی خاص وجہ
"نہیں..... کوئی خاص وجہ نہیں تھی..... بس..... دل پر ایک بوجھ سا طاری تھا
سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں..... میں جیپ چلا بھی سکوں گا یا نہیں، مگر آپ یقین کیجئے کہ اب
تقویت ہو گئی ہے اور نجانے کیوں ایک سہارا سا مل گیا ہے؟ دل اندر سے کہتا ہے کہ شاید
اللہ نے میری مشکل کا حل بھیج دیا ہے، مگر سچ کہوں آپ سے مہرالنساء بہن..... اتنے سوا
دل میں پیدا ہو گئے ہیں کہ آپ مجھے سوالات کا درخت کہہ سکتی ہیں..... آپ کے بارے
جاننے کی خواہش اب دل میں بیدار ہو گئی ہے"۔

"چھوڑیئے..... ان باتوں سے کیا فائدہ..... ؟ آیئے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم
کیا ہے؟" تھوڑی دیر کے بعد جیپ ایک وسیع و عریض احاطے کے سامنے والے حصے
رک گئی..... دروازہ عام مکانوں جیسا تھا، لیکن اس کے پیچھے بڑا وسیع احاطہ تھا..... جیپ
کھڑا کر دیا گیا اور اس کے بعد شہزاد علی..... مہرالنساء کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے درواز
پہنچا..... دستک دی..... دروازہ ایک خوش شکل اور معصوم سی شکل والی عورت نے کھو
اور ایک لمحے کے اندر مہرالنساء کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہی رشیدہ ہے..... اس نے ایک گہر
دروازہ کھولنے والی خاتون پر ڈالی..... نرم و دلکش خدوخال..... چہرہ زرد پڑ رہا تھا..... آنکھ
کے گرد حلقے چھائے ہوئے تھے..... لباس البتہ سلیقے سے پہنا ہوا تھا..... سر پر دوپٹہ
اوڑھے ہوئے تھی..... حیرت سے مہرالنساء کو دیکھا اور آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا
تو شہزاد علی نے جلدی سے کہا۔

"تمہیں یاد ہے..... ایک بار نیاز خان نے اپنی ان بہن کا تذکرہ کیا تھا جنہوں
عرصے تک نیاز خان کے ساتھ ہی پرورش پائی تھی اور نیاز خان کے ماموں کی بیٹی تھیں

"یاد نہیں ہے"۔

"بیچاری وہاں سے آئی ہے..... نیاز خان کی طرف چکر لگایا تھا میں نے.....
گئیں..... رقیہ خالہ اور نیاز خان تو گئے ہوئے ہیں..... محلے والوں نے بتایا ہے کہ آج ہی

ہو گئے ہیں کہ مہینہ پندرہ دن میں واپسی ہوگی..... وہ تو شکر ہے کہ میں یہاں موجود تھا،
میں نے کہا کہ..... بہن! جیسے آپ نیاز خان کی بہن..... ویسے میری بہن..... آیئے میری
بیوی رشیدہ ایک خوش مزاج عورت ہے..... آپ کو وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی"۔

"یہ تو بہت پیاری ہیں..... نیاز خان بھائی نے پہلے کبھی ان سے ملوایا ہی نہیں.....
رشیدہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر مہرالنساء کا ہاتھ پکڑ لیا اور احاطہ
عبور کر کے وہ سب سامنے والے برآمدے میں پہنچ گئے..... یہاں نشست کا انتظام تھا.....
شہزاد علی نے جلدی سے کہا۔

"آؤ..... مہرالنساء بہن ابھی یہیں بیٹھتے ہیں..... ویسے یہ ہماری بیگم صاحبہ جو ہیں.....
بڑی مہمان نواز ہیں حالانکہ اللہ کا فضل ہے کہ ہم ان کے لئے چار ملازم مہیا کر سکتے ہیں
لیکن..... بیگم صاحبہ کا کہنا ہے کہ اس طرح انسان ہڈ حرام ہو جاتا ہے..... بیگم صاحبہ سارے
کام اپنے ہاتھوں ہی سے کرتی ہیں..... اب آپ انہیں اپنی پسند بتا دیجئے کہ کیا کھانا پینا پسند
کریں گی؟ کیوں بھئی رشیدہ..... کیا کہتی ہو اس بارے میں"۔

"آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے..... مہرالنساء بہن جو کچھ کہیں گی میں ان کے
لئے تیار کروں گی، ویسے پہلی خاطر داری کے لئے آپ مجھے اجازت دیجئے..... کیوں
مہرالنساء..... ؟ تھوڑی دیر انتظار کر لو گی نا میرا..... تم نیاز خان بھائی کی بہن ہو، لیکن قسم کھا کر
کہتی ہوں کہ دل چاہتا ہے کہ تمہیں اپنی بہن کہوں"۔

"تو اس سے انکار کس بدبخت نے کیا ہے..... مہرالنساء بھی مسکرا کر بولی"۔

"ذرا بیٹھو..... آپ مہر سے باتیں کیجئے..... میں ابھی آتی ہوں..... رشیدہ اندر چلی گئی
شہزاد علی نے کہا"۔

"آپ نے دیکھا..... مہرالنساء بہن! کتنا پیار کرنے والی ہے رشیدہ..... آپ کا نام بھی
رکھ دیا..... آپ یقین کیجئے کہ اس سے چند روز پہلے تک اس کا رنگ سرخ و سفید تھا.....
گلاب کی مانند کھلا ہوا رہتا تھا، لیکن جو کچھ ہو چکا ہے اب تو آپ کے علم میں آ چکا ہے.....

مہرالنساء بہن...... شاید آپ اندر کی کیفیت کا تعین نہ کرپائیں لیکن اپنے دل کو ٹٹو
دکھائیں...... آپ یہاں آئی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ میرے دل پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا
حالانکہ...... آپ ایک نرم ونازک خاتون ہیں، لیکن...... جو ہدایت مجھے کی گئی ہے اور
طرح آپ نے میری مشکل قبول کرلی ہے اس سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ
صورت میں مجھے میری مشکلات کا حل دے رہا ہے اور میرے برے دن ختم ہوگئے ہیں۔

"دعا کیجئے...... شہزاد علی بھائی! کہ میں آپ کی کچھ خدمت کرسکوں"۔

"وہ سامنے دیکھئے...... وہ کاٹھ کباڑ والا کمرہ ہے اور اس کے برابر جو درخت نظر آرہا
اس کی جڑ میں وہ سونے کا مجسمہ پوشیدہ ہے...... مہرالنساء نے گردن ہلائی مگر کوئی جواب نہ
دیا...... زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ رشیدہ...... چائے اور اس کے ساتھ کچھ لوازمات بھی لے
کر آگئی...... کہنے لگی۔

"اس وقت موسم بہت اچھا ہے...... میں اکثر برآمدے میں بیٹھ جاتی ہوں...... یہ
سمجھنا...... مہر...... کہ یہیں سے تمہیں نمٹائے دے رہی ہوں...... اب جب تک نیاز
بھائی نہیں آئیں گے میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی" مہرالنساء مسکرا کر خاموش ہو
اور شہزاد علی چائے وغیرہ بنانے لگا...... بڑے دل گردے کا مالک تھا...... جن حالات سے
تھا وہ بڑے پریشان کن تھے، کہ سن کر ہی دل پر وحشت طاری ہوتی تھی، لیکن اس کے
شگفتگی سے ہنس کر بول رہا تھا...... پھر اس نے جن بھوتوں کا تذکرہ چھیڑ دیا اور پوشیدہ نگا
سے مہرالنساء کو اشارہ کرکے رشیدہ کی طرف متوجہ ہوگیا، کہنے لگا۔

"مہرالنساء بہن...... ایک بات بتائیے...... آپ تو اتنی چھوٹی سی عمر کی مالک ہیں
آپ نے کبھی جن بھوت دیکھے ہیں"۔

"ہاں...... جن بھوتوں کا وجود تو ہے...... شہزاد علی بھائی"۔

"ہم نے بھی بڑے بڑے جن بھوت دیکھے ہیں اور جن بھوت اتارنے والے
دیکھے ہیں...... اس سفلی عمل کا توڑ کرنے والے اور نجانے کون کون سے لوگ دیکھے

نے......؟ ویسے ایک بات کہوں کہ...... آپ اگر کبھی جن بھوتوں کو دیکھنا چاہیں تو ہماری بیگم
سے رابطہ کیجئے گا"۔

"کیا مطلب...... ؟ کیا رشیدہ بہن نے ایسی کچھ چیزیں پال رکھی ہیں" رشیدہ کا چہرہ زرد
پڑنے لگا تھا...... اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا"۔

"میں نے نہیں پالے...... لیکن مجھے یوں لگتا ہے جیسے کچھ بڑی طاقتیں میرے اردگرد
پھیل گئی ہیں...... پھر اچانک ہی شہزاد علی کے بچے بھی سامنے آگئے...... بہت ہی خوبصورت
بچے تھے لیکن وہ بھی سہمے سہمے سے...... رات ہوگئی...... اب تک کا وقت بڑا خوشگوار گزرا
تھا...... رشیدہ بھی ہنستی بولتی رہی تھی اور اس کے بے رونق چہرے پر خاصی رونق نظر آنے
لگی تھی...... کھانے پینے کے معاملے میں بھی مہرالنساء رشیدہ کے ساتھ شریک رہی تھی، ذرا
مختلف ماحول مل گیا تھا ایک طرف شہزاد علی بڑی محبت سے پیش آرہا تھا تو دوسری طرف
رشیدہ کے انداز سے بھی پتہ چلتا تھا کہ وہ مہرالنساء کے آجانے سے بہت خوش ہے...... رشیدہ
نے خود مہرالنساء کے لئے ایک کمرہ تیار کیا تھا اور بہت ہی پیار سے بولی تھی"۔

"اس کمرے میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی مہر...... یہاں آرام سے سو جاؤ"۔

"ایک بات کہوں رشیدہ بہن برا تو نہیں مانو گی"۔

"اتنی چھوٹی سی پیاری سی بہن کی بات کا بھلا میں برا مانوں گی...... میرا بس چلے تو میں
تمہیں زندگی بھر کے لئے ہی ادھر رکھ لوں"۔

"میں ذرا کھلی جگہ سونے کی عادی ہوں یا تو میرا بندوبست چھت پر کردو یا پھر اگر
اجازت دو تو یہاں برآمدے میں سو جاؤں"۔

"ارے ارے بھلا برآمدہ بھی کوئی سونے کی جگہ ہے"۔

"میرا دل یہی چاہتا ہے یہ جگہ مجھے بڑی پسند آئی ہے...... کھلا ماحول برآمدے کا
برآمدہ...... آسمان پر کھلے ہوئے چاند ستارے...... بس یہ چارپائی میرے لئے کافی ہے"۔

"مگر یہاں برآمدے میں رشیدہ پریشانی سے بولی"۔

"ہاں"۔

"اگر آپ بہتر سمجھتی ہیں مہر النساء بہن تو آپ کی مرضی کوئی ہرج نہیں ہے...... جیسے آپ پسند کریں"۔

"ہاں بھائی...... مجھے یہاں کوئی الجھن نہیں ہو گی" مہر النساء نے جواب دیا اور وہ لوگ تیار ہو گئے...... بھلا انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا...... مہر النساء کے لئے بندوبست کر دیا گیا...... تمام ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ لوگ اپنے کمرے میں چلے گئے اور مہر النساء برآمدے میں کئے ہوئے بستر پر لیٹ گئی...... اس کی کیفیت بڑی عجیب سی تھی...... مشکل حالات تھے...... خوف کا ماحول تھا...... تنہا گھر نوجوان لڑکی لیکن بات وہی تھی مہر النساء کو اپنے وجود سے نفرت تھی...... وہ اس ادھار کے بدن کو ہر طرح کا نقصان پہنچانا چاہتی تھی...... تکلیف تو بہر حال ارجن شاستری کو ہی ہو گی...... کیا دلچسپ بات ہے...... دیکھنا یہ ہے کہ اب اس سلسلے میں کیا ہوتا ہے...... اب تک کا وقت تو بڑا عجیب گزرا تھا...... بستر پر لیٹے لیٹے مہر النساء کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات آنے لگے...... ماضی کا ایک ایک نقش اس کے ذہن میں تازہ ہو رہا تھا...... باہر آسمان پر تارے کھلے ہوئے تھے...... ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پورے وجود کو سرور بخش رہے تھے...... لیکن مہر النساء کے سینے میں ایک آگ روشن تھی، وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح اس سے اس کی نسوانیت چھن گئی ہے...... مرد اندر سو رہے ہیں اور وہ باہر بے یار و مددگار پڑی ہوئی ہے...... پتہ نہیں کون سے برے عمل کی سزا ہے کہ کسی سے اس کا مان چھن جائے، حالانکہ عماد الدین ایک دین دار انسان تھے...... پردے کے قائل...... مہر النساء کو بے شک انہوں نے اپنے طور پر بہت آزادی دے رکھی تھی، لیکن پھر بھی مہر النساء ان اقدار کا خیال کرتی تھی جو بہر حال ان کے اپنے گھرانے کے تھے۔

ایسے حالات میں کوئی بات اپنے طور پر نہیں کہی جا سکتی تھی...... رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی...... مہر النساء کا ذہن رشیدہ کی جانب بھی گیا...... ایک پاکیزہ عورت تھی جس کی

آنکھوں میں شرافت اور حیا نظر آتی تھی، جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا اس میں برائی کا کوئی تصور بھی نہیں ابھرتا تھا...... بہر طور بیچاری مشکل کا شکار ہو گئی تھی۔

رات کا ابتدائی پہر تھا...... شہزاد علی کی آواز سنائی دی۔

"مہر النساء بہن سو گئی ہیں"۔

"سونے کی کوشش کر رہی ہوں"۔

"ایک بات کہوں"۔

"جی کہئے شہزاد علی بھائی"۔

"دیکھو! اندر جگہ ہے...... اگر یہ محسوس کرتی ہو کہ کوئی دقت ہو گی تو کمرے میں آ جاؤ...... آرام سے کمرہ اندر سے بند کر کے سو جاؤ...... پتہ نہیں کیوں تمہارا برآمدے میں سونا مجھے اچھا نہیں لگ رہا...... بہن سمجھتا ہوں تمہیں بھائی تو اندر سوتا رہے اور بہن باہر برآمدے میں ہو"۔

مہر النساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... اس نے کہا۔

"نہیں...... کوئی ایسی بات نہیں ہے...... میں جان بوجھ کر یہاں سوئی ہوں...... آپ آرام سے اندر جا کر سو جائیے" اور اس کے بعد شہزاد علی کی آواز نہیں سنائی دی تھی...... مہر النساء خاموشی سے اپنی جگہ لیٹی رہی...... دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں...... نجانے کیا کیا خیالات اس کے دل میں آتے رہے تھے...... رات کے بارے میں اسے صحیح طور پر یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ کتنی رات گزر گئی ہے۔

پھر مہر النساء کی پلکیں جڑی ہی تھیں کہ اچانک وہ چونک پڑی...... روشنی کی ایک لکیر باہر نکلی تھی اور اندر کا دروازہ کھلا تھا...... مہر النساء نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا...... رشیدہ ہی تھی جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی...... چلنے کا انداز بھی بے حد بھیانک تھا...... یوں لگ رہا تھا جیسے اسے دنیا کی کوئی خبر نہ ہو...... حالانکہ وہ مہر النساء کے بستر کے پاس سے گزری تھی لیکن اس نے مہر النساء کو دیکھا بھی نہیں تھا...... ابھی مہر النساء اسے ہی دیکھ رہی تھی کہ

دروازے سے شہزاد علی باہر نکلا...... اس کے بدن پر تھر تھری طاری تھی...... وہ مہرالنساء کے
بستر کے قریب پہنچ کر رک گیا اور لرزتی آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن الفاظ منہ سے
نہ نکلے...... مہرالنساء اٹھ گئی تھی...... اس نے شہزاد علی کو دیکھا...... شہزاد علی کی حالت بڑی
خراب محسوس ہو رہی تھی۔

"خود کو سنبھالئے شہزاد علی بھائی خود کو سنبھالئے...... بیٹھئے" مہرالنساء خود اٹھ کھڑی
ہوئی اور اس نے شہزاد علی کو بٹھادیا...... شہزاد علی ہچکیوں کے سے انداز میں اپنا بے جان سا
ہاتھ اٹھاکر رشیدہ کی جانب اشارہ کرنا چاہتا تھا...... مہرالنساء نے کہا۔

"میں نے دیکھ لیا ہے آپ آرام سے بیٹھیں...... میں جاکر اسے دیکھتی ہوں"۔

شہزاد علی کے انداز سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ بمشکل تمام خود کو بے ہوش ہونے
سے بچائے ہوئے ہے...... بہر حال وہ بے جان سا بیٹھا رہا اور مہرالنساء وہاں سے اٹھ گئی......
کبھی کبھی اسے خود اپنی اس دلیری پر حیرت ہوتی تھی اور وہ سوچتی تھی کہ اس کے اندر یہ تمام
قوتیں کہاں سے بیدار ہوگئیں، جبکہ اس سے پہلے اس میں دلیری کا کوئی عنصر نہیں تھا......
بہر حال وہ وہاں سے آگے بڑھی...... اس وقت اس کے دل میں کوئی احساس یا خیال نہیں
تھا...... بس ہمت سے کام لے کر وہ یہ جائزہ لینا چاہتی تھی کہ رشیدہ کے ساتھ کیا واقعہ پیش
آتا ہے...... رشیدہ آگے بڑھ کر اسی درخت کے قریب پہنچ گئی تھی جس کے بارے میں
شہزاد علی نے اسے بتایا تھا...... پھر چند لمحوں کے بعد رشیدہ زمین پر بیٹھ گئی اور درخت کی جڑ
کھودنے لگی۔

جڑ میں دبے ہوئے سونے کے مجسمے کو اس نے نکال لیا اور اسے درخت کے تنے پر ایک
اونچی جگہ رکھا...... پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی، لیکن جو منظر مہرالنساء کے سامنے آیا وہ ناقابل
یقین تھا۔

رشیدہ بال سامنے لٹکائے، دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے...... سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی
اور سامنے رکھے ہوئے مجسمے کا حجم بڑھتا جارہا تھا...... مہرالنساء نے ایک محفوظ جگہ سنبھال

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سونے کے اس مجسمے کو دیکھنے لگی جو بڑھ کر ایک انسانی جسم کے برابر
ہو گیا تھا، لیکن اس کی شکل انتہائی بھیانک تھی۔

پھر مہرالنساء نے بخوبی اس کی آواز سنی۔

"یہ تیرے ساتھ کون ہے؟"۔

رشیدہ نے ایک دم بالوں کو جھٹکا دے کر پیچھے کیا...... پہلے سامنے دیکھا پھر گردن موڑ
کر مہرالنساء کی طرف دیکھنے لگی...... چہرے پر وہی بھیانک کیفیت تھی...... دہکتے ہوئے
انگارے جیسا چہرہ۔

"کون ہے تو...... کیوں آئی ہے...... کیا تیری موت نے تجھے گھیرا ہے؟"۔

رشیدہ کے منہ سے مردانہ آواز نکلی اور مہرالنساء کے اندر ایک عجیب سی دلیری پیدا
ہوئی...... وہ کئی قدم آگے بڑھی اور رشیدہ کے برابر جا کھڑی ہوئی۔

"اپنی زبان میں کیوں نہیں بولتا...... کمبخت جادوگر...... مہرالنساء غرائی ہوئی آواز
میں بولی"۔

"موت آئی ہے تیری...... اس نوجوانی میں مرنا چاہتی ہے...... تیری ہمت کیسے ہوئی
ہمارے سامنے آنے کی، اس نے اپنا ہاتھ سامنے کیا...... سونے کے مجسمے کے ہاتھ سے لمبی لمبی
لکیریں آگے بڑھنے لگیں...... لمبی اور چمکدار لکیریں...... پھر ان کے سرے سانپوں کے منہ
جیسے بن گئے...... جن کی زبانیں لہرا رہی تھیں...... یہ لمبے سانپ مہرالنساء کی جانب
بڑھے...... مہرالنساء نے گھور کر انہیں دیکھا اور اس کے بعد اس نے "درود پاک" کا ورد شروع
کردیا...... "درود پاک" مکمل ہوا ہی تھا کہ اچانک سونے کے مجسمے کے حلق سے چیخ سی نکلی......
اس کی انگلیاں ایک دم غائب ہوگئی تھیں اور جو اس نے عمل کیا تھا وہ مکمل طور سے ناکام ہو گیا
تھا...... اس وقت وہ بے شک سونے کے رنگ کا تھا لیکن اس کے چہرے کے نقوش اس کی
ساری کیفیت بالکل زندہ انسانوں جیسی تھی...... اس نے حیرانی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو
سامنے کر کے دیکھا، پھر اس کے حلق سے بھیانک قہقہے نکلنے لگے"۔

"تو یہ بات ہے...... تو ہمارے جادو کا توڑ کرنے کے لئے آئی ہے مگر تو ہے کون؟
موت آئی ہے تیری...... دو چار عمل سیکھ لئے ہیں تو ان سے ہمارا مقابلہ نہ کر...... میں
بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ اور میں کیا ہوں؟ اچانک ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند
اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا پھر اس کے پورے بدن میں ہاتھ ہی ہاتھ نم
ہوگئے اور یہ ہاتھ لہرانے لگے...... یہاں تک کے ان کی لمبائی بڑھنے لگی...... مہرالنساء اب
پابندی کے ساتھ "درود پاک" کا ورد کررہی تھی اور اس کی آنکھیں اس پر جمی
تھیں...... بڑی بھیانک کیفیت تھی رشیدہ اب بھی اسی طرح پتھرائی ہوئی دوزانوں بیٹھی
تھی...... کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آرہی تھی جس سے مہرالنساء کوئی کام لے سکتی
غرضیکہ ساری صورت حال مہرالنساء کے سامنے آرہی تھی اور اچانک ہی سونے کا وہ مجسمہ
جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا، وہ ہاتھ جو مہرالنساء تک پہنچنے کی کوشش کررہے تھے...... چھوٹے
چھوٹے ہوتے جارہے تھے اور پھر وہ گم بھی ہوگئے...... صرف دو ہاتھ باقی رہ گئے تھے جو
میں بلند ہوئے اور سونے کے مجسمے سے آواز نکلی"۔

"جے مہاکال...... جے مہاکال...... تیرا یہ داس ناکام ہو گیا ہے اب تو اسے سنبھال
اس کے بعد سونے کا وہ مجسمہ عجیب و غریب شکل اختیار کرنے لگا اور اس کے بعد جو
سامنے آیا اس نے کچھ لمحوں کے لئے مہرالنساء کے ہوش اڑا دیئے تھے"۔

وہ ایک ڈھانچہ تھا...... ایک مکمل انسان کا ڈھانچہ...... لیکن اس کی آنکھیں روشن
تھیں...... سفید روشن آنکھیں جن کی پتلیاں سیدھی لکیر کی مانند تھیں۔

"پہچانا مجھے مہرالنساء...... ڈھانچے کے حلق سے آواز ابھری"۔

"ارجن...... ارجن شاستری...... مہرالنساء کے حلق سے آواز ابھری"۔

"اور...... ڈھانچے کے دانت ہنسی کے انداز میں پھیل گئے۔

"شاستری چاچا...... مہرالنساء کی آواز پھر ابھری"۔

"اور...... اس بار ڈھانچے کی آواز غضبناک ہوگئی"۔

"اور کیا کہوں...... مہرالنساء بولی"۔

"مہاکال کہہ مجھے سسری...... گرو مہاراج کہہ کر پکار" گیانی مہاراج کہہ مجھے......
اور...... اچانک ارجن شاستری کی آواز کانپ گئی اور پتا جی کہہ مجھے...... تو میری کشکا
کشکا ہے تو میری...... ان الفاظ میں بے حد گداز تھا...... گہرا درد تھا، لیکن اسی درد میں
ہوئی ایک اور آواز مہرالنساء کو سنائی دی۔

"مہرالنساء...... یہ عمادالدین کی آواز تھی اور اس آواز نے مہرالنساء کے وجود میں
بھر دیئے...... اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا...... پھر اس کی آواز ابھری۔

"کیا کہوں تجھے"۔

"گرو مہاراج...... مہاکال...... کالی داس...... سنسار کا سب سے بڑا جادوگر"۔

اور کیا کہوں...... مہرالنساء کی آواز میں طنز تھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہے تو"۔

"گندے جوہڑ کا ناپاک مینڈک...... کالا اور قابل نفرت...... مہرالنساء کی آواز ابھری
ڈھانچے کی ہڈیاں شدت غضب سے کانپنے لگیں۔

اس سے قبل مہرالنساء سہم گئی تھی...... وہ بذات خود کچھ نہیں تھی، لیکن عماد اللہ
کچھ ایسا اعتماد اس کے سینے میں اتار دیا تھا کہ اسے مشکل ترین حالات میں ایک انوکھ
ادراک ہوتا تھا...... اس وقت وہ ارجن شاستری کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی...... و
مشکل سے اس کے چنگل سے نکل کر بھاگی تھی اور اب وہ دوبارہ اس کے سامنے آگیا
اس کے اندر ایک جذباتی کیفیت پیدا ہو گئی تھی...... اس نے کہا تھا کہ وہ شاستری کو
کر پکارے، لیکن کوئی اور بھی تو تھا جس کے کان "ابو" سننے کو ترس رہے ہوں گے۔
ادھر ارجن شاستری غصے سے کانپ رہا تھا اور کچھ فاصلے پر بے چارہ شہزاد علی......
بت بنا نجانے کس عالم میں تھا...... رات کا یہ بھیانک کھیل کافی دیر تک جاری رہا
شاستری نے کہا"۔
"کشکا کیا کہتی ہے تو...... چل میرے ساتھ چل...... جو کر چکی ہے اسے معاف
گا...... مہرالنساء کو ایک دم کچھ خیال آیا اور وہ سنبھل گئی...... اس نے کہا"
"پہلی بات تو یہ ہے ارجن شاستری کہ میں کشکا نہیں ہوں...... مہرالنساء
دوسری بات یہ کہ اب میں تیرے ساتھ جانا نہیں چاہتی"۔
ڈھانچہ ہنس پڑا پھر بولا۔
"اری باؤلی! اگر تو یہ سمجھتی ہے کہ تیرے پتا نے میرے شریر سے گوشت چھین
اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میری شکتی بھی ختم ہو گئی ہے تو میں تجھے بتاؤں کہ ایسی

کبھی کبھی بڑے عجیب واقعات ہو جاتے ہیں...... دیکھ شریر کو غذا کی ضرورت ہوتی
اگر شریر کو غذا نہ ملے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے...... یہ خون اور گوشت کی جاگیر جو ہے نا
قائم رکھنے کے لئے سنسار والوں کو نجانے کیا کیا کرنا پڑتا ہے...... اگر یہ ضرورتیں نہ
پھر طاقت اتنی بڑھ جائے کہ منش بہت طاقتور ہو جائے...... اس میں کوئی شک نہیں
مجھے بڑا دکھ ہے اپنے شریر کے چلے جانے کا...... پر اس سے کچھ فائدے بھی نظر آئے
مجھے...... مثلاً یہ کہ میں کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہوں، جو چاہوں کر سکتا ہوں......
بغیر منتر پڑھنے کے لئے سمے دے سکتا ہوں، کچھ منتر ایسے ہوتے ہیں جنہیں دن
رات پڑھا جاتا ہے اور اس میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی رکنے کی...... منش یہ منتر کبھی نہیں
سکتا، کیونکہ اسے کھانے پینے کے لئے اور زندگی کی دوسری ضرورتیں پوری کرنے کے
کرنا پڑتا ہے...... اپنی جگہ بھی چھوڑنی پڑتی ہے، مگر تیرے پتا نے میری یہ مشکل حل
...... میں نے وہ منتر پڑھے ہیں اور اب بڑی شکتی حاصل کر لی ہے میں نے...... دیکھے گی
حیران رہ جائے گی...... کیا سمجھی"۔
"ٹھیک ہے مگر تم اپنا بدن پھر کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو"۔
"وہی بات ہے ناکشکا کہ انسان انسانوں سے الگ تو نہیں رہ سکتا...... میرے من میں
آرزو ہے کہ سنسار کے دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی رہوں...... میں ان سے الگ
رہنا چاہتا تو یہ بات کیوں نہیں سوچتی"۔
"اگر تمہاری شکتی اتنی بڑھ گئی ہے ارجن شاستری تو اپنا بدن حاصل کیوں نہیں
لیتے؟"۔
"میرا شریر مجھے تیرا پتا ہی دے سکتا ہے یا پھر اور کچھ کوششیں ایسی ہیں جو میں نہیں
تو کر سکتی ہے میرے لئے اس لئے تو مجھے تیری ضرورت ہے"۔
"مگر میں تمہاری ضرورت پوری نہیں کر سکتی"۔
"کرے گی...... کرے گی...... کیسے نہیں کرے گی" کیا سمجھتی ہے تو، کرنا تو ہوگا تجھے"۔

"زبردستی"۔

"ہاں"۔

"وہ کیسے"۔

"مجھے اس کے لئے مجبور مت کر تو بھاگ آئی میرے پاس سے...... سسری...... ایسی شکتی دیتا تجھے، بڑی بڑی باتیں سوچی تھیں میں نے...... کالکا مندر بنتا اور تو کالکا مندر میں ہوتی...... کالکا دیوی یعنی تو...... یعنی میری کشکا اور سنسار بھر تیرے پاس آتے...... اپنی اپنی مشکلوں کا حل مانگنے کے لئے ارے کالکا مندر کے گرد بسا دیتا میں...... سنسار میں اتنا بڑا نام ہوتا کالکا دیوی کا...... کہ لوگ کہتے کہ واہ بھئی واہ طرح سے بھگوان نے اپنا روپ سنسار میں کالکا دیوی کو دیا ہے...... اتنا بڑا بنا دیتا تجھے بھی میرے من میں یہی ہے...... بیٹھیں گے باتیں کریں گے، چل میرے ساتھ چل ساتھ چل بلاوجہ بھاگ کر آگئی...... سنسار کی ٹھوکریں کھانے کے لئے"۔

مہر النساء بڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے سوچا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص علم کا ماہر ہے اور اس سے ٹکر لینا مشکل کام ہے...... وہاں سے بھاگ آئی تھی، چھپ سب کچھ ٹھیک تھا لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ اس سے ٹکرانا اس کے بس کی بات ہے...... پھر ایک اور خیال بھی اس کے دل میں آیا تھا...... یہ بیچارے لوگ جو مصیبت ہیں، یعنی شہزاد علی اور رشیدہ وغیرہ اگر یہ اس کمینے کے ذریعے مشکل سے نکل سکیں اچھی بات نہ ہوگی...... اگر اس کے ساتھ جانا بھی پڑے تو عارضی طور پر اس کی قربت کرلی جائے، بعد میں اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کردیا جائے...... کوئی خطرہ تو ہوگا دیکھا جائے گا...... وہ سوچ میں ڈوب گئی اور وہ خوفناک ڈھانچہ سامنے کھڑا رہا علی تو پتھر کا بت بن کر رہ گیا تھا آخر کار مہر النساء نے کہا۔

"دیکھو میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی لیکن کبھی کبھی کچھ مجبوریاں ہوجاتی ہیں کہ انسان کو اپنی مرضی کے خلاف بھی کچھ کرنا پڑتا ہے"۔

"سمجھا نہیں ہوں تیری بات"۔

"میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں جو کچھ تم کہو گے وہ بھی کرنے کو تیار ہوں، لیکن تمہیں بھی میرا ایک چھوٹا سا کام کرنا ہوگا"۔

"ہزار کام کہہ...... ہزار کام...... چھوٹے سے کام کی کیا بات کرتی ہے ری...... بول تو کیا کام ہے ہم سے"۔

"تم ان دونوں میاں بیوی کو دیکھ رہے ہو؟"۔

"ہاں دیکھا ہے میں نے انہیں"۔

"میں ان کی مدد کرنا چاہتی ہوں"۔

"مطلب؟"۔

"یہ مشکل کا شکار ہیں انہیں بڑے عجیب و غریب حالات کا سامنا ہے"۔

"معلوم ہے ہمیں، معلوم ہے"۔

"ان کی مدد کرنی ہے"۔

"اگر یہ ٹھیک ہوجائیں تو ہمیں کیا ملے گا"۔

"تمہیں تو مل چکا ہے کیا یہ بات کم ہے تمہارے لئے کہ اب میں تمہارے ساتھ چلنے کو ہوں اور کیا چاہتے ہو تم"۔

"چل ٹھیک ہے...... اس کے بارے میں بتائیں ہم تمہیں...... ان پر ایک انوکھی سوار ہوگئی ہے ویر مکرنا کا استھان ہوا ہے اس پر اور ویر مکرنا بڑا ٹیڑھا ہے جس کے پیچھے اسے ختم کرکے ہی چھوڑتا ہے"۔

"اور تم اپنے آپ کو شکتی مان کہتے ہو...... مہر النساء نے کہا۔

ان الفاظ کا اثر ارجن شاستری پر نمایاں نظر آیا تھا...... اس کا ڈھانچہ نما بدن تھر تھرایا اور وہ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے اگر تو یہی چاہتی ہے ناکہ ویر مکرنا سے دو دو

ہاتھ ہو جائیں ہمارے تو وہ بھی کر لیں گے...... پر ایک وعدہ کرنا ہو گا تجھے...... ایک
دینا ہو گا"۔

"بولو"۔

"اس کے فوراً بعد تو ہمارے ساتھ چلے گی اور جو کچھ ہم کہیں گے وہی کرے گی

"ٹھیک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ دونوں ٹھیک ہو جانے چاہئیں...... مہرالنساء
موقع سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچ لیا تھا"۔

"چل ٹھیک ہے...... ہم سے اگر کوئی وعدہ کرتا ہے تو اس کا وعدہ کرنا شرط ہے
کرا لیتے ہیں...... اور پھر چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

"یہ جو سامنے باؤلا کھڑا ہے نا اس سے تو بات کر لے...... سسرے کا کہیں ہارٹ
نہ ہو جائے...... کیا سمجھی"۔

"اگر میں اسے یہاں سے بھیج دوں تو"۔

"نہیں...... ویر مکرنا یہاں آئے گا...... یہ دونوں ہی پھیریں ہیں اسے یہاں ہونا چا

"تو کیا اس کی بیوی کو بھی یہاں بلا لیا جائے"۔

"خود آ جائے گی...... خود آ جائے گی...... ویر مکرنا اس کے چکر میں ہے اور وہ
کے چکر میں...... تو اس کے چکر میں نہ پڑ...... بس تماشہ دیکھ، مگر پہلے اسے سمجھا دے۔

مہرالنساء آہستہ قدموں سے شہزاد علی کی جانب بڑھ گئی...... شہزاد علی جیسے
طرح جم کر رہ گیا تھا...... وہ اس کے پاس پہنچ گئی۔

"شہزاد بھائی...... اس نے اسے پکارا تو وہ اچھل پڑا"۔

"ہاں...... ہاں...... ہاں"۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے"۔

"وہ...... وہ...... وہ انسان کا ڈھانچہ"۔

"ہاں...... وہ اب ہمارے کام آئے گا"۔

"کام...... کام...... کام"۔

"آپ اپنے آپ کو سنبھالئے تو سہی آپ کی حالت تو بہت ہی خراب ہو رہی ہے......
ذرا بیٹھئے تو سہی...... آپ مرد ہیں، جوان ہیں...... طاقتور ہیں...... میں تو ایک لڑکی ہوں......
ایک عورت ہوں...... آپ مجھ سے بھی زیادہ ڈر رہے ہیں"۔

"ایں...... نہیں تو...... مگر وہ...... اچانک ہی شہزاد علی کو جیسے ہوش آ گیا"۔

"سنبھالئے خود کو سنبھالئے"۔

"وہ اب بھی موجود ہے...... شہزاد علی سہمی ہوئی آواز میں بولا"۔

"وہ موجود رہے گا"۔

"کون ہے وہ"۔

"جو کوئی بھی ہے آپ کو اس کے بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں"۔

"میں کیا کروں"۔

"آپ ایک طرف کھڑے ہو جائیں اور راستے میں نہ آئیے...... انشاء اللہ تعالیٰ آج
ہمارے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے"۔

"مطلب"۔

"مطلب یہ کہ رشیدہ بہن اس مشکل سے نجات پا لیں گی اور جو مصیبت آپ پر نازل
ہوئی ہے وہ ختم ہو جائے گی"۔

"میں کیا کروں"۔

"آپ ایسا کریں اس درخت کے قریب جا کر کھڑے ہو جائیں اور اپنے آپ کو
سنبھالے رکھیں...... واقعات جیسے بھی ہوں اس کی ذمہ داری آپ مجھ پر چھوڑ دیں اور خود
پریشان نہ ہوں"۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے"۔

"دیکھئے منظر کچھ بھی ہو آپ ڈریں گے نہیں...... اگر آپ ڈرے تو سارا کھیل خراب

ہو جائے گا"۔

"میں ہمت کروں گا...... میں ہمت کروں گا"۔

"اب ٹھیک ہیں نا آپ"۔

"میں ٹھیک ہوں بالکل ٹھیک ہوں...... شہزاد علی نے جواب دیا...... پھر شہزاد علی
طرف جا کر کھڑا ہو گیا تھا اور ڈھانچے نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے تھے...... وہ
منتر پڑھ رہا تھا...... دیر تک یہ منتر پڑھنے کے بعد اس نے اندرونی دروازے پر پھونک
اور دفعتاً اندر سے ایک ہولناک چیخ سنائی دی...... پھر دوسرے لمحے رشیدہ نے باہر آنے
دروازے پر لات ماری اور دروازہ کھول کر باہر نکل آئی، لیکن اس کی صورت اس قدر بھ
ہو رہی تھی کہ مضبوط سے مضبوط دل والا اسے دیکھتا تو اس کے حواس گم ہو جاتے...
گہرے سرخ رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، یوں لگتا تھا جیسے مکمل خون میں نہائی ہوئی ہو، اس
آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اور ہونٹ نیچے اور اوپر کو مڑے ہوئے تھے
سے اس کے سارے دانت اور جبڑے نظر آ رہے تھے...... وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی
اس ڈھانچے کے سامنے پہنچ گئی جو ارجن شاستری کا تھا۔

"کون ہے رے تو؟" رشیدہ کی آواز سنائی دی۔

"ارجن ہے ہمارا نام مکرنا...... من کی آنکھیں کھول...... پہچاننے کی کوشش کر"۔

"کیوں آیا ہے...... رشیدہ کی آواز ابھری"۔

"بس یہ چاہتے ہیں کہ تو جیتا رہے...... اپنے کام کرتا رہے...... تیرا اور ہمارا دھرم ا
ہی ہے یعنی کالکا دھرم"۔

"مگر تو یہاں کیوں آیا ہے...... تو جانتا ہے کہ دو کالے دھرم کے مالک کبھی
دوسرے کا راستہ نہیں کاٹتے"۔

"ہاں یہ بات تو ہمیں معلوم ہے مگر کبھی کبھی ایسی مشکل پیش آ جاتی ہے...... ہم
راستہ کاٹنے نہیں آئے...... یوں سمجھ لے ہمارا ایک کام ہے ان لوگوں سے اور ہم نے

ے کہ ہم ان کا کام کر دیں گے...... یعنی تجھ سے کہیں گے کہ مکرنا جا کہیں اور کام کر
ان کو چھوڑ دے...... تو یہی ہم تجھ سے کہنا چاہتے ہیں کہ ان کو چھوڑ کر کہیں اور اپنا
ہمیں ان سے اپنا کام لینے دے۔

"مگر تیرا قرض تو نہیں ہے مجھ پر...... ارجن...... میں کیوں تیری بات مانوں...... میرا
تیرا اپنا کام ہے"۔

"وہ تو ہے...... مگر کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی سنسار میں ہمارا تیرا ٹکراؤ تو ہو گا اور ہو سکتا
ہے ہم سے کوئی کام نکل آئے"۔

"جب مجھے تم سے کام نکلے تو تم میرا کام مت کرنا...... جاؤ...... مجھے میرا کام کرنے دو"۔

"ارے نہیں رے نہیں...... ایسا مت کہہ...... دیکھ ہم دونوں کالے دھرم سے تعلق
رکھتے ہیں اور مہاکالی کے نام پر ایک دوسرے کے دوست بھی ہیں...... ہمیں ایک دوسرے
کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا چاہئے"۔

"مجھے سبق مت پڑھا ارجن شاستری...... جان چکا ہوں میں تجھے...... بس جا بھاگ
مجھے میرا کام کرنے دے...... یہ ایسا معاملہ ہے کہ میں تیری بات نہیں مان سکتا"۔

"ارے ارجن شاستری کا نام بھی لے رہا ہے...... پہچان بھی چکا ہے ہمیں اور اس کے
باتیں کر رہا ہے...... دیکھ بھائی مجبور مت کر ہمیں کہ ہم تیرے ساتھ جھگڑا کریں"۔

"جھگڑا کرے گا تو میرے ساتھ" رشیدہ کی آواز ابھری۔

"ہاں مجبوری ہے...... مجبوری ہے...... کیا کیا جا سکتا ہے...... ہمارا کام بھی بڑا ہے......
بار پھر تجھ سے کالے دھرم کے حوالے سے بات کرتے ہیں"۔

"چاہتا ہے تو آخر؟"۔

"یہ کہ اپنا کام کرو جا کر کہیں اور دیکھو"۔

"تجھے اصل بات معلوم نہیں ہے اس لئے ایسی کوئی بات مت کر"۔

"اصل بات بھی ہے؟"۔

"ہاں"۔

"کیا اصل بات ہے بتا؟"۔

"مرگھٹ میں تھے ہم...... آرام کر رہے تھے......اس آدمی نے ہمیں پریشان……
ہمیں وہاں سے نکال لیا...... کھدائی کرا رہا تھا......وہاں......ارے ہم تو آرام کر رہے……

"ہو جاتا ہے...... ہو جاتا ہے...... کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے، مگر تو ا……
چھوڑ دے انہیں ہم کہہ رہے ہیں تجھ سے"۔

"نہیں......ایسا ممکن نہیں ہے......ایسا نہیں ہو گا"۔

"دیکھ...... ہم سے جھگڑا مت کر...... ہم ابھی اپنی شکتی استعمال نہیں کرنا چاہتے……

"بڑا مان ہے تجھے اپنی شکتی پر ارجن شاستری" رشیدہ نے کہا۔

"نہیں مانے گا...... نہیں مانے گا......مان جا...... دیکھ ہم کہہ رہے ہیں مان جا"۔

"نہیں......میں تو خیر کیا مانوں گا، مگر تو اپنا سب کچھ کھو بیٹھے گا اس جگہ"۔

"دھت تیرے کی......ارے نہ للکار ہمیں پاگل"۔

"للکار دیا ہے میں نے للکار دیا ہے" رشیدہ نے کہا اور اچانک ہی نیچے جھک کر
زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھالی اور اس کے بعد اس نے یہ مٹی فضا میں بلند کر دی……
آنکھیں ہولناک انداز میں چمک رہی تھیں...... پھر اس نے دفعتاً مٹھی دوبارہ مٹی……
اور اسے فضا میں اچھالا اور حلق سے ایک عجیب سی آواز نکالی، لیکن جو کچھ سامنے آ……
سنسنی خیز تھا، اس آواز کے ساتھ ہی بے شمار سانپ فضا میں اڑتے ہوئے آئے اور……
جانب دوڑ پڑے...... گویا ارجن شاستری پر یہ پہلا وار تھا......ارجن شاستری نے……
جو ہڈیوں پر مشتمل تھے اوپر اٹھائے اور اچانک ہی اس کے ہاتھوں سے دھواں نکلنے……
سارے سانپ اس دھوئیں میں غائب ہو گئے تھے۔

گویا ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا تھا...... اچانک ہی نجانے کس جگہ سے……
پرندے اڑتے ہوئے نظر آئے...... یہ پرندے فضا میں چکر لگانے لگے تھے اور……

رشیدہ کے بدن کو چونچیں مارنا شروع کر دیں...... مہرالنساء اور شہزاد علی دم بخود کھڑے یہ
سب کچھ دیکھ رہے تھے، لیکن اچانک ہی رشیدہ کے قہقہے کی آواز سنائی دی......وہ قہقہے لگا رہی
تھی لیکن اس کے حلق سے مرد کی آواز نکل رہی تھی...... یکایک اس کے اطراف میں شعلے
بلند ہونے لگے اور پھر ان شعلوں میں سے ایک انتہائی کریہہ صورت مرد باہر نکل آیا......
رشیدہ اب وہاں موجود نہیں تھی...... ننگ دھڑنگ خوفناک شکل کا آدمی قہقہے لگا رہا تھا اور اس
کے قہقہے اس قدر بھیانک تھے کہ انسان کا دل لرز کر رہ جائے...... وہ قہقہے لگاتا ہوا ارجن
شاستری کے ڈھانچے کی جانب بڑھا، اس کے حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

"ارجن! غلط آدمی سے ٹکر لے لی ہے تو نے...... تو کالے دھرم میں بہت کچا ہے......
میں تجھے بھسم کر کے رکھ دوں گا...... بھسم کر دوں گا میں تجھے"۔

اچانک ہی ارجن شاستری نے ایک بار پھر اپنے ہاتھ بلند کئے اور اچانک ہی سفید رنگ
کی چھوٹی چھوٹی سلائیاں فضا میں نمودار ہوئیں اور سامنے والے کے بدن پر پڑنے لگیں......
وہ بھیانک شکل کا آدمی اپنے ہاتھوں کو سامنے کر کے اپنے آپ کو ان سلائیوں کی زد سے
بچانے کی کوشش کر رہا تھا...... اس کے قہقہے رک گئے تھے......وہ سلائیوں کو مسلسل پکڑ پکڑ
کر مروڑ رہا تھا، لیکن سلائیاں چاروں طرف سے اس پر آ رہی تھیں اور ان میں سے کچھ ایسی
آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں......اچانک ہی اس نے اپنے دونوں
ہاتھ فضا میں گھمائے اور اس کے گرد ایک سفید دھواں پھیل گیا...... بالکل ایسا ہی جیسے
دھوئیں میں وہ پرندے قید ہو کر غائب ہو گئے تھے...... یہاں تک کہ وہ سلائیاں گم ہو گئیں اور
کرنا کی آواز سنائی دی۔

"بس......ارجن بس...... چل اب میرا وار سنبھال" اس نے ایک بار پھر نیچے بیٹھ کر
اپنی مٹھیاں بند کیں اور جب مٹھیاں کھولیں تو چمگادڑوں جیسے بہت سے جانور ارجن پر
پہنچے......ایک قیامت سی آ گئی...... چمگادڑوں کے منہ سے بھیانک آوازیں نکل رہی تھیں،
لیکن یہ آوازیں ایسے لگ رہا تھا جیسے بہت سی عورتیں مل کر رو رہی ہوں...... لیکن ان کی یہ

آواز اتنی خوفناک تھی کہ شہزاد علی اور مہرالنساء کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس
ہو رہے تھے...... ان کے اعصاب کشیدہ ہوتے جارہے تھے...... مناظر بدلتے رہے اور
ایک اور بھیانک منظر نگاہوں کے سامنے آگیا...... وہ منظر یہ تھا کہ گوشت کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے ان چمگادڑوں کے پنجوں سے گر رہے تھے اور وہ انہیں کھانے کے لئے جھپٹ
کر حملے کر رہی تھیں...... وہ گوشت کو اپنی چونچوں میں پکڑتیں اور اس کے ساتھ خود
ٹکڑے ہو کر زمین پر گرنے لگتیں...... ارجن شاستری خاموش کھڑا ہوا تھا...... پھر اس
اپنی ایک انگلی اٹھائی اور اچانک ہی سناٹا چھا گیا...... اب نہ وہاں چمگادڑیں تھیں...... نہ گوشت
کوئی ٹکڑا...... البتہ رشیدہ اسی طرح خاموش کھڑی ہوئی تھی...... پھر اسی مرد کی آواز ابھری
"ارجن...... اب اگر تو نے کوئی گڑبڑ کی تو میں اس سسری کو جان سے ہی مار دوں گا"
"نہیں...... اب چونکہ میرا اور تیرا جھگڑا باقاعدہ ہو چکا ہے اور دوستی کی کوئی گنجائش
نہیں ہے اس لئے تو کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا...... ابھی تک تو میں نے تیرے ساتھ
صرف اتنا ہی کیا ہے کہ تو یہاں سے بھاگ جائے...... جیون میں پھر کبھی اگر ہماری اور تیری
بھیٹ ہو جائے تو اتنا برا خیال نہ ہو ہمارے من میں، مگر اب تو غلط حرکتیں کر رہا ہے......
اگر تو نے کوئی اور گڑبڑ کی تو پھر تیرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہوگا...... کیا سمجھا؟"۔
"ٹھیک ہے...... پھر آجا" اس خوفناک شخص نے کہا اور اچانک ہی وہ زمین پر بیٹھ کر
ایک منتر پڑھنے لگا...... اس کے بعد اس نے جیب سے کوئی چیز نکالی اور اپنے سینے میں داخل
کر لی...... یہ ایک تیز دھار والا چوڑا خنجر تھا جس جگہ اس نے اپنے سینے میں شگاف لگایا تھا
میں سے ایک بہت بڑا چہرہ نمودار ہوا...... یہ بڑا خوفناک چہرہ تھا جو پہلے زمین پر گر پڑا اور اس
کے بعد اس کا پورا وجود سامنے آگیا...... انسانی جسامت ہی کا ایک انتہائی خوفناک بونا تھا جس کا
قد ڈھائی تین فٹ سے زیادہ نہیں تھا لیکن اس کا پھیلاؤ چھ آدمیوں کے برابر تھا...... باہر
اس نے اپنا سر مکرنا کے سامنے جھکایا تو مکرنا نے جلدی سے اپنی ٹانگ سے اسی خنجر سے گوشت
کا ایک ٹکڑا کاٹا اور وہ ٹکڑا اس خوفناک بونے کی جانب اچھال دیا...... بونا ہونٹوں پر زبان پھیرتا

چٹپٹی ہوئی نگاہوں سے گوشت کے اس ٹکڑے کو دیکھ رہا تھا...... جیسے ہی مکرنا نے یہ ٹکڑا اس
کی طرف اچھالا اس نے اسے ہاتھوں میں لپک لیا اور پھر بڑے مزے سے اسے چبانے لگا......
پھر جب اس نے پورا ٹکڑا چٹ کر لیا تو اتنی ہولناک چیخ ماری کہ در و دیوار کانپ گئے، اب وہ
خونخوار نگاہوں سے سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔
مہرالنساء، شہزاد علی اور ارجن شاستری کی طرف...... اس کے بعد اس نے اچانک ہی
ناچنا شروع کر دیا...... مہرالنساء کا معاملہ تو خیر بالکل الگ تھا، لیکن شہزاد علی شدت خوف سے
پاگل ہوا جا رہا تھا...... بھلا اس نے زندگی میں یہ مناظر کہاں دیکھے تھے۔
رشیدہ تو بیچاری خود ان ہولناک واقعات کا ایک حصہ تھی...... ایک کردار تھی اور اس
بات چونکہ وہ ان شیطانی قوتوں کے زیر اثر تھی اس لئے اسے کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن
شہزاد علی یہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور تھا اور اس کے حواس گنگ ہوئے جا رہے تھے لیکن
مہرالنساء اسے برابر سہارا دے رہی تھی"۔
"شہزاد علی بھائی اگر اس وقت آپ نے ہمت ہار دی تو سمجھ لیجئے زندگی بھر کچھ نہیں
کرسکیں گے...... خود کو سنبھالئے...... خود کو سنبھالئے...... مہرالنساء نے شہزاد علی کا شانہ
تھپتھپاتے ہوئے کہا اور شہزاد علی سنبھل گیا...... خونخوار بونا ارجن شاستری کی طرف بڑھ رہا
تھا...... پھر جب وہ ارجن شاستری کے پاس پہنچا تو ارجن نے اچانک اپنی ایک انگلی اس کے
بدن میں چبھو دی...... بالکل ایسا لگا جیسے کسی ہوا بھرے غبارے میں سوراخ ہو گیا ہو...... تیز
آواز کے ساتھ بونے کے بدن سے ہوا نکلنے لگی اور وہ زمین پر لوٹیں لگانے لگا، اس کا بدن ہوا
نکلنے کے ساتھ ساتھ ہی کم ہوتا جا رہا تھا...... یہاں تک کہ وہ زمین پر ربڑ کے ایک چھوٹے
سے غبارے کی طرح رہ گیا جو پھٹ چکا ہو اور ارجن شاستری کی آواز سنائی دی"۔
"ہاں مکرنا...... چل کوئی نیا وار کر"۔
"دیکھ ارجن یہاں سے چلا جا...... اچھا نہیں ہوگا، ورنہ میں اس پوری بستی کو تباہ
کر دوں گا"۔

جواب میں ارجن شاستری کے ڈھانچے سے ہنسی کی آوازیں اُبھرنے لگیں
شیطانی قوتیں ایک دوسرے کے مدمقابل تھیں اور دیکھنے والے دنیا کا بھیانک منظر دیکھ رہے
تھے......ارجن شاستری نے کہا۔

"بستی کی تباہی تو بہت دور کی چیز ہے تو خود یہاں سے نکل جائے تو میں مان لوں"۔

"تو کیا تو مجھے بھاگنے بھی نہیں دے گا؟"۔

"جو بات میں نے تجھ سے پہلے کہی تھی وہ تو نے نہیں مانی اور اب سے نکل گیا"۔

"چل ٹھیک ہے روک مجھے...... مکرنا نے کہا اور ارجن نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ
گھمایا......ایک عجیب سی چیز جو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے لجلجے بدن کا سانپ ہو، مکرنا
جانب بڑھی اور اس نے اس کے پورے بدن کو لپیٹنا شروع کر دیا...... مکرنا نے اپنے ہاتھوں
سے اسے پکڑا اور اپنے بدن سے جدا کرنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن وہ شے اس کے بدن
سے لپٹ گئی تھی...... مکرنا اسے کھینچتا تو وہ ربڑ کی طرح کھنچ جاتی...... چھوڑتا تو وہ دوبارہ
کے وجود سے لپٹ جاتی اور شاید وہ تنگ بھی ہوتی جا رہی تھی چونکہ اب مکرنا کے چہرے
دہشت اور تکلیف کے آثار نظر آنے لگے تھے......اس نے وحشت زدہ آواز میں کہا۔

"ارجن شاستری...... ارجن...... چل میں تجھ سے معاہدہ کرنے کے لئے تیار
ہوں...... چھوڑ دے مجھے...... بس......اب چھوڑ دے"۔

"بات آگے نکل چکی ہے اب اس کی گنجائش نہیں رہی کیا سمجھا"۔

"چھوڑ دے مجھے...... میرا دم گھٹ رہا ہے...... چھوڑ دے"۔

"مکرنا تجھے ختم تو کرنا ہی تھا اس سارے کام کو اب وہ ممکن نہیں رہا جو تو چاہتا تھا"۔

"چھوڑ دے مجھے......میں کہتا ہوں مجھے چھوڑ دے"۔

"بات ختم ہو گئی کھیل بھی ختم ہو گیا ارجن شاستری نے کہا"۔

اور پھر آہستہ آہستہ مکرنا کی حالت بگڑتی ہی چلی گئی جو چیز اس کے جسم سے لپٹی ہوئی تھی
تنگ ہوتی جا رہی تھی اس کے بدن میں گھستی جا رہی تھی...... یہاں تک کہ اس کا چہرہ

پھر نیلا پڑا اور اس کے بعد وہ بے جان ہو گیا...... پھر ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھنے
مکرنا کا بے جان جسم چھوٹا ہوتا چلا جا رہا تھا اور رفتہ رفتہ وہ اتنا مختصر ہو گیا کہ دیکھنے پر
آئے، پھر زمین میں ایک چھوٹا سا سوراخ نمودار ہوا اور مکرنا کا وہ ننھا سا جسم سوراخ
داخل ہو گیا...... زمین کی مٹی خود بخود برابر ہو گئی تھی...... ارجن شاستری نے قہقہہ لگایا
بچے گا"۔

"دیکھا تو نے کشکا...... دیکھا تو نے میرا گیان اور اس کے بعد اگر مولوی عماد الدین
ہاتھوں سے بچ جائے تو خود سوچ کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے"۔

مہرالنساء چونک پڑی...... یہ الفاظ اسے مخاطب کر کے کہے گئے تھے لیکن اس وقت اس
ایک فیصلہ کر لیا تھا کہ رشیدہ اور شہزاد علی کو اس مصیبت سے بچائے......اپنے باپ کا نام
کر اس کے دل میں ایک ہوک تو اٹھی تھی، ایک نفرت تو بیدار ہوئی تھی اس کے دل
، لیکن بہر حال وہ برداشت کر گئی...... چند قدم آگے بڑھی اور بولی"۔

"ان تمام باتوں کو چھوڑ...... پہلے مجھے یہ بتا ارجن شاستری کے کیا ان لوگوں کا کھیل ختم
دیا"۔

"وہ خود دیکھ...... خود دیکھ...... ارجن شاستری نے رشیدہ کی جانب اشارہ کیا...... وہ
گھر کی طرف جا رہی تھی اور اس کے انداز میں شرابیوں جیسی لڑکھڑاہٹ تھی......
النساء اسے دیکھتی رہی......ارجن شاستری نے کہا"۔

"اب یوں کر اس کے مرد کو بھی اندر پہنچا دے اور ان سے کہہ دے کہ وہ جو کچھ تھا وہ
ہو گیا ہے اور اب وہ آرام کا جیون گزاریں گے...... یہ بات کر کے تو واپس آ جا...... ہم
یہاں سے ساتھ واپس چلیں گے...... مہرالنساء کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ
نہیں تھا کہ اس وقت ارجن شاستری کی بات پر بھروسہ کرے...... چنانچہ وہ آگے بڑھ کر
شہزاد علی کے پاس پہنچی اس نے کہا"۔

"شہزاد علی بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کا کام ہو گیا...... شہزاد علی چونک پڑا تھا اس

نے کہا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"آپ نے دیکھا نہیں کہ سارا کام ختم ہو گیا...... وہ ٹھیک ہو گئے اور کوئی مشکل
نہیں رہی، اب آپ آرام سے اپنا وقت گزاریئے...... مجھے جانا ہے شہزاد علی بھائی"۔

"کہاں جانا ہے...... شہزاد علی نے پوچھا اور مہر النساء کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکرا
پھیل گئی"۔

"شہزاد علی بھائی بس جانا ہے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہی ادائیگی کی ہے میں نے، لیکن
کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے بہن کہا اور میں نے آپ کو بھائی، ایک بہن اپنا فرض پورا
جا رہی ہے"۔

"کیا کہہ رہی ہو...... کیا کہہ رہی ہو بہن"۔

"ہاں شہزاد علی بھائی اس شرط پر یہ سب کچھ ہوا ہے آپ دیکھئے آپ کا دشمن
رشیدہ بہن کے ساتھ یہ سلوک کر رہا تھا زمین میں دفن ہو گیا ہے، اس کالے علم کے ماہر
یہ کام کیا ہے لیکن اس شرط پر کہ مجھے اس کے ساتھ جانا ہے"۔

"کیا کہہ رہی ہو...... تم کیا کہہ رہی ہو"۔

"وقت نہیں ہے شہزاد علی بھائی...... وقت نہیں ہے...... اچھا خدا حافظ...... میر
لئے دعا کیجئے"۔

شہزاد علی کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے تھے لیکن ایسے جذباتی مناظر کا اب
مہر النساء کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا تھا، وہ واپس پلٹی ارجن شاستری اس کا
کر رہا تھا...... ایک ڈھانچہ واپس مڑا اور مہر النساء اس کے ساتھ چل پڑی، لیکن شہزاد علی
لئے یہ دنیا کا سب سے حیرت ناک منظر تھا"۔

سفر نجانے کس طرف کا تھا؟ کہاں تک کا تھا؟ اور کہاں جا کے اس سفر کو ختم ہونا تھا؟
نہیں کہا جا سکتا تھا...... بس سفر جاری تھا...... جنگل تھے ویرانے تھے اور پھر ایک انتہائی
علاقے میں سفر کا خاتمہ ہوا اور ارجن شاستری ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت میں داخل
گیا...... اندازہ یہ ہوا کہ اس عمارت کو اس نے اپنا مسکن بنا رکھا ہے...... وہ آرام سے وہاں
گیا اور مہر النساء سے بولا"۔

"اب تک جو سمے تو نے ضائع کر دیا ہے تو نہیں جانتی کہ وہ کتنا قیمتی تھا، لیکن خیر بھاگی
میرے پاس سے پکڑنا تو تھا ہی تجھے...... ارے باؤلی کیوں بھاگی تھی...... ذرا مجھے بتا تو
دیکھ تو میری کشکا ہے...... اگر تیرا پتا میری کشکا کو مار نہ دیتا تو اس سارے کھیل کا آغاز
نہیں ہوتا...... اب میں نے تیرا جیون اپنے قبضے میں کر لیا ہے تو کشکا کی حیثیت سے جیتی
گی، میں تجھے بتاؤں میں نے ایک علاقے کا انتخاب کر لیا ہے...... میں وہاں کالکا مندر بنا رہا
میں تجھے اتنا گیان دوں گا کہ وہاں کالکا مندر آنے والا ہر منش اپنے من کی مراد
گا، وہ تیرے چرنوں میں آ کر جھکیں گے...... تجھ سے مانگیں گے تو انہیں دے گی اور اس
بعد سنسار میں تیرا بڑا نام ہو جائے گا...... میں کالکا کے نام پر ایک شہر آباد کروں گا، اس کا
ہو گا اور کالکا مندر کی دیوی...... کالکا دیوی کہلائے گی...... بھگوان کی سوگند میں کشکا کو
شریر کو وہ مان دوں گا کہ سارے سنسار میں اس کا نام ہو جائے گا اور اس کے بعد
الدین سے کہوں گا کہ عماد الدین تو میرا شریر مجھے واپس دے دے اور اپنی بیٹی کی آتما

مجھ سے واپس لے لے...... کشکا کے شریر میں کسی اور کی آتما کو داخل کر کے اپنی بیٹی کو اپنے
کلیجے سے لگا کر رکھوں گا...... کالکا دیوی کے روپ میں...... میں خود ہوں گا اور اس سنسار میں
میری امر شکتی کا بہت بڑا نام ہو گا...... بہت بڑا...... بہت ہی بڑا"۔

"لیکن میرے باپ کا کیا ہو گا؟"۔

"عماد الدین...... دیکھ ساری باتیں اپنی جگہ...... میری دھرم پتنی...... میری بیٹی مار
اس نے...... میں نے اس سے اس کی بیٹی چھین لی" میں تجھے آزاد کر دوں گا...... تلاش کر
اپنے پتا کو اگر وہ جیتا ہو، لیکن اس سے پہلے تجھے میرے سارے کام کرنا ہوں گے...... کیا سمجھی
اس کے بغیر تجھے چھوڑنا ممکن نہیں ہے"۔

مہر النساء دیر تک سوچتی رہی، حالانکہ دل میں کوئی برائی نہیں رکھنا چاہتی تھی وہ
کرنا چاہتی تھی، وہ حقیقت کے انداز میں کرنا چاہتی تھی، لیکن برائی کے جواب میں برائی کر
پڑ رہی تھی اور اس کے لئے وہ دل ہی دل میں اپنے آپ سے شرمندہ تھی اس نے گہری سانس
لے کر کہا"۔

"لیکن اب مجھے کرنا کیا ہے؟"۔

"ابھی تو تجھے وہ کرنا ہے جو نہ تیری سمجھ میں آئے گا اور نہ میں تجھے سمجھاؤں گا"۔

"مطلب"۔

"مطلب بھی بتا دوں گا تجھے ایک چھوٹی سی کہانی سن تجھے اس کہانی کا کردار بننا ہے
کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کیسے ہے؟ یہ تیرے جاننے کی بات نہیں...... جب تو اپنا یہ کام کر لے گی
بعد میں دیکھیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے...... تیرے امتحان کا معاملہ ہے...... بول کیا تو امتحان
دینے کے لئے تیار ہے؟"۔

"ہاں...... میں تیار ہوں...... مہر النساء نے جواب دیا اور ارجن شاستری کے دونوں
کے ہاتھ اس طرح ملنے لگے جیسے وہ خوشی کا اظہار کر رہا ہو...... اس نے کہا"۔

"تو پھر میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ کالکا دیوی کی جے، یہ کہہ کر اس نے دونوں

ہیں بند کئے اور اچانک ہی دھوئیں کا ایک مرغولہ فضا میں پھیل گیا...... یوں لگا تھا کہ جیسے
کسی نے مہر النساء کو اپنے حصار میں جکڑ لیا ہو...... ایک لمحے کے لئے اس کے ہوش و
حواس جواب دیتے ہوئے محسوس ہوئے...... سر میں چکر آیا اور وہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی چکراتی
لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ چکر ختم ہوتا چلا گیا اور اس کے ذہن میں کچھ عجیب و غریب سے
رقص کرنے لگے، ایسے خیالات جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا بس سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ اچانک کیا ہو گیا...... کوئی چیز سامنے نظر نہیں آ رہی تھی، لیکن پھر جب آہستہ
اس کا ذہن صاف ہوا تو کچھ کردار اس کی نگاہوں کے سامنے بکھرنے لگے، اسے یاد آتا کہ وہ
کسی جگہ موجود ہے، وہ ایک گھر ہے اور اس کے سامنے دیپا بیٹھی ہوئی ہے...... دیپا کون ہے؟
کیا ہے؟ وہ نہیں جانتی ہے...... لیکن نجانے کیا صورت حال تھی اس نے مرے مرے انداز
اپنے سر کو جنبشیں دیں...... اسے یوں محسوس ہوا کہ قرب و جوار میں اندھیرا پھیلا ہوا
البتہ باہر ذرا مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی...... اس روشنی میں اسے کچھ قدموں کی
آوازیں سنائی دیں اور پھر اسے دو پاؤں نظر آئے...... وہ سامنے دیکھنے لگی...... منظر ہی بدل گیا
ماحول ہی بدل گیا تھا...... وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ یہ اسے ایک لمحے کے لئے یاد بھی نہیں
تھا...... لیکن دیپا اسے یاد تھی اور اچھی طرح یاد تھی اس کے ساتھ ساتھ ہی نگاہوں کے
سامنے وہ قدم جو آہستہ آہستہ آگے چلے آ رہے تھے...... اس کا دل چاہا کہ دیپا کو جگا دے جو
وہاں سو رہی تھی لیکن دیپا بھی کیا کر سکتی ہے...... ان آنے والے قدموں کو دیکھ کر زیادہ
سے زیادہ شور مچا دے گی...... وہ قدم آگے بڑھتے رہے اور مہر النساء سانس روکے اسے دیکھتی
رہی کچھ لمحوں کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ عورت ہے...... درحقیقت اسے ٹھیک سے نظر
نہیں آ رہا تھا اور وہ عورت جو آ رہی تھی وہ بھی تاریکی کی وجہ سے ہاتھ پھیلائے آگے بڑھ
رہی تھی، اس سے پہلے کہ وہ مہر النساء کے پاس پہنچتی، راستے میں دیپا کے پلنگ سے ٹکرا گئی
اور لڑکھڑا کر اس پر گر پڑی...... دیپا بری طرح چیخی تھی"۔

"بچاؤ...... بچاؤ...... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ عورت بھی چیخنے لگی تھی...... وہ

کہہ رہی تھی“۔

”نہیں...... نہیں...... بھگوان کے لئے نہیں...... نہیں تمہیں بھگوان کا واسطہ۔“

”ارے کون ہے ری تو......اس بار دیپا کی آواز سنبھلی ہوئی تھی“۔

”چھوڑ دو مجھے...... چھوڑ دو...... تمہیں بھگوان کا واسطہ“۔

”ہے کون تو چڑیل ہے...... پچھل پیری ہے...... آخر تو ہے کیا؟“ دیپا کی آواز خوفزدہ محسوس ہو رہی تھی، اسی وقت مہرالنساء اپنی جگہ سے اٹھی اسے اندازہ تھا کہ ر کہاں سے جلائی جا سکتی ہے، دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کو اس نے ٹٹولا اور چٹ کی کے ساتھ کمرے میں مدہم روشنی پھیل گئی...... دیپا نے بے اختیار لڑکی کو چھوڑ دیا اور اندھوں کی طرح دوڑی...... اس بار وہ مہرالنساء سے ٹکراتی ٹکراتی بچی تھی...... اس مہرالنساء کو دیکھا اور اس کا چہرہ مزید دہشت زدہ ہو گیا...... پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے رندھی ہوئی آواز میں بولی“۔

”تم دونوں کو بھگوان کا واسطہ مجھے چھوڑ دو...... بھگوان کے لئے ایسا نہ کرو...... تمہیں دعائیں دوں گی۔

مہرالنساء اور دیپا حیرت سے لڑکی کو دیکھ رہی تھیں...... بہت خوبصورت لڑکی لیکن اس کا لباس بری طرح پھٹا ہوا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کون ہے؟ نقوش بے جاذب نظر...... آنکھیں بڑی بڑی، مگر خوف میں ڈوبی ہوئیں...... بال گھنے اور سیاہ لیکن پناہ الجھے ہوئے...... عمر بیس بائیس سال سے زیادہ نہیں ہو گی...... دیپا بھی اپنے پلنگ سے اتر آئی...... وہ بھی لڑکی کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی...... پھر اس نے مسخرے پن سے کہا۔

”ہم نے تمہیں پکڑا کہاں سے ہے؟ بتاؤ...... ہم کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم کون اور آئی کہاں سے ہو؟“۔

نجانے کیوں مہرالنساء کو دیپا کی یہ بات بری لگی، اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے دیپا معصوم سی لڑکی کا مذاق اڑا رہی ہو اور مہرالنساء کو اس کا یہ مذاق اڑانا پسند نہیں آیا......

بہت ہی مظلوم سی محسوس ہوئی تھی، اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا...... درحقیقت بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی وہ اور شاید اس کی خوبصورتی ہی تھی جس نے مہرالنساء کو متاثر کیا تھا وہ بولی“۔

”لڑکی......اگر تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو، جس طرف سے تم آئی ہو اس طرف سے بھی اور اگر ادھر سے نہ جانا چاہو تو یہ دروازہ سامنے ہے...... مہرالنساء کے ان ہمدردانہ الفاظ نے لڑکی کے انداز میں تبدیلی پیدا کی......اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مہرالنساء کی طرف دیکھا پھر بولی۔

”مجھے کچھ کھانے کو مل سکتا ہے...... کوئی بھی چیز...... میں دو دن سے بھوکی ہوں“ بہت بھوکی ہوں...... مجھے کوئی بھی چیز دے دو...... چاہے وہ سوکھی روٹی کا کوئی ٹکڑا بھی ہو...... بس اتنا سا“ وہ عاجزی سے بولی اور مہرالنساء نے دیپا کی طرف دیکھا...... دیپا نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ٹھیک ہے...... میں کچھ انتظام کر کے لاتی ہوں“ اور اس کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی، لڑکی نے خوفزدہ نگاہوں سے دروازے کو دیکھا پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر بولی“۔

”وہ...... وہ کسی کو میرے بارے میں بتائے گی تو نہیں...... وہ انہیں خبر تو نہیں ے گی“۔

”ے؟“ مہرالنساء نے چونک کر پوچھا اور اچانک ہی خود مہرالنساء کے ذہن میں ایک ابھرا...... جگہ اجنبی تھی...... ماحول اجنبی تھا...... وہ خود یہاں اجنبی تھی...... دیپا اجنبی اس سے پہلے تو وہ یہاں نہیں تھی...... ارجن شاستری اس کے ذہن میں ابھرا اور اس پورے وجود میں گرم گرم لہریں دوڑنے لگیں...... شیطانوں کا شیطان ارجن یہ اس نے کیا کر ڈالا...... یہ کیسا ماحول ہے...... یہ کون لوگ ہیں...... دیپا جاتی ہے......اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس ماحول کی شناسا ہو...... تبھی اس

کے کانوں میں ہواؤں کی سرگوشیاں اُبھریں۔

"ہاں...... تو اس ماحول کی شناسا ہے کشکا اور تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے تو
اب حیران ہونے کی ضرورت نہیں، تو مجھ سے تعاون کر رہی ہے اور یہ تعاون ہی تیر
میں بہتر ہے...... جب تو دیپا کو جانتی ہے، جب اس ماحول کو جانتی ہے تو اپنے آپ
اجنبی مت سمجھ اور یہ میرا پہلا کام ہے جو تیرے قدم کالکا دیوی کی جانب اٹھاتا ہے"۔

یہ آواز سو فیصدی ارجن شاستری کی تھی...... مہر النساء دیر تک اس آواز کو
انداز میں سنتی رہی۔

ادھر لڑکی بڑی محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی...... مہر النساء کی نگ
پڑی تو وہ بولی۔

"دیکھو! تم ایک نیک دل عورت معلوم ہوتی ہو...... میں مصیبتوں میں گھر
ہوں...... وہ میری جان کے پیچھے پڑ گئی ہے...... وہ مجھے نقصان پہنچادے گی......
جانتیں وہ میرے خون سے نہائے گی...... پہلے میری گردن کاٹ دے گی پھر اسے
دے گی...... پھر اسی طرح میرے شریر کو بھی الٹا لٹکا دے گی...... میرا خون اس پر گر
وہ منتر پڑھتی جائے گی...... ہائے رام کیا ہوگا میرا، کیا ہوگا؟" اچانک ہی مہر النساء کے
ہمدردی کی ایک لہر اٹھی...... معصوم سی لڑکی کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا...... مہرالن

"سنو! جو لڑکی یہاں سے باہر گئی ہے وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی وہ بہت ا
ہے...... بس وہ تمہارے لئے کھانا لینے گئی ہے...... کسی کو کچھ نہیں بتائے گی وہ
بھی نہیں بتائے گی...... تم اپنے آپ کو پرسکون رکھو...... پہلے سکون سے کھانا کھاؤ پھ
اپنے بارے میں بتانا...... تم کون ہو اور تمہیں کس سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے......
گھر ہے...... یہاں کوئی نہیں آسکتا...... وہ جو کوئی بھی ہے، نہ تو تمہیں کوئی نقصان پ
اور جیسا کہ تم کہہ رہی ہو نہ وہ تمہارے خون سے نہائے گی...... تم بالکل فکر م
مہر النساء محسوس کر رہی تھی کہ اس کا ہر لفظ لڑکی کے چہرے پر اطمینان بنتا جارہا

ی معصوم سی شخصیت تھی ایسی معصوم لڑکیاں بہت کم نگاہوں سے گزرتی ہیں۔

بہر حال وہ بڑی متاثر ہوئی تھی اس لڑکی سے...... لڑکی رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"دو دن ہو گئے پورے دو دن...... پہلے میں ایک سوکھے نالے میں چھپی رہی، وہاں کچھ
ے نظر آئے تو بھاگ کر یہاں آگئی...... یہاں سامنے جو درخت ہے میں اس پر چڑھ گئی......
نہیں شاید...... یہ بات معلوم نہیں کہ وہ یہاں بھی آئے تھے...... درخت کے نیچے مجھے
ڈھونڈتے رہے اور پھر مجھے نہ پا کر چلے گئے...... بڑی بھوکی ہوں میں...... میں نے سوچا تھا کہ
اس گھر میں رسوئی ہوگی کچھ کھانے کو مل جائے گا" اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے دروازے
کی طرف دیکھا...... تو مہر النساء بولی۔

"اب یہاں کوئی نہیں آئے گا بے فکر رہو...... ویسے تم کس سے خوفزدہ ہو...... وہ
کون ہے؟"۔

"مجھے کیا معلوم...... پوچھے جا رہی ہو...... مجھ سے بولا نہیں جا رہا" وہ جھلا کر بولی اور اس
جھلاہٹ میں وہ اور زیادہ خوبصورت لگنے لگی...... تب مہر النساء خاموش ہو گئی، اسے بڑا ترس
آ رہا تھا مگر اس کی کہانی اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی تھی...... اچانک ہی دروازے پر
آہٹ ہوئی تو وہ بری طرح چونک پڑی، اس نے کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف دیکھا پھر دروازے
کی طرف...... پھر دہشت زدہ نگاہوں سے مہر النساء کو، مگر آنے والی دیپا ہی تھی اس کے
ہاتھوں میں کھانے کا کچھ سامان تھا...... پوریاں، لڈو، بھاجی، ترکاری اور وہ آگے آکر لڑکی کے
قریب پہنچ گئی...... لڑکی نے بلی کی طرح آگے بڑھ کر ان تمام چیزوں کو جھپٹ لیا اور پھر وہیں
زمین پر بیٹھ گئی...... اس نے پوریاں منہ میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"پانی...... پانی اور لے آؤ...... یہ میرے حلق میں اٹک جائیں گی"۔

"آرام آرام سے کھاؤ...... پانی بھی آجاتا ہے" دیپا نے کہا اور لڑکی پوریاں چبانے لگی"
دونوں اسے تعجب بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں...... بے حد خوبصورت لڑکی تھی، مگر
ناقدری کا شکار ہو گئی تھی، جو کچھ اس نے کہا تھا وہ ابھی دیپا کو نہیں معلوم تھا...... بس

مہرالنساء ہی نے سنا تھا اور مہرالنساء اس کہانی میں الجھی ہوئی تھی...... ادھر دیپا بھی اس لڑ
عجیب سے انداز میں دیکھ رہی تھی...... اس نے ایک پوری منہ میں ٹھونس رکھی تھی
دوسری ہاتھ میں دبا رکھی تھی، ساتھ ہی ساتھ وہ بولتی بھی جا رہی تھی۔

"بھگوان تمہیں سکھی رکھے...... بھگوان کرے تم دونوں کبھی بھوکی نہ مرو......
مجھے ان کا خطرہ ہے، وہ مجھے جگہ جگہ ڈھونڈتے پھر رہے ہیں...... ویسے تو میں بہت تیز دو
ہوں، اگر میں تیز نہ دوڑتی نا تو ان کے ہاتھ آجاتی...... بھگوان کرے...... بھگوان کر
وہ...... وہ"۔

اچانک ہی دروازے پر آہٹ سنائی دی اور وہ دہشت سے چیخ پڑی...... اس کے ساتھ
مہرالنساء اور دیپا کی نگاہیں بھی دروازے کی جانب اٹھ گئی تھیں...... ایک لمحے کے لئے ان
نظریں اس طرف اٹھیں تو عقب سے لڑکی نے کرسی سے چھلانگ لگا دی...... اس کی تیز
کے ساتھ ان دونوں کی نگاہیں اس کھڑکی کی جانب اٹھ گئی تھیں...... ایک عجیب ہنگامہ بر
ہو گیا تھا اور مہرالنساء ایک لمحے کے لئے چکرا کر رہ گئی تھی۔

عجیب ہنگامہ ہو گیا تھا...... ایک طرف لڑکی کھڑکی سے نکل کر بھاگ گئی تھی تو دوسری
ن سے یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کون آیا ہے؟ لیکن مہرالنساء نے اس شخص کو دیکھا جس
کل وصورت ملازموں جیسی تھی...... وہ پانی کے برتن سنبھالے ہوئے اندر آیا تھا اور
وں کی طرح منہ کھول کر کھڑا ہو گیا تھا...... دیپا کے منہ سے آواز نکلی۔

"دھت تیرے کی" اور پھر وہ کھڑکی کی طرف دوڑی...... مہرالنساء بھی آگے بڑھ گئی
دونوں نے باہر جھانکا لیکن باہر بے پناہ سناٹا پھیلا ہوا تھا...... لڑکی کا نام و نشان بھی نظر
آ رہا تھا...... دیپا کھڑکی پر چڑھی اور دوسری جانب کود گئی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"کشکا...... تم بھی آجاؤ" دیپا مہرالنساء کو کشکا کے نام سے جانتی تھی...... یہ بات پہلی بار
النساء کو معلوم ہوئی تھی...... تاہم اس نے اس وقت اس کے بارے میں زیادہ نہیں
...... لڑکی نے ان دونوں کو اپنے سحر میں گرفتار کر لیا تھا...... وہ بھی کھڑکی کے دوسری
ف کود گئی اور لڑکی کو تلاش کرنے لگی...... اس نے چیخ کر کہا۔

"لڑکی...... تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے...... دروازے پر جو آہٹ ہوئی تھی...... وہ ہمارا
تھا جو تمہارے لئے پانی لایا تھا...... اگر تم درخت پر چڑھ گئی ہو تو نیچے آجاؤ...... ہم
ری حفاظت کریں گے لیکن کوئی جواب نہیں ملا...... دیر تک وہ دونوں لڑکی کی تلاش میں
ہاری پھرتی رہیں...... ادھر ادھر حیران پریشان آخر کار مایوس ہو کر وہ دونوں ایک لمبا چکر
کر کمرے میں داخل ہو گئیں...... دیپا...... خاص طور پر جھلاہٹ و غصے کا شکار تھی......

اندر داخل ہو کر اس نے کہا۔

"تم انسان ہو یا گدھے" یہ الفاظ اس نے ملازم سے کہے تھے...... ملازم چونک پڑا۔

"نہیں جی...... میں تو رگھو ہوں" اس نے جواب دیا۔

"ایسے جنگلی بیل کی طرح دروازے پر ٹکر مار کر اندر آتے ہیں"۔

"نہیں جی...... میں نے ٹکر تو نہیں ماری تھی" رگھو بھی بدھو ہی تھا۔

"گدھے کہیں کے"۔

"کدھر......؟" رگھو نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

"پانی رکھو...... اب کیا اسے تمہارے سر پر ڈال دوں"۔

"نن...... نہیں جی...... ٹھنڈا ہے...... میرا سر بھیگ جائے گا"۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ"۔

"اچھا جی" رگھو پھرتی سے باہر نکل گیا...... دیپا کھانے کی چیزوں کو دیکھنے لگی...... افسوس بھرے لہجے میں بولی۔

"بہت برا ہو گیا...... بیچاری سب کچھ ایسے ہی چھوڑ گئی...... بھوکی چیخ رہی تھی...... سندر تھی وہ...... پتا نہیں...... کس سے خوفزدہ تھی...... مہرالنساء نے کوئی جواب نہیں دیا...... وہ خود ذہنی اذیت کا شکار تھی...... نجانے...... یہ سب کیا تھا؟ کیا ہو گیا تھا...... بہر حال جو بھی ہوا تھا ابھی تک تو خود اسے اس بارے میں معلوم نہیں تھا؟ اور دیپا واحد شخصیت تھی جو اسے بتا سکتی تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ بڑی عجیب اور دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی...... دیپا کہنے لگی۔

"مجھے تو سب سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ وہ کچھ کھا نہیں سکی...... ویسے مجھے پیچھے کچھ بتایا تھا اس نے"۔

"نہیں...... پتا نہیں کس کا تذکرہ کر رہی تھی...... کہہ رہی تھی کہ وہ اسے کاٹ کر لٹکا دے گی اور اس کے خون سے نہائے گی...... بس...... خوفزدہ تھی کسی سے...... بے

چاری...... وہ اس کی تلاش میں ہیں"۔

"غلطی تو مجھ سے ہی ہوئی تھی" دیپا بولی...... کھانے کے لئے رگھو کو جگانا پڑا تھا...... میں نے اسے پانی لانے کے لئے کہا اور خود کھانا لے کر آ گئی...... میرے دونوں ہاتھوں میں کھانا تھا، اس لئے رگھو سے کہہ دیا تھا کہ پانی وہ لے آئے...... پتا نہیں...... کون تھی وہ......؟ کچھ بھی نہیں بتایا اپنے بارے میں"۔

"نہیں" مہرالنساء بولی۔

"پتا ہے...... اس وقت میں ایک خواب دیکھ رہی تھی...... میں دیکھ رہی تھی کہ میں ایک موٹے سے درخت کی ایک شاخ پر بیٹھی ہوئی ہوں...... شاخ کی موٹی لکڑی میرے وزن سے چرچرا رہی ہے...... پھر وہ ٹوٹ گئی اور میں نیچے گرنے لگی...... عین اسی وقت وہ میرے اوپر آ گری...... میں نے یہی سوچا تھا کہ شاید درخت میرے اوپر آ کر گرا ہے...... بڑی یاد آ رہی ہے، کتنی خوبصورت تھی وہ...... مہرالنساء دیپا کو دیکھنے لگی...... دیپا نے اسے کشکا کہہ کر پکارا تھا...... کیا دیپا بھی کسی ایسی ہی کیفیت کا شکار ہے یا پھر...... ارجن شاستری کے جانثاروں میں سے ہے وہ...... اور ارجن نے اسے سب کچھ سمجھا دیا ہے...... ویسے دیپا بھی اچھی شکل و صورت کی مالک تھی، جس طرح وہ مہرالنساء سے پیش آ رہی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مہرالنساء سے بخوبی واقف ہے اور انتہائی بے تکلفی سے اسے کشکا کہہ کر مخاطب کر رہی ہے...... ابھی یہ بات فیصلہ کن مرحلے میں داخل نہیں ہو سکتی تھی کہ...... دیپا نے اسے کیسے پہچانا ہے......؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... وہ خود ہی اس سے بے تکلف ہوئی تھی...... بہر حال چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اب بیکار ہے...... وہ تو چلی گئی...... لیٹ جاؤ...... یہ کھڑکی بھی بند نہیں کی جا سکتی...... کیا تمہیں نیند آ جائے گی...... کشکا"۔

"سونا تو ہے نا...... ورنہ صبح کو طبیعت خراب ہو جائے گی" مہرالنساء نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی کہنا چاہتی تھی، حالانکہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی ہوتی

خیر...... جو چیز تقدیر میں نہیں ہوتی انسان کتنی ہی کوشش کرے" دیپا نے کہا اور ادھورا چھوڑ کر کروٹ بدل کر لیٹ گئی، پتا نہیں...... کیا صورت حال تھی...... مہرالنساء بستر پر پڑی سوچتی رہی...... ایسے واقعات عام واقعات نہیں ہوتے...... اپنے بارے بھول کر وہ اس لڑکی کے بارے میں سوچتی رہی تھی...... خون کا غسل...... تلاش کر والے...... خوف...... یہ ساری باتیں بے مقصد نہیں تھیں...... پتا نہیں...... بیچاری کے ساتھ کیا پیش آیا؟ نہ جانے کون تھی...... کس کی اولاد تھی...... مہرالنساء بے چین کروٹیں بدلتی رہی اور آخر کار اسے نیند آ گئی...... اب ان باتوں کو سوچ کر پریشان ہونا مقصد ہی تھا...... نہ جانے دوسری صبح کب تک سوتی رہی...... جب جاگی اور اس کی آنکھ تو اس کی نگاہیں دیپا کے پلنگ کی جانب اٹھ گئیں...... دیپا پلنگ پر موجود نہیں تھی...... کھڑکی پر نظر پڑی...... کھڑکی کے دوسری جانب درخت جھوم رہے تھے...... رات کا منظر آنکھوں کے سامنے اجاگر ہو گیا...... وہ ہڑ بڑا کر اٹھی اور کھڑکی کے قریب پہنچ گئی زمین کھڑکی سے زیادہ نیچے نہیں تھی...... لڑکی کا خیال مسلسل دل میں آ رہا تھا...... وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں لڑکی خوفزدہ ہو کر دوبارہ درخت پر تو نہیں چڑھ گئی...... جائزہ لے لینے میں کوئی ہرج نہیں تھا، چنانچہ مہرالنساء کھڑکی پر چڑھی اور نیچے کود گئی...... پھر...... وہ اس درخت کے قریب پہنچ گئی...... نیچے زمین پر قدموں کے نشانات بنے ہوئے تھے...... وہ ننگے پاؤں ہی تھی اور اس کے پیروں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے...... اگر وہ کوئی دھوکا ہوتی کوئی بری روح ہوتی تو قدموں کے یہ نشانات یہاں نہ ملتے...... ان نشانات کی کھوج لگانا مشکل کام نہیں تھا...... یہ نشانات درخت سے کھڑکی تک آئے تھے اور اس کے بعد کھڑکی سے جب وہ کودی تھی تو وہ زیادہ گہرے تھے...... مہرالنساء ان کا جائزہ لیتے ہوئے بڑھتی رہی، لیکن پھر تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر وہ نشانات گم ہو گئے تھے، کیونکہ زمین تھی اور جو تھوڑے بہت نشانات اس پر بنے ہوئے ہوں گے تو ہوا نے انہیں مٹا دیا تھا ویسے یہاں کئی درخت موجود تھے جن کی شاخیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی

تھیں...... جگہ کے بارے میں مہرالنساء کو کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ عمارت خاصی وسیع و عریض معلوم ہوتی تھی...... یوں لگتا تھا جیسے کوئی عظیم الشان حویلی ہو کا یہ کوئی دوسرا حصہ ہو، یعنی ایسی جگہ کہ اصل حویلی...... اصل دروازے کے دوسری جانب ہو اور یہ حویلی کا آخری حصہ...... پہلی بات تو یہی نہیں پتا تھی اسے کہ حویلی کس کی ہے؟ دیپا کون ہے؟ ابھی تک اس نے دیپا سے اس بارے میں پوچھا بھی نہیں تھا...... لڑکی کا منظر ہی ایسا تھا کہ وہ اس میں کھو کر رہ گئی تھی...... اس نے بھرپور نگاہوں سے ان شاخوں کے درمیان جھانکا تھا...... ایک درخت کے نیچے پہنچی اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس آئی اچانک ہی دیپا کی آواز سنائی دی۔

"تو تم بھی وہی کر رہی ہو جو میں دو گھنٹے تک کر چکی ہوں...... وہ اب یہاں موجود نہیں ہے...... وہ اس عمارت سے بھاگ چکی ہے" دیپا نے کہا اور اس کے سامنے آ گئی...... کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر دیپا بولی۔

"بہر طور میں اس کے لئے غم زدہ ہوں، مگر اب کیا کیا جا سکتا ہے...... چلو آؤ...... اندر آؤ...... ناشتہ ٹھنڈا ہو چکا ہے...... بس یوں سمجھ لو کہ میں نے بھی ناشتہ نہیں کیا...... بہت دیر سے ناشتہ رکھا ہوا ہے" مہرالنساء اور دیپا اندر آ گئیں اور اس نے ناشتے کی ٹرے اٹھا کر آگے کھسکا لی...... چائے وغیرہ بھی موجود تھی جو اب اتنی گرم نہیں رہی تھی...... چائے پی جاتی رہی...... دیپا ہنس کر بولی۔

"رگھو تو بھاگ ہی چکا ہے...... ساری باتیں کر کے ہی واپس آئے گا"۔

"ایک بات کہوں دیپا" مہرالنساء نے آخر کار اپنے صبر کے پیمانے کو لبریز محسوس کیا...... دیپا بڑے اطمینان سے ناشتہ کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں کہو"۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" مہرالنساء نے دیپا کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا...... اسے یوں محسوس ہوا جیسے دیپا اس سوال کی منتظر ہو اور یہ سوال اس کے لئے کسی خاص اہمیت

کا حامل نہ ہو...... اس نے کہا۔

”ویر گڑھی...... اور یہ ویر گڑھی کا محل ہے...... رانی کشکندہ کی ملکیت“۔

”ایک بات بتاؤ گی...... دیپا“۔

”کوئی بات پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے...... ذرا رانی کشکندہ سے ملاقات کر لیں پھر اس کے بعد ویر گڑھی کے بارے میں ساری تفصیلات تمہیں بتا دوں گی...... رانی کش سے ملاقات ہو جائے تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے“ دیپا نے اس طرح کہا جیسے مہرالنـ کو سمجھا رہی ہو کہ اس وقت تک صبر کرو اور ارجن شاستری کے معاملات میں ٹانگ اڑاؤ...... جب تک کہ رانی کشکندہ سے ملاقات نہ ہو جائے اور مہرالنساء نے محسوس بھی کر کہ بات کیا ہے...... ؟ اور فیصلہ بھی کر لیا کہ دیپا سے تعاون کرے گی...... البتہ اس نے ضرور پوچھا۔

”دیپا...... ایک بات بتاؤ...... تمہاری اپنی زندگی کیا ہے؟ اچھا چلو اس کو بھی چھوڑو اس لڑکی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“۔

”اب کیا بتاؤں...... حالانکہ لوگ طرح طرح کی کہانیاں سناتے ہیں...... بہت سے لوگ ایسی حسین چڑیلوں کی بھی داستانیں سناتے ہیں جو درختوں پر رہتی ہیں...... ویرانے میں نظر آتی ہیں...... انسانوں کو دیکھ کر بھاگ جاتی ہیں، لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے...... کیا رات کی لڑکی پر کوئی شک کر رہی ہو“۔

”نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے...... ویسے جس طرح وہ غائب ہوئی وہ بڑے تعجب کی بات ہے“۔

”کیا وہ چڑیل ہو سکتی ہے؟“۔

”نہیں...... بالکل نہیں...... چڑیل تو وہ بالکل نہیں تھی“ مہرالنساء نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

”کیا تمہیں چڑیلوں کا تجربہ ہے؟“ دیپا ہنس کر بولی۔

”نہیں...... تجربہ تو نہیں ہے...... اب اگر ایسے ہی چڑیلیں آسانی سے نظر آ جائیں تو تمہیں بھی چڑیل کہہ سکتی ہوں اور تم مجھے بھی“۔

”ایک بات کہوں“ دیپا آہستہ سے بولی۔

”کیا......؟“۔

”اس جگہ کو تم محسوس نہیں کر رہیں...... کیسی لگ رہی ہے؟“۔

”مطلب“۔

”مجھے تو یہ بھی بھوت گھر معلوم ہوتی ہے...... ٹوٹی پھوٹی ذرا دیکھو چاروں طرف“۔

دیپا عجیب سے انداز میں بولی اور مہرالنساء کو ہنسی آ گئی...... اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تم مجھے ڈرانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو اور مجھے تعجب ہے کہ میرے بارے میں نے کے باوجود تم ایسی کوشش کر رہی ہو جس میں کوئی جان نہیں ہے...... میرا مطلب ہے“ دیپا نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور یوں محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پر ایک لمحے لئے دکھ کے آثار نمودار ہو گئے ہوں مہرالنساء دیپا کی صورت دیکھتی رہی...... دیپا نے نا اپنے آپ کو تبدیل کیا اور کہنے لگی۔

”ویسے اگر کوئی بھوتنی ہمارے ساتھ قیام کرے تو تمہیں کیسا لگے گا؟“۔

”بھوتنی ہو تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر بھوت ہوا تو ہم دونوں کے حق میں برا تا ہے“ مہرالنساء اور دیپا ایسی ہی باتیں کرتی رہیں...... اس دوران مہرالنساء یہ اندازہ نے کی کوشش کرتی رہی تھی کہ آخر دیپا ہے کیا چیز...... اور چاہتی کیا ہے؟ اگر اسے بھی ن شاستری کے بارے میں معلوم نہیں ہے تو پھر اصل صورت حال کیا ہے؟ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، البتہ یہ حقیقت ہے کہ مہرالنساء شدید ذہنی الجھن کا شکار ئی تھی...... ایک بار ارجن کے چنگل سے نکل بھاگی تھی لیکن اب یوں لگ رہا تھا جیسے س نے پوری طرح گرفت میں لے کر اپنے جال میں پھانس لیا ہے اور ضرور وہ اس لہ لینا چاہتا ہے...... پھر سارا دن گزر گیا...... شام کو کوئی ساڑھے چار بجے کے

قریب دیپا نے کہا۔

"ہمیں مہارانی کشکندہ کے سامنے پیش ہونا ہے...... کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"۔

"مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ مہارانی کشکندہ کون ہیں اور مجھے ان کے پاس کیوں ہونا ہے؟"۔

"تم یہاں مہارانی کے پاس نوکری کرنے آئی ہو...... تمہیں مہارانی کے خاص خدمت گاروں میں جگہ حاصل کرنے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے اور مہارانی تمہارا انتخاب کریں گی" مہرالنساء ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی...... اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے ارجن شائد اس کے کانوں میں سرگوشی کر رہا ہو۔

"ہاں...... یہی تمہارے یہاں آنے کا مقصد ہے اور باقی ساری باتیں رفتہ رفتہ تمہیں معلوم ہو جائیں گی...... مقررہ وقت پر دیپا مہرالنساء کو ساتھ لے کر چل پڑی...... زمانہ قدیم میں محلوں کا کیا تصور ہوتا ہوگا؟ وہ ایک الگ بات تھی...... یہ محل بھی بس محل کیا تھا اسے ایک شاندار حویلی کہا جا سکتا تھا...... پرانے طرز کی تعمیر کی ہوئی بہت خوبصورت اور صاف ستھری ملازموں کی تعداد بھی بہت تھی...... ویسے اس حویلی کی شان و شوکت دیکھنے کے قابل تھی...... ملازموں کی پوری فوج چاروں طرف نظر آ رہی تھی...... دونوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ ایک بہت ہی خوبصورت ہال میں پہنچا دیا گیا، جس میں گہرے سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا...... دیواروں پر حسین تصویریں جگہ جگہ مجسمے...... کچھ تصویریں خاص قسم کی تھیں...... یقیناً اس خاندان کے پرانے بزرگوں کی تھیں...... مہرالنساء گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہی تھی...... دیپا بھی کچھ خاموش خاموش سی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا...... عجیب بدصورت سا آدمی تھا اندر آ کر بولا۔

"میرا نام ہری سنگھ ہے...... مہارانی کشکندہ کا خاص آدمی ہوں...... ابھی تھوڑی دیر کے بعد رانی جی آنے والی ہیں اور وہ تمہارے بارے میں فیصلہ کریں گی" ہری سنگھ نے

نہیں مہرالنساء کا جائزہ لے رہی تھیں...... وہ انتہائی بدشکل تھا اور اسے دیکھ کر ایک عجیب سا خوف دل میں پیدا ہوتا تھا...... چہرہ کالا بھوتوں جیسا اس کی تیز آنکھیں مہرالنساء کا جائزہ لے رہی تھیں...... پھر...... وہ خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا گیا...... مہرالنساء نے دیپا سے کہا۔

"دیپا...... یہ آدمی تمہیں عجیب سا نہیں لگا"۔

"ہری سنگھ"۔

"ہاں"۔

"پتا نہیں...... کیا عجیب ہے اور کیا عجیب نہیں ہے...... کیا کہا جا سکتا ہے اس سلسلے میں"۔

"مگر وہ کہاں چلا گیا"۔

"شاید مہارانی کشکندہ آ رہی تھیں" دیپا نے کہا اور مہرالنساء کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ دیپا نے یہ الفاظ کیوں کہہ دیئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا وہ ٹھیک ہے...... کئی افراد تھے جو اس طرف آ رہے تھے اور ان کے بیچ رانی کشکندہ تھی...... مہرالنساء رانی کشکندہ کی شان و شوکت کو دیکھنے لگی...... کچھ خادمائیں کچھ خادم ساتھ تھے ہری سنگھ بھی تھا جو الگ ہی نظر آ رہا تھا...... رانی کشکندہ دراز قامت اور انتہائی خوبصورت عورت تھی...... سرخ و سفید سیب جیسی رنگت...... گھٹاؤں جیسے بال اور اتنے زیادہ کہ یقین نہ آئے چہرے پر بانکپن اور آنکھوں میں بجلیاں سی کوندتی ہوئی بڑے وقار سے وہ ایک ایک قدم رکھتی ہوئی آگے آئی اور مہرالنساء نے محسوس کیا کہ ہری سنگھ آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا ہے...... جس کے جواب میں رانی کشکندہ نے خاص طور سے مہرالنساء کو دیکھا اور دیر تک اس کی نگاہیں مہرالنساء کے چہرے پر ہی گڑی رہیں...... مہرالنساء کو اچانک ہی یہ محسوس ہوا جیسے کچھ نادیدہ ہاتھ اس کے چہرے کو ٹٹول کر دیکھ رہے ہوں...... بے اختیار اس کا دل چاہا کہ اپنے چہرے کو چھو کر دیکھے اور یہ اندازہ لگائے کہ وہ کیا چیز ہے جو اس کے چہرے کو ٹٹول رہا ہے، لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا...... کشکندہ بالکل قریب آ گئی اور مہرالنساء

سے نگاہیں ملانے لگی...... مہرالنساء خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی...... وہ محسوس کر رہی تھی کہ کشکندہ کی پر شوق نظریں مسلسل مہرالنساء کے چہرے پر جمی ہوئی ہیں...... اچانک ہی ہری سنگھ نے کہا۔

"لڑکی...... یہ مہارانی کشکندہ ہیں...... انہیں پرنام کرو، لیکن یہ کام مہرالنساء کے لئے ممکن نہیں تھا...... ارجن شاستری کی بہت سی باتیں مان لی تھیں اس نے...... لیکن یہ وہ کبھی نہیں مان سکتی تھی کہ وہ کشکا ہے اور ہندو ہے ہاتھ جوڑ کر پرنام کبھی نہیں کر سکتی تھی وہ اور نہ ہی ایک ہندو عورت کو سلام کر سکتی تھی، چنانچہ خاموش کھڑی رہی...... اچانک ہی مہارانی بھی جیسے سنبھل ہی گئی اور اس کے بعد کہنے لگی۔

"لڑکی اچھی ہے...... ہمیں پسند آئی...... ہم اسے اپنی داسیوں میں رکھنا چاہیں گے۔ کوئی ایسی بات نہیں لڑکی...... تمہارا نام کشکا ہے...... ہم بھی تمہیں کشکا ہی کہیں گے...... تم ہمیں پسند ہو" ہری سنگھ...... اس کے لئے سارے انتظامات کر دو...... اسے کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے...... ہم بہت جلد اسے اپنے پاس بلائیں گے...... مہرالنساء کو تعجب ہوا تھا کہ رانی کشکندہ نے دیپا کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا...... رانی تھوڑی دیر وہاں رہی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی، جن لوگوں کو وہ ہدایت کر گئی تھی انہوں نے مہرالنساء کے لئے تمام انتظامات کر دیئے...... خوش بختی یہ تھی کہ دیپا کو بھی حویلی کے اسی حصے میں مہرالنساء کے ساتھ ہی جگہ دی گئی تھی...... مہرالنساء بہرحال ارجن شاستری کے کہنے کے مطابق یہاں منتقل ہو گئی تھی، لیکن سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس کا مصرف کیا ہے...... یہ بات دیپا بھی نہیں بتا سکی تھی بس اس نے اتنا کہا تھا کہ...... جہاں محل میں اور بھی بہت سی داسیاں ہیں میں ہوں وہیں تم بھی ہو اور آرام سے یہاں رہو...... رانی نے تمہیں پسند کر لیا ہے...... پھر تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے...... شام کو چھ یا سات بجے کے قریب ہری سنگھ یہاں آ پہنچا، کہنے لگا۔

"کشکا وتی...... مہارانی کشکندہ نے تمہیں بہت زیادہ پسند کیا ہے...... یہاں آرام سے

رہو...... یہاں دوسری بہت سی داسیاں اور باندیاں بھی ہیں...... کسی کو کسی سے ملنے پر پابندی نہیں ہے...... ہنسی خوشی وقت گزارو...... ایک اور خادم تمہارے پاس بھیجا جا رہا ہے...... تمہیں پسند آئے گا یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا...... دیپا اس وقت مہرالنساء کے پاس موجود نہیں تھی...... ہری سنگھ کے یہ الفاظ مہرالنساء کو بہت عجیب معلوم ہوئے تھے...... وہ دروازے کو گھورتی رہ گئی اور سوچتی رہی کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے...... کیسے انوکھے اور پراسرار واقعات ہیں کیا کبھی کسی اور کو بھی زندگی میں ایسے انوکھے واقعات پیش آئے ہوں گے...... کچھ دیر کے بعد دروازے سے انتہائی حسین نوجوان اندر داخل ہوا، اتنا جاذب نگاہ...... کہ اس پر نگاہیں نہ ٹھہریں...... وہ اندر داخل ہوا اور مسکراتی نگاہوں سے مہرالنساء کو دیکھتا ہوا بولا۔

"میرا نام ہیرا ہے"۔

"جی" مہرالنساء نے آہستہ سے کہا۔

"کیسا ہوں؟"۔

"کیا مطلب" مہرالنساء گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہیرے جیسا ہوں یا نہیں" اس کی شوخ آنکھوں کی بے باکی مہرالنساء کو بہت عجیب محسوس ہوئی تھی، جس قدر حسین صورت کا مالک تھا...... جیسی شاندار شخصیت رکھتا تھا، اس کی نسبت اس کا کردار کچھ عجیب سا معلوم ہو رہا تھا...... پھر اس نے کہا۔

"تمہارا نام کشکا ہے"۔

"کیوں پوچھ رہے ہو؟"۔

"بس باتیں کرنے کے لئے اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تمہارا نام کشکا ہے، آؤ...... باہر چلیں ذرا باہر چل کر دیکھو ماحول کس قدر خوبصورت ہے، آؤ...... اس نے آگے بڑھ کر مہرالنساء کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تو مہرالنساء بولی۔

"دیکھو...... انسان کو چاہئے ہمیشہ ایک حد قائم رکھے...... میں حدود کی قائل ہوں...... تم حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کبھی مت کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے" وہ ایک لمحے کے لئے

سنجیدہ ہو گیا...... اس کی مسکراہٹ میں اب وہ جان نہیں رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"شاید تم نے مجھے پسند نہیں کیا...... چلو ٹھیک ہے یہ تو تمہاری مرضی ہے...... باہر چلو گی میرے ساتھ"۔

"چلو" مہرالنساء نے کہا اور پروقار انداز میں اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر نکل آئی اس نے محسوس کیا کہ ہیرا نے کئی بار گہری نگاہوں سے اسے دیکھا ہے لیکن وہ بولا نہیں تھا...... حویلی کے عقبی حصے میں ایک انتہائی وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا جس میں گھاس کا فرش اس طرح بچھا ہوا تھا جیسے مخمل کا قالین بچھا دیا گیا ہو...... اتنی حسین جگہ بہت کم دیکھنے میں آتی ہے...... جگہ جگہ حوض و فوارے بنے ہوئے تھے اور ان کے گرد سنگی مجسمے آویزاں تھے...... اتنے خوبصورت مجسمے کہ بس یوں لگتا تھا جیسے ابھی بول پڑیں گے...... اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ان مجسموں نے باغ کا حسن بڑھا دیا تھا...... حویلی کا یہ عقبی حصہ بے حد خوبصورت تھا...... یہاں مدہم مدہم روشنی بکھری ہوئی تھی...... لیکن شام تیزی سے جھکتی چلی جا رہی تھی...... ہوا چل رہی تھی اگر موسم اور ماحول کے لحاظ سے دیکھا جاتا تو یہ جگہ انتہائی حسین کہی جا سکتی تھی...... چاروں طرف خوشبوئیں بکھری ہوئی تھیں جو ہوا کے ان پھولوں سے مس ہو کر چلنے سے تھی جو جگہ جگہ نظر آ رہے تھے...... ایک موڑ مڑنے کے بعد مہرالنساء نے جو منظر دیکھا وہ ناقابل یقین تھا...... اسے انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا تھا...... پھول دیواروں میں لگے ہوئے تھے...... کہیں بلند کہیں پست...... سب کے رنگ مختلف تھے اور ان پھولوں کے درمیان سے مجسمے اس طرح جھانک رہے تھے جیسے کوئی پھولوں کے درمیان چلتا چلتا رک گیا ہو...... یہاں ایک چوکور حوض اس طرح بنا ہوا تھا کہ اس کے کنارے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی گئی تھی...... اتنے حسین اتنے سارے مجسمے شاید کبھی کبھی نہیں دیکھے گئے ہوں گے...... ہیرا اس سمت آ گیا اور اس کے پاس رک کر اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ایک بار پھر مہرالنساء کو دیکھا اور بولا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ یہاں آ کر سب کے من ڈول جاتے ہیں...... ہم اسے پھول

تمہیں تو غلط نہیں ہو گا...... کیسی لگی تمہیں یہ جگہ"۔

"بہت اچھی ہے" مہرالنساء نے کہا۔

"ہمارے مہاراج...... مہاراج...... پھولوں کے رسیا ہیں...... بس یوں سمجھ لو کہ انہوں نے اس حویلی کو پھول حویلی بنا دیا ہے...... اتنی دولت خرچ کی ہے اس پر کہ شاید اس سے ایک بستی بسائی جا سکتی تھی"۔

"مہاراج کہاں ہیں؟" مہرالنساء کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"بھلا نوکروں کو یہ بات کہاں معلوم ہوتی ہے کہ مالک کہاں ہیں...... کیشو مہاراج اس عمارت کے مالک ہیں اور رانی کشکندہ ان کی دھرم پتنی، خیر...... تم مجھے کچھ عجیب سی لگ رہی ہو...... یہ بتاؤ...... کیا میری قربت تمہیں ناگوار گزری ہے...... میں کسی کے سر نہیں پڑتا مجھے تو ہری سنگھ مہاراج نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تمہاری ہر طرح سے سیوا کروں...... اصل میں دیکھو...... برا مت ماننا اس بات کا...... تم عورت ہو...... ہری سنگھ مہاراج سمجھتے نہیں کہ میں اتنا جاذب نظر ہوں کہ عورتیں مجھے پسند کرنے لگتی ہیں...... کیا سمجھیں؟" مہرالنساء نے اسے دیکھا اور بولی۔

"دیکھو ہیرا...... بھول کر بھی ایسا مت سوچنا کہ میں تمہیں کسی ایسی نگاہ سے دیکھوں گی تم میرے اچھے ساتھی تو بن سکتے ہو جس کے ساتھ میں باتیں کروں گی...... وقت گزاروں گی، لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا حسن مجھے متاثر کرے گا اور میں تمہاری طرف متوجہ ہو جاؤں گی تو اس بات کو دل سے نکال دینا" وہ خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"بھگوان تمہیں سکھی رکھے میں بھی برا انسان نہیں ہوں، لیکن...... بس یہ سمجھ لو کہ نوکر ہوں جو کچھ مجھ سے کہا جاتا ہے وہی کرتا ہوں...... کم از کم یہ تو نہیں کہنا ان سے کہ میری وجہ سے تم پریشان ہوئیں...... اگر تم مجھے ساتھ ہی رکھو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا" مہرالنساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔

"تم یہاں رکو میں ابھی آتا ہوں...... ٹھیک ہے"۔

"ہاں جاؤ" مہرالنساء بولی اور وہ چلا گیا...... مہرالنساء اسے جاتے دیکھتی رہی...... جب نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی...... رات کی تاریکیاں آہستہ پھیلتی جا رہی تھیں...... پھولوں کے رنگ ماند پڑتے جا رہے تھے...... بڑا طلسمی تھا ہر طرف ایک پراسرار سی اداس فضائیں چاروں طرف طاری تھیں...... یوں لگتا تھا کچھ ہونے والا ہے...... جیسے اچانک ہی کچھ ہو جائے گا...... پھولوں کا سکوت ان کے درمیان خاموش کھڑے مجسمے سب کسی انہونی بات کے منتظر تھے، یا پھر اس ماحول نے یہ احساس مہرالنساء کے دل میں پیدا کر دیا تھا...... کچھ عجیب سے حالات تھے، بہت سی باتیں ذہن تھیں جو نجانے کیسے کیسے احساسات کا شکار کر دیتی تھیں...... مثلاً وہ لڑکی جو ہوا کے جھونکے کی مانند آئی تھی اور پھر اسی طرح فضاؤں میں گم ہو گئی تھی کہ اس کا کوئی نام و نشان نہیں تھا...... نجانے وہ کون تھی، کیا تھی؟ دفعتاً ہی ایک عجیب سی آواز مہرالنساء کو سنائی دی، بالکل ایسی آواز جیسے کوئی کسی کو سرگوشی کے انداز میں مخاطب کرتا ہے...... مہرالنساء چاروں طرف دیکھنے لگی...... وہ آواز دوبارہ سنائی دی تو وہ حیرانی سے کئی قدم آگے بڑھی...... یہاں پتھریلے مجسموں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا...... اچانک ہی کچھ فاصلے پر ایک روشنی سی ابھری اور مہرالنساء حیران رہ گئی...... اس روشنی میں اس نے دو انسانی سائے دیکھے...... وہ ایک لمحے کے لئے نظر آئے تھے اور اس کے بعد روشنی کے پاس سے ہٹ گئے تھے، پھر وہ دوبارہ نظر آئے اور مہرالنساء نے انہیں دیکھ کر گہری سانس لی...... یہ ملازم تھے اور محل میں روشنی کرتے پھر رہے تھے...... مہرالنساء خاموشی سے دیکھتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد سب کے سب چلے گئے، اب جگہ جگہ رنگین روشنیاں نظر آ رہی تھیں...... اچانک مخاطب کرنے والی آواز دوبارہ اُبھری اور مہرالنساء کے اعصاب تن گئے...... پھر سرگوشی سنائی دی۔

"سنو...... ادھر...... اس طرف...... بائیں سمت" یہ آواز مہرالنساء کے کانوں

تھی اور وہ اس جانب بڑھ گئی تھی...... اس کے بائیں سمت پھولوں کے درمیان سنگ مرمر کا ایک بے جان مجسمہ کھڑا ہوا تھا...... پتھریلا اور ساکت...... آواز پھر سنائی دی۔

"ہاں ٹھیک ہے...... میرے پاس آ جاؤ...... سنو جلدی کرو...... جلدی...... ورنہ کوئی آ جائے گا......" اس بار مہرالنساء نے صاف طور سے محسوس کر لیا تھا کہ آواز مجسمے ہی سے اُبھری تھی لیکن یہ بولتا ہوا سنگی مجسمہ...... تمام تر ہمت کرنے کے باوجود مہرالنساء کے جسم میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس مجسمے کو دیکھنے لگی تھی۔

کچھ دیر تک وہ پریشانی سے مجسمے کا جائزہ لیتی رہی...... ایک نوجوان آدمی کا مجسمہ تھا
پتھریلا اور بے جان...... لیکن وہ بول رہا تھا...... مہرالنساء آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس کے
قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا۔

"چلی جاؤ...... یہاں سے چلی جاؤ...... یہ جادو نگری ہے...... یہ...... یہ بہت بری جگہ
ہے...... یہاں پھنس گئیں تو کبھی واپس نہیں جاسکو گی...... چلی جاؤ یہاں سے...... چلی جاؤ۔"

"کون ہو تم......؟" مہرالنساء نے سوال کیا۔

"دیکھو...... جاؤ چلی جاؤ...... یہاں سے چلی جاؤ...... ورنہ...... ورنہ پھر کبھی نہیں جاسکو
گی...... آہ...... پھر کبھی نہیں جاسکو گی...... جاؤ...... چلی جاؤ...... وہ درد بھرے انداز میں یہ
الفاظ کہہ رہا تھا...... پھر اچانک ہی وہ خاموش ہو گیا...... مہرالنساء اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تم کون ہو......؟" لیکن مجسمے کے منہ سے پھر کوئی آواز نہیں نکلی
تھی...... البتہ عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی...... ہیرا آرہا تھا اور اس کے ساتھ
کچھ لڑکیاں بھی تھیں...... نجانے کون تھیں وہ......؟ مجسمہ پھر کچھ نہیں بول سکا تھا۔
مہرالنساء نے کئی بار اسے آوازیں دیں اور پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ اب نہیں بولے گا۔
اتنی دیر میں ہیرا قریب آگیا...... لڑکیاں اس سے کچھ فاصلے پر رک گئیں، وہ ہاتھوں میں
چیزیں لئے ہوئے تھیں...... ہیرا نے کہا۔

"بیٹھو...... بیٹھ جاؤ...... یہ جگہ بہت خوبصورت ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے

...ری خوشی کے لئے سب کچھ کروں"۔

"ہیرا...... یہ مجسمے کس نے بنائے ہیں؟" مہرالنساء نے سوال کیا اور ہیرا مسکرانے لگا،
پھر بولا۔

"کیا یہ جگہ تمہیں سورگ سے کم لگتی ہے...... ایسی حسین جگہ کا تم نے کبھی تصور کیا تھا؟
سچ سچ بتانا کشکا"۔

"مجسمے کس نے بنائے ہیں ہیرا...... تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا" مہرالنساء بولی۔

"بس...... یوں سمجھ لو کہ ہمارے مہاراج ان تمام چیزوں کے شوقین ہیں...... انہوں
نے نہ جانے کہاں کہاں سے یہ مجسمے لاکر یہاں سجائے ہیں اور اس جگہ کو سورگ بنادیا ہے......
یہ ایک بات بتاؤ تمہیں یہ مجسمے کیسے لگے؟"۔

"یوں لگتا ہے جیسے یہ زندہ ہوں" مہرالنساء بولی اور ہیرا ہنسنے لگا...... اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں...... بنانے والوں نے انہیں اصلی جیسا ہی بنایا ہے...... آؤ بیٹھو ہوا میں پھیلی
خوشبو کیسی لگ رہی ہے تمہیں...... بیٹھو" وہ بولا اور مہرالنساء آہستہ سے آگے بڑھ کر سنگی
حوض کے کنارے بنے تخت پر بیٹھ گئی، ہیرا مسکراتی نگاہوں سے مہرالنساء کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کشکا...... سنسار میں جیون گزارنے کے ہزار طریقے ہوتے ہیں...... یہ جیون
گزارنے کا ایک سب سے خوبصورت طریقہ ہے...... دیکھو مہارانی کشکندہ نے مجھے تمہارے
لئے بھیجا ہے سنسار کے سارے مزے اڑاؤ اور امر ہو جاؤ، کیا سمجھیں؟"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو ہیرا؟"۔

"یہ امرت جل ہے...... امرت جل پیو اور امر ہو جاؤ"۔

"میں امرت جل نہیں پیتی اور نہ امر ہونا چاہتی ہوں...... سمجھ رہے ہو بس اپنے آپ
تک رہو...... اگر میں یہاں ملازم کی حیثیت سے بھی آئی ہوں تو تمہاری ملازم نہیں ہوں......
یہ تمام فضول باتوں کو اپنے تک رکھو...... سمجھ رہے ہو نا...... کیا سمجھے؟"۔

"لیکن میری بات تو سنو...... تمہارا جیون اسی میں ہے"۔

"بکواس کر رہے ہو...... میرا جیون اس میں نہیں ہے، لیکن تمہاری بد قسمتی ہے وہ سب کچھ نہیں ہو سکتا جو تم چاہتے ہو...... خود کو ناکام تصور کرو اور اب مجھے جواب دو کہ اب تم یہ سب کچھ کیوں کرنا چاہتے ہو؟" مہر النساء نے پہلی بار ہیرا کے چہرے خوف کے آثار دیکھے تھے، وہ بولا۔

"سنو ایسا مت کرو...... ایسا مت کرو"۔

"جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا ہے ہیرا...... انہیں واپس جا کر یہ بتا دو کہ کوشش میں ناکام رہے ہیں...... سمجھ رہے ہو نا...... مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی ہے...... نہ میں امرت جل پی کر امر ہونا چاہتی ہوں اور نہ مجھے ان تمام چیزوں سے کوئی ہے...... تم یہاں بیٹھو اور جو مرضی آئے کرو" مہر النساء اپنی جگہ سے اٹھی اور تیز تیز اٹھاتی ہوئی وہاں سے چل کر اپنی آرام گاہ میں پہنچ گئی...... دیپا اس وقت وہاں موجود تھی...... مہر النساء اپنی جگہ بیٹھ کر سوچ میں ڈوب گئی، نہ وہ کشکاوتی تھی نہ ارجن شاستری تمام احکامات کی پابند...... لمحاتی طور پر اس نے ارجن شاستری کی قربت قبول کی تھی، وہ صرف اس لئے کہ شہزاد علی کا کام ہو جائے...... اب اس کے فوراً ہی بعد تو وہ ارجن منحرف نہیں ہو سکتی تھی...... تھوڑا سا وقت تو لگنا ہی تھا، لیکن اب یہاں جو مسئلہ پیش آ وہ ذرا زیادہ آگے بڑھ گیا تھا...... اس کے لئے اسے صحیح فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کریں اور کریں...... بات کچھ بگڑی ہوئی سی لگ رہی تھی اور اس کے ذہن میں کچھ انتشار سا پیدا تھا...... اپنی آرام گاہ میں بستر میں بیٹھ کر اس نے دیپا کے بارے میں سوچا، اس وقت دیپا موجود نہیں تھی حالانکہ وہ بالکل اجنبی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ بہت ہی قریبی شخصیت ہو...... مجسمے کی آواز...... یہاں کا ماحول...... رانی کشکندہ جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ سب سنسنی خیز لگ رہا تھا اور مہر النساء سوچ رہی تھی کہ آگے اب اس مسئلے کو جاری رکھا جائے بہر حال بڑی الجھن کے لمحات تھے، بیٹھے بیٹھے اس کی نظر سامنے لگی دیوار پر ایک پڑی...... یہ ایک عجیب و غریب تصویر تھی، لیکن زیادہ عجیب اس وقت ہوگئی جب اچانک

تصویر کے نقوش بدلنے لگے اور وہ ایک انوکھی شکل اختیار کر گئی...... یہ شکل بھی تبدیل ہوئی اس نے دیکھا کہ تصویر رانی کشکندہ کی شکل اختیار کر گئی ہے اور وہ کشکندہ کو گھورتی ہے...... پھر ایک بار اور تصویر کے نقوش تبدیل ہوئے اور مہر النساء کے ہوش و حواس گم ہو گئے، کیونکہ اب یہ تصویر ہری سنگھ کی شکل اختیار کر گئی تھی...... یہ ساری کی ساری خبیث روحیں تھیں جو تصویری شکل میں آ رہی تھیں اور مہر النساء کا جائزہ لے رہی تھیں، اس کے بارے میں اندازہ لگا رہی تھیں...... مہر النساء نے دل میں سوچا کہ اس طلسم خانے سے نکل کر بھاگ جائے...... بھلا کیا کر سکتی ہے وہ...... ارجن شاستری نے اسے یہاں بھیج دیا ہے...... دیپا اس کی گہرائیوں میں کوئی خاص ہی بات ہوگی اور اچانک ہی اس کے اندر ایک ایسی کیفیت بیدار ہوگئی جو بے بسی کی حالت میں یا احساس اور خوف کے حد سے گزر جانے کے بعد پیدا ہو جاتی تھی...... دیکھوں گی ارجن شاستری کتنا طاقتور ہے تو، کہاں تک پریشان کر سکتا ہے مجھے؟ کب تک مجھے زیر کر سکتا ہے، چنانچہ وہ بستر پر لیٹ گئی اور اس نے سختی سے آنکھیں بند کرلیں، اس وقت ذہن میں ایک غصہ بھرا ہوا تھا اور وہ سب کچھ بھول کر سونا چاہتی تھی، چنانچہ وہ پرسکون نیند سو گئی اور پھر اس وقت جاگی جب سورج کی کرنیں مختلف گوشوں سے جھانکتی ہوئی اندر آ رہی تھیں...... سب سے پہلے جو شکل اسے نظر آئی وہ ہیرا ہی کی تھی...... ہیرا ایک طرف کھڑا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا...... اس وقت اس کے چہرے پر وہ شوخی اور شرارت نہیں تھی جو پہلے نظر آئی تھی...... اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ جاگ گئیں...... دیوی جی"۔

"کیسے ہو ہیرا"۔

"ہیرا خود اپنی مشکل میں گرفتار ہو گیا ہے، کشکاوتی جی" ہیرا نے مضمحل آواز میں کہا۔ مہر النساء کو اس کی آواز میں بڑا دکھ محسوس ہوا تھا...... اس نے ہیرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو گیا...... ؟ خیریت تو ہے"۔

"ہاں...... خیریت ہی ہے بس...... کوئی خاص بات نہیں ہے"۔

"ہیرا...... یہ بتاؤ میرے لئے تمہیں کیا احکامات ملے ہیں"۔

"میں سمجھا نہیں...... کشکاوتی"۔

"مہارانی کشکندہ نے مجھے یہاں نوکری دی ہے، لیکن میں نوکری نہیں کر رہی"

"اب یہ تو مہارانی ہی جانتی ہیں کہ وہ تم سے کیا کام لینا چاہتی ہیں...... مجھے جو کام دیا گیا تھا اس میں تو میں ناکام رہا ہوں"۔

"تم بے وقوف ہو...... اپنے آپ پر اتنا ناز نہیں کرتے...... اگر ہری سنگھ جی نے تمہیں میری خدمت کے لئے بھیجا ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ تم میری خدمت کر رہے ہو...... اب ہری سنگھ جی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں کس حد تک اپنے قریب آنے دیتی ہوں یا نہیں"۔

"اب میں آپ کو کیا بتاؤں...... ؟ دیوی جی"۔

"تم کچھ مت بتاؤ، بس یہ بتاؤ کہ ہری سنگھ یا مہارانی کشکندہ کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں"۔

"کیوں...... تمہیں تو یہاں رہنا ہے"۔

"میں یہاں نہیں رہنا چاہتی"۔

"کیا مطلب؟"۔

"جانا چاہتی ہوں میں"۔

"کہاں؟"۔

"جہاں میرا دل چاہے"۔

"لیکن نوکری"۔

"کسی کی نوکری نہیں کی ہے میں نے"۔

"پتا نہیں...... کیا کہہ رہی ہوں؟"۔

"مگر مہارانی جی تو صبح ہی صبح کہیں چلی گئی ہیں...... ہری سنگھ مہاراج بھی ان کے ساتھ

"ٹھیک ہے...... میں ان سے پوچھے بغیر بھی یہاں سے جا سکتی ہوں"۔

"نہیں...... ایسا نہ کرنا"۔

"کیوں"۔

"تمہارا جانا اچھا نہیں ہو گا"۔

"تمہیں پتا ہے کہ وہ لوگ کب تک آ جائیں گے"۔

"مالک نوکروں کو بتا کر تو نہیں جاتے...... ویسے میرا خیال ہے کہ شام تک ضرور آ جائیں گے...... تم ان کا انتظار کرو"۔

"ٹھیک ہے...... اگر تمہیں ان کے بارے میں علم ہو جائے تو مجھے بتا دینا"۔

"بتا دوں گا" ہیرا نے کہا اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا...... ہیرا کے جانے کے بعد مہر النساء دیر تک سوچتی رہی...... کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے...... یہ طلسم نگر خاصا خطرناک تھا، ارجن شاستری نے اسے یہاں بھیجا تھا...... یقیناً اس کے پس منظر میں ارجن شاستری کا کوئی مقصد چھپا ہوا ہو گا...... یہ بات تو ظاہر تھی کہ ارجن شاستری کشکاوتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا، بس وہ اسے اپنے کام کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا اور مہر النساء کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ عماد الدین نے ارجن شاستری کو جس حال میں پہنچا دیا ہے ارجن شاستری اس سے نکلنا چاہتا ہے...... بیٹی اور بیوی تو اس کی مر چکی تھیں لیکن بہر حال...... مہر النساء اس کی قیدی تھی...... یہ ساری باتیں مہر النساء کے ذہن میں آ رہی تھیں...... وہ سوچ رہی تھی کہ یہاں سے نکل بھاگے، لیکن وہ اب یہی فیصلہ کر رہی تھی کہ دیکھے تو سہی کہ آخر یہ بات کہاں تک جاتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ارجن شاستری اس کے خلاف کیا کر سکتا ہے...... ؟ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مہر النساء کو اس ماحول میں بھی سستی محسوس ہو رہی تھی...... ذہن پر ایک بوجھ اور سمجھ میں نہ آنے والے واقعات کا لامتناہی سلسلہ تھا...... وہ بھی اب کم ہوتا جا رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ ذرا رانی کشکندہ کے اس طلسم نگر کو دیکھے تو سہی...... پھر دوپہر

تک کا وقت اس نے وہیں گزارا اور اس کے بعد جب نہ دیپا اس کے پاس پہنچی اور نہ
اور...... تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی باہر نکل آئی...... باہر چلچلاتی دھوپ پھیلی ہوئی تھی
دھوپ بہت زیادہ تیز اور تپش والی تھی...... ماحول بڑا سنسان تھا...... دن کی روشنی میں
مہر النساء نے ان مجسموں کو دیکھا تھا اور انہیں چھوا بھی تھا...... وہ سب کے سب انسانی ہاتھ
کی تراش معلوم ہوتے تھے...... کوئی شبہ نہیں تھا اس بات میں مگر پچھلی رات کی بات بھی
نہیں تھی...... مہر النساء نے اس مجسمے کو بھی دیکھا تھا جو اس سے بولا تھا، مگر وہ صرف پتھر
بہر حال وہ دور تک نکل آئی...... یہ عمارت واقعی بڑے وسیع احاطے میں تھی جگہ جگہ
تعمیرات تھیں، سرخ پتھروں کی بنی ہوئی ایک عمارت کے پاس سے گزر رہی تھی...... کہ
جھروکے سے آواز ابھری۔

"سنو...... سنو میری بات سنو...... ارے ادھر نہیں ادھر...... ذرا ادھر دیکھو" مہر النساء
پھر چونک کر رک گئی، اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے دور نظر آنے والے مجسمے کو دیکھا......
کوئی مجسمہ متحرک ہو گیا ہے...... کیا کوئی اس کے قریب پہنچ گیا ہے، لیکن آس پاس کوئی مجسمہ
نہیں تھا...... پھر اسے یہ اندازہ ہوا کہ یہ آواز جھروکے سے آرہی ہے، مگر جھروکا اونچا تھا
وہ اس میں سے جھانک نہیں سکتی تھی، تب اس آواز نے کہا۔

"سنو...... سیدھی چلتی ہوئی دائیں سمت مڑ جاؤ...... دروازے سے اندر آجاؤ......
گہری نیند سو رہا ہے...... اس وقت وہ گہری نیند سویا ہوتا ہے"۔

"کون ہو تم......؟ بمشکل تمام مہر النساء کے منہ سے آواز نکلی"۔

"آہ...... ہوں تو انسان ہی...... تمہاری طرح کا انسان ہوں لیکن...... لیکن"۔

"مگر مجھے کیوں بلا رہے ہو......؟" مہر النساء نے کہا۔

"ہمت کرو اندر آجاؤ...... ڈرو مت اس وقت کوئی خطرہ نہیں ہے آؤ جلدی کرو
آجاؤ"۔

مہر النساء ایک لمحے تک سوچتی رہی کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ جائے...... پھر آہ

یہ کون سے بہتر حالات ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا...... اگر یہاں بھی کوئی گڑبڑ ہے
اسے بھی نمٹ لیا جائے، چنانچہ وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی...... آواز نے کہا تھا کہ وہ
مڑ جائے گی اور بائیں سمت دروازہ ہے اس کا کہنا درست نکلا، آگے مڑی تو بائیں طرف دروازہ
یہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا...... مہر النساء نے اسے دھکا دیا تو وہ کھل گیا......
طرف ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا تھا اور اس چبوترے کے تینوں طرف کمرے نظر آرہے
یہ چبوترہ بھی سرخ پتھروں ہی سے بنا ہوا تھا اور اس کے درمیان میں ایک پیپل کا
نظر آرہا تھا جو باہر سے بھی نظر آتا تھا...... ایک گوشے میں پیپل کے سوکھے ہوئے
کے انبار لگے ہوئے تھے...... ان کے قریب جھاڑو بھی پڑی ہوئی تھی...... وہ کمرہ بھی
میں دائیں سمت کا ہو سکتا تھا جس کا جھروکا باہر کی جانب کھلتا تھا اور اس میں سے کسی
نے آواز دی تھی...... اختتامی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی وہ اس کمرے کے
کے قریب پہنچ گئی...... باہر سے لوہے کی مضبوط کنڈی لگی ہوئی تھی، لیکن اس کنڈی
تالا نہیں لگا ہوا تھا...... مہر النساء نے آہستہ سے اس کنڈی کو کھولا اور دروازے کے
کو دھکا دیا...... چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا...... اندر تاریکی نہیں تھی
روشن دان سے دھوپ پڑ رہی تھی اور دھوپ نے کمرے کو روشن کر دیا تھا...... کمرہ
بلندی پر تھا اس لئے اس شخص نے مہر النساء کو دیکھ لیا تھا جسے مہر النساء باہر سے نہیں دیکھ
سکی تھی اور مہر النساء نے بھی اسے دیکھا وہ ایک لمبا چوڑا آدمی تھا، لیکن حیرت کی بات یہ تھی
کہ اس کے پیروں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں...... ایک زنجیر کمر سے بھی بندھی ہوئی تھی
یہ تمام زنجیریں موٹے آہنی کڑوں سے بندھی ہوئی تھیں...... مہر النساء اسے عجیب سی
نظروں سے دیکھنے لگی...... شکل و صورت کا وہ اچھا تھا لیکن ایک نگاہ میں مہر النساء کو اس کے
بارے میں اندازہ نہیں ہو سکا تو وہ بولی۔

"کون ہو تم......؟"

"اگر تمہاری آنکھوں میں روشنی ہے تو مجھے دیکھ لو...... غور سے دیکھو اور پہچانو کہ میں

کون ہوں'' وہ بولا۔

''مگر میں تمہیں نہیں جانتی'' مہرالنساء نے کہا۔

''آہ...... تم مجھے نہیں جانتی'' مہرالنساء پھر اسے غور سے دیکھنے لگی...... اس کا حلیہ بہت خراب تھا...... کپڑے چیتھڑوں کی شکل میں جھول رہے تھے...... چہرے اور جسم دوسرے حصوں پر زخم نظر آرہے تھے...... وہ سوالی نگاہوں سے مہرالنساء کو دیکھ رہا تھا... اس نے کہا۔

''پہچانا تم نے مجھے''۔

''نہیں''۔

''بے وقوف...... اپنے مالک کو نہیں پہچانتی...... تم جو کوئی بھی ہو اگر ویر گڑھی رہتی ہو تو میں تمہارا مالک ہوں، کیشو سنگھ...... اب ذرا غور سے دیکھو مجھے...... میں کیشو ہوں...... کشکندہ کا پتی...... ویر گڑھی کا مہاراج...... کیشو سنگھ'' مہرالنساء اُچھل پڑی...... کیشو نام اس نے سنا تھا پھر وہ حیرت سے بولی۔

''لیکن...... تم یہاں اس حال میں''۔

''ہاں...... اس نے مجھے بیمار مشہور کر دیا ہے...... لوگ مجھے بیمار سمجھتے ہیں لیکن بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ بیمار ہوں نہ پاگل...... میں تمہارا کیشو سنگھ ہوں تمہارا مہاراج ہوں میں''۔

''کیا تم واقعی کیشو سنگھ ہو'' کشکندہ کے شوہر''۔

''ہاں...... میں وہی بدنصیب ہوں'' میری مدد کرو لڑکی...... بس ایک بار...... صرف ایک بار مجھے یہاں سے آزادی دلوا دو جیون بھر تمہارا احسان مانوں گا...... بس ایک بار مان لو، دیکھو...... جو بھی چاہو قسم لے لو مجھ سے...... بس ایک بار مجھے ان زنجیروں سے کرا دو'' اس کے لہجے میں بڑا درد تھا اور وہ امید بھری نظروں سے مہرالنساء کو دیکھ رہا تھا سمجھ میں آنے والی بات تو خیر کوئی تھی ہی نہیں...... یہاں آنے کے بعد جو کچھ دیکھا

ے ایک دو باتیں ہی سمجھ میں آئی ہوں گی ورنہ کچھ سمجھ نہیں پائی تھی مہرالنساء...... کہ یہ ے گیا......؟؟ پہلی بات تو اس کی سمجھ میں یہی نہیں آئی تھی کہ آخر ارجن شاستری نے ے یہاں کیوں بھیجا ہے...... ابھی تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی...... سوائے سنسنی خیز قت کے اور اس جادوگری کی نئی نئی چیزوں کے...... بہر حال اس نے ایک بار پھر کیشو سنگھ ے بندھی ہوئی زنجیر اور اس کے پیروں میں پڑے ہوئے زنجیروں کے کڑوں کو دیکھا، ے موٹے لوہے کے کڑے تھے جن میں انتہائی مضبوط زنجیر باندھ کر انہیں دیوار میں لگے ئے کڑوں سے باندھ دیا گیا تھا...... مہرالنساء کو ان کڑوں کی مضبوطی کا اندازہ ہو رہا تھا، لیکن بظاہر کوئی ایسی چیز نظر نہیں آرہی تھی جس سے ان کڑوں کو توڑنے کی کوشش کی جائے اور پھر یہ سب کچھ یعنی کیشو سنگھ مہاراج یہاں قیدی تھے اور رانی کشکندہ ان کے نام پر اس شاندار حویلی میں راج کر رہی تھی، حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ عورت ایک نگاہ دیکھنے ہی ے مہرالنساء کو پراسرار لگی تھی، لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ جو واقعات پیش آرہے تھے انہوں نے اس بات میں کوئی شک نہیں چھوڑا تھا کہ کشکندہ بہت ہی پراسرار ہے...... خیر اس وقت کشکندہ کا مسئلہ نہیں تھا...... مہرالنساء یہاں آئی تھی اور اس نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تھا...... پھر وہ افسوس بھرے انداز میں بولی۔

''لیکن کیشو سنگھ جی...... میرے پاس تمہاری ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کوئی چیز ے نہیں...... میں انہیں کیسے توڑ سکتی ہوں''۔

''تمہیں بھگوان کا واسطہ...... بھگوان کے لئے کچھ تو کرو...... کوئی ایسی کوشش جو کیشو سنگھ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے اور اس کی ئیں مہرالنساء کے پیچھے عقب میں کھلے دروازے پر جم گئیں...... مہرالنساء کو بھی ایک لمحے ے اندر اندر تیز روشنی میں ایک سایہ سا محسوس ہوا تھا...... اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے ے اچانک ہی ایک وحشت بھری آواز نکل گئی...... بڑے چوڑے چکلے بدن کا مالک تھا وہ ے انسان کہنا بڑا ہی مشکل کام تھا...... انسان نما چیز ضرور تھی وہ، لیکن انسان سے زیادہ

وہ کوئی خوفناک گوریلا معلوم ہوتا تھا...... اس کے پورے بدن پر ایسے ہی لمبے لمبے بال تھے اور
یہ بال صرف اس کے بدن پر ہی نہیں تھے بلکہ اس کی گردن اور اس کے چہرے پر بھی پھیلے
ہوئے تھے...... اس کے بازوؤں پر بھی نظر آرہے تھے...... باقی جسم پر لباس پہنا ہوا تھا اس
نے...... آنکھیں بے حد خوفناک اور ضرورت سے زیادہ بڑی بڑی...... ناک کے بارے میں
بھی کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا، وہ بھی تقریباً کانوں تک ہی پھیلی ہوئی تھی...... دہانہ بہت
چھوٹا تھا...... وہ خونخوار نگاہوں سے مہرالنساء کو دیکھ رہا تھا اور اس کے حلق سے ایک غراہٹ
نما آواز نکلی...... وہ دو قدم آگے بڑھا اور مہرالنساء پیچھے ہٹ گئی، لیکن جیسے ہی اس کی نگاہ
مہرالنساء کی آنکھوں سے ٹکرائی، دفعتاً ہی وہ اس انداز میں پیچھے ہٹ گیا جس انداز میں آگے
بڑھا تھا...... اس کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں اور وہ عجیب سی نظروں سے
مہرالنساء کو دیکھ رہا تھا، پھر اس کے حلق سے خوفناک غراہٹیں نکلنے لگیں اور وہ اپنی جگہ کھڑا
کھڑا کسی گوریلے کی مانند اچھلنے لگا...... اس نے اپنی موٹی انگلی سے مہرالنساء کے سینے کی جانب
اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو کھلے ہوئے دروازے کی طرف لے گیا...... جیسے کہہ رہا ہو کہ باہر
نکل جاؤ...... مہرالنساء خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی
تھی کہ یہ اجنبی مخلوق انسان ہے بھی کہ نہیں...... یکایک اس کے حلق سے ایک بار پھر چنگھاڑ
سی نکلی اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچنے لگا...... سر کے بالوں کے گچھے کے گچھے
اس نے اکھاڑ کر پھینک دیئے...... جسم کے بالوں کو بھی نوچنے لگا...... اس کے حلق سے
غراہٹیں نکل رہی تھیں اور وہ ادھر سے ادھر دوڑ رہا تھا، کبھی اس دیوار کی طرف، کبھی اس
دیوار کی طرف...... پھر وہ زمین پر گر کر زمین پر لوٹنے لگا...... جگہ جگہ سے اس نے اپنا جسم کاٹنا
شروع کر دیا، لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کس قسم کا دورہ پڑ گیا ہے...... البتہ
ایک اندازہ اس نے ضرور لگا لیا تھا کہ شدید غصے کے عالم میں مہرالنساء کے باہر نکل جانے کے
بارے میں کہہ رہا ہے اور اپنی بوٹیاں چبائے جا رہا ہے، البتہ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں
نکل پایا تھا...... بالکل گونگوں کا سا انداز تھا، ویسے وہ گوریلا نہیں تھا انسان ہی تھا، لیکن ایک اب

جیسے انسان کہنا بے حد مشکل ہو...... کچھ لمحوں کے بعد کیشو سنگھ ہی نے غم ناک لہجے

"دیر کر دی لڑکی تو نے...... دیر کر دی تو نے...... اب ساری بلا مجھ پر ہی آئے گی......
یہ کچھ نہیں کہہ رہا، مگر مجھ سے یہ بدلہ لے گا...... جا چلی جا...... چلی جا باہر...... تعجب
ہے...... تو بڑی خوش نصیب ہے پتا نہیں اس نے تجھ پر حملہ کیوں نہیں کیا...... یہ اپنا
غصہ کیوں ضبط کر رہا ہے"۔

"کیا یہ انسان ہے؟"۔

"انسان" کیشو سنگھ پھیکے سے لہجے میں بولا۔

"کون ہے یہ؟"۔

"آہ...... چھوڑو ان باتوں کو...... بڑا اچھا موقع ہاتھ سے نکل گیا...... کچھ بھی نہیں
بنائی تو میرے لئے...... جا چلی جا...... چلی جا...... جلدی چلی جا...... اگر ہوسکے تو دوبارہ
اس طرف رخ ضرور کر لینا، لیکن میرے لئے کسی کو میرے بارے میں بتا دینا...... سن اگر باہر
نکل جائے تو ویر گڑھی کے لوگوں سے کہہ دینا کہ کیشو سنگھ...... کیشو سنگھ...... کیشو سنگھ دفعتاً
نیچے لیٹی ہوئی بلا ہولناک آواز میں چیخی...... یہ آواز کانوں میں اس طرح گونجی تھی کہ
کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے...... اس کے بعد اس نے کیشو سنگھ کی طرف
چھلانگ لگائی اور کیشو سنگھ بلبلا کر پیچھے ہٹ گیا، لیکن اس نے کیشو سنگھ پر بھی حملہ نہیں کیا
...... وہ ایک بار پھر مہرالنساء کی جانب مڑا اور دروازے کی جانب اشارہ کر کے آہستہ آہستہ
مہرالنساء کی جانب بڑھنے لگا...... اب یہاں رکنا حماقت تھی، ظاہر ہے...... مہرالنساء عورت
تھی اور ویسے بھی جسمانی طور پر وہ ایک دیوزاد سے مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، لیکن یہ منظر یہ
ماحول...... یہ انتہائی سنسنی خیز تھا...... اسے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا......
بہت ہی انوکھی چیز دیکھی تھی اس نے...... وہ بحالت مجبوری دروازے کی جانب بڑھی
آہستہ آہستہ دروازے سے باہر نکل آئی...... باہر کا منظر وہی تھا...... چلچلاتی دھوپ،

سنسان اور ویران راستے...... حیوان نما انسان یا انسان نما حیوان...... مہرالنساء کے پیچھے پیچھے
تھا اور اس نے مہرالنساء کے باہر نکلنے کے بعد دروازہ بند کر دیا تھا، جبکہ کیشو سنگھ کے کمرے کا
دروازہ وہ پہلے ہی بند کر کے آیا تھا...... مہرالنساء کے قدم ٹھٹھک گئے، ایک لمحے تک اس نے
بند دروازے کو دیکھا پھر گردن جھٹک کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی
لعنت ہے اس زندگی پر، جو کچھ بھی نظر آتا ہے ایسا ہی نظر آتا ہے جس کا سر پاؤں سمجھ میں نہ
آئے...... وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑی...... ادھر ادھر گھومنا بیکار سمجھ کر اپنی رہائش گاہ کی
طرف رخ کیا تھا اس نے...... پھر وہ دیر تک اپنی رہائش گاہ میں بیٹھی اس سارے قصے کے
بارے میں سوچتی رہی اور اس کے سوا کوئی اندازہ نہیں لگا سکی کہ کشکندہ انتہائی پراسرار اور
خطرناک عورت ہے...... وہ کیا ہے اور کیا کر رہی ہے اس بارے میں ظاہر ہے کہ مہرالنساء کو
کچھ معلوم نہیں تھا اور نہ ان سارے گورکھ دھندوں کے بارے میں معلومات پہلے سے
تھیں...... کم بخت ارجن شاستری نے یہ تک نہیں بتایا تھا اسے کہ وہ اسے کہاں بھیج رہا
ہے...... بس ایک جال میں پھنسا دیا تھا، لیکن پھر خود اس کے ذہن میں یہ تصور ابھرا کہ اگر کسی
نے اسے اس بارے میں بتایا نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، یہاں دیپا ہے...... ہیرا ہے
اور بہت سے لوگ ہیں اور سب سے بڑی بات یہ...... کہ کشکندہ کا رویہ اس کے ساتھ برا
نہیں ہے...... کیوں نا کشکندہ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں...... واقعی ان عجیب
غریب حالات کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا...... دیکھوں تو سہی کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور ارجن
شاستری اسے یہاں بھیج کر کیا کرنا چاہتا ہے...... یہ بات مہرالنساء کے دل میں جم گئی اور اس
نے آخری فیصلہ کیا کہ اب ذرا کشکندہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے
کی کوشش کرے گی...... شام ہو گئی سورج کی تپش ختم ہو گئی اور جب سورج چھپا تو نجانے
کہاں سے بند ہوائیں چل پڑیں اور ماحول پر ایک فرحت خیز کیفیت طاری ہو گئی...... یہ
دوبارہ مہرالنساء کے پاس نہیں آیا تھا...... اس واقعے کے بعد سے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ
ناراضگی کا اظہار کر رہا ہو...... مہرالنساء نے سو بار اس پر لعنت بھیجی تھی، ایسے ہیرول سے

کوئی دلچسپی نہیں تھی، لیکن جب شام کو مہرالنساء کے لئے کھانے پینے کی چیزیں آئیں اور
وہ کھانے پینے میں مصروف ہو گئی تو کھانا لانے والی لڑکی نے جو اجنبی شکل و صورت کی
تھی اور مہرالنساء نے بھی اسے پہلی بار دیکھا تھا اس سے کہا۔
"آپ تیار رہیں مہاراج ہری سنگھ نے حکم دیا ہے کہ کھانے سے فراغت حاصل
کرنے کے بعد آپ کو مہارانی کشکندہ سے ملنا ہے"۔
"رانی کشکندہ آ گئیں" مہرالنساء نے پوچھا۔
"ہاں"۔
"ٹھیک ہے...... تم بھی میرا ایک پیغام انہیں دے دو کہ میں فوراً ان سے ملنا چاہتی
ہوں" مہرالنساء نے کہا۔
"ٹھیک ہے...... دیوی جی" ملازمہ بولی...... کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد
مہرالنساء انتظار کرنے لگی کہ رانی کشکندہ اسے بلائے...... تھوڑی دیر کے بعد کوئی آیا اور
مہرالنساء نے اسے دیکھا...... ہری سنگھ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا...... مہرالنساء کو اس شخص
سے زیادہ نفرت تھی، وہ انسان سے زیادہ شیطان معلوم ہوتا تھا...... خصوصاً اس وقت سے
جب سے مہرالنساء نے اسے تصویر سے غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا...... ہری سنگھ بھی شیطانی
قوتوں کا مالک معلوم ہوتا تھا...... اس وقت اس کی نگاہوں میں ایک معنی خیز مسکراہٹ
تھی...... پھر اس نے مکاری سے کہا۔
"آیئے دیوی جی...... رانی کشکندہ آپ کو بلا رہی ہیں" مہرالنساء خاموشی سے اس کے
ساتھ آگے بڑھ گئی...... وہ مہرالنساء سے چند قدم آگے چل رہا تھا، مختلف گوشوں اور
راہداریوں سے گزر کر وہ مہرالنساء کو محل کے اندرونی حصے میں لے گیا، حالانکہ مہرالنساء
عورت ذات تھی...... کشکا کے وجود میں تھی...... بارہا اس نے اپنے بارے میں سوچا اور یہ بھی
سوچا کہ یہ جسم اس کا اپنا نہیں ہے...... اگر کوئی شیطان اس بدن کو نقصان پہنچانے کی کوشش
کرے تو ارجن شاستری کے منہ پر ہی جوتا پڑے گا، کیونکہ یہ جسم اس کی بیٹی کا تھا...... ہاں یہ

الگ بات ہے کہ وہ اس جسم کے اندر قید ضرور تھی...... بہر حال بڑے سے چوبی دروازے
کھول کر ہری سنگھ نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اندر داخل ہو گیا...... اس کمرے
کی وسعتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا...... انتہائی شاندار اور قیمتی فرنیچر سجا ہوا تھا...... رانی کشکندہ
ایک بہت ہی قیمتی اور چوڑی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی...... اس کے بدن پر انتہائی قیمتی ساڑھی
تھی اور چہرے پر وہی پروقار کیفیت جسے دیکھ کر یہی احساس ہوتا تھا کہ کوئی کسی رانی کے
سامنے ہی ہے، اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگی۔

”آؤ...... کشکاوتی آؤ...... رک کیوں گئیں...... کیوں ہری سنگھ ہماری مہمان کو کوئی
تکلیف تو نہیں ہوئی تمہارے گھر میں“۔

”کوشش تو یہی کی ہے مہارانی جی...... کہ آپ کی مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے“
ہری سنگھ کے لہجے میں ایک تمسخر چھپا ہوا تھا۔

”ان کی خاطر مدارت تو خوب کی ہو گی تم نے“۔

”ہاں...... مگر رانی جی یہ دیوی بڑی پاک باز ہیں، بڑی مہان ہیں...... انہیں ہیرا ابھی
نہیں آیا...... ہیرا جس کے لئے حویلی میں رہنے والی آدھی لڑکیاں دیوانی ہو چکی ہیں“ ہری
سنگھ نے کہا۔

”تم بھی بدھو ہو نرے ہری سنگھ...... جس کے چرنوں میں اندر سبھا سجتی ہو اسے بھلا
سندرتا سے کیا لگاؤ ہو گا...... پر ٹھیک ہے جو بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اسے سمجھنے کی
کوشش کرنا بھی بے کار ہی ہے...... تم نہیں سمجھو گے“۔

”جے کشکندہ کماری...... ہری سنگھ تمہاری بات تک کہاں پہنچ سکتا ہے...... چھوٹے
من کا چھوٹا ہری سنگھ، مگر یہ دیوی جی آخر ہیں کون؟“۔

”تم نہیں جانتے...... تم نہیں جانتے...... کیوں کشکاوتی جی ہم سے بات نہیں کرو گی“

”میں آپ کی نوکرانی ہوں رانی کشکندہ! آپ نے مجھے ملازم رکھا ہے آپ کیسی باتیں
کر رہی ہیں“۔

”ارے ہم کیا تمہیں ملازم رکھیں گے ہم تو خود تمہاری نوکرانی ہیں...... اپنے بارے
میں کچھ بتاؤ گی نہیں ہمیں“۔

”کیا بتانا ہے مجھے“ مہر النساء بولی۔

”ہم تمہاری خبر لینے گئے تھے سو خبر لے آئے ہیں تمہاری، مگر کچھ باتیں سمجھ میں نہیں
آ رہیں...... پوچھیں تو بتاؤ گی“۔

”کیسی باتیں“ مہر النساء کسی قدر پریشان لہجے میں بولی۔

”ایک بات بتاؤ...... یہ کہ ہم مانتے ہیں کہ ارجن شاستری مہاراج کی منش ہو......
کشکاوتی کے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان کی سپوتری تھی یعنی ان کی بیٹی...... پر یہ
نہیں معلوم کہ تم کون ہو...... ؟ کشکا ہو یا کوئی اور“۔

”میرے بارے میں ارجن شاستری نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟“۔

”شاستری کوئی معمولی شخصیت کے مالک ہیں وہ تو بڑے مہان ہیں، ہم جیسے بھلا ان کا
کیا مقابلہ کر سکتے ہیں...... پر ٹکر غلط لے رہے ہیں وہ ہم سے...... غلط ٹکر لے رہے ہیں...... خیر
چھوڑو ہم بھلا ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں...... چاہتے بھی یہی ہیں کہ وہ ہمارے مقابلے پر کبھی
نہ آئیں...... تم کشکاوتی ہو...... ہم تم سے نمٹ لیتے...... پر تمہارے اندر کوئی اور بھی
ہے...... وہ کون ہے اس کے بارے میں ہم جاننا چاہتے ہیں“۔

”دیکھئے رانی کشکندہ! میں کون ہوں...... کیا ہوں اس بات کو آپ جانے دیجئے اب
آپ جو چاہتی ہیں وہ مجھے بتائیں“۔

”اچھا...... چلو ٹھیک ہے کیوں بھئی ہری سنگھ...... اب کیا کریں یہ ہمارے قابو ہی میں
نہیں آ رہی...... ان سے بس ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اگر ان کا شریر کشکاوتی کا ہے تو اس
شریر کے اندر کون ہے...... یہ ہم سے پردہ کر رہی ہیں دیوی جی...... کیا خیال ہے...... ہم ان
سے ہی پوچھیں یا کچھ اور کوشش کریں...... ارے بھگوتی مہاراج...... آپ ہماری مدد نہیں
کریں گے کیا...... جب کوئی کام ہمارے بس سے باہر ہو جاتا ہے تو ہر نام جی جنہیں ہم پیار سے

ہر نا کہتے ہیں ہماری مدد کرتے ہیں...... آیئے مہاراج...... آپ ہی آجایئے" اور اچانک
کمرے میں بنے دوسرے دروازے سے ایک انتہائی خوفناک صورت کا بوڑھا آدمی باہر نکلا
دبلا پتلا بانس کی طرح سوکھا ہوا...... سارے ہاتھ پاؤں بے ترتیب، اوپری بدن ننگا...... نیچے
دھوتی باندھے ہوئے...... گردن میں باریک باریک سانپ مالاؤں کی طرح پڑے ہوئے
کلبلا رہے تھے...... زبانیں نکال رہے تھے...... اس کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔

"جے کشکندہ بھنبھوریا...... جے مہاکال" اس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور اس کے
بدن سے اٹھتی ہوئی بدبو نے مہرالنساء کی طبیعت خراب کر دی...... اس نے نفرت بھری
نگاہوں سے اس بوڑھے شخص کو دیکھا جسے دیکھ کر طبیعت میں متلی کی سی کیفیت پیدا ہو رہی
تھی...... بوڑھے کی خوفناک آنکھیں مہرالنساء پر گڑ گئیں اور مہرالنساء کو یہ محسوس ہوا کہ جیسے
اس کا پورا بدن پھیلتا جا رہا ہو...... ایک تصویر ایک روشنی کے دھبے کی شکل اختیار کرتا جا رہا
ہو...... پتا نہیں کیا ہے یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس نے سوچا ادھر بوڑھے کی شکل بگڑتی جا رہی
تھی...... اس نے گرجتی آواز میں کہا۔

"کشکندہ کچھ پوچھ رہی ہے تجھ سے اور تو شاید بتا نہیں رہی لڑکی...... جانتی ہے راز
کشکندہ کون ہے؟"۔

"میں تو تجھے بھی نہیں جانتی...... تو کون ہے؟" مہرالنساء نے غرائی ہوئی آواز میں کہا
اور بوڑھا چونک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا...... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے رانی
دیکھا...... پھر مہرالنساء کی طرف اور اس کے بعد رانی سے بولا۔

"یہ کون سر پھری ہے...... ہرنامی کو نہیں جانتی...... ہرنام کو نہیں جانتی...... کشکندہ
تیری حویلی میں یہ گندی ناپاک کون آگئی......؟ یہ ہمیں کیوں نہیں جانتی...... بول یہ ہمیں
کیوں نہیں جانتی"۔

"یہ تو آپ کو خود ہی معلوم کرنا ہوگا ہرنام جی مہاراج...... ذرا مجھے بھی دیکھ کر بتایئے
کون ہے یہ......؟ وہ آپ تو جانتے ہی ہیں ارجن شاستری مہاراج کو...... اس نے ایک بار

کئی قدم آگے پیچھے کیئے اور پھر اس کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا...... پھر آہستہ سے بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے...... یہ تو بڑی عجیب بات ہے...... ٹھہر پتا چلاتے ہیں اس بارے
میں" اس نے کہا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیئے...... اس کے دونوں ہاتھوں پر
عجیب و غریب پرندے آکر بیٹھ گئے...... یہ پرندے کہاں سے آئے تھے، اس کے بارے
میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا...... بس ایک لمحے کے اندر اندر یہ منحوس صورت پرندے اس
کے دونوں ہاتھوں پر آکر بیٹھ گئے تھے...... بوڑھے ہرنام نے داہنے ہاتھ پر بیٹھے پرندے
کو دیکھا اور کہا۔

"کون ہے یہ......؟"۔

"کشکا...... کشکاوتی" داہنے ہاتھ والا پرندہ بولا، لیکن اسی وقت بائیں ہاتھ پر بیٹھے
ہوئے پرندے نے کہا۔

"مہرالنساء...... مہرالنساء" بوڑھا پھر کئی قدم پیچھے ہٹا...... آگے بڑھا اور اس کے بعد بولا۔

"کیا بک رہے ہو تم...... کیا بک رہے ہو......؟ کشکا ہے یا یہ مہرالنساء؟"۔

"کشکا" داہنے ہاتھ کا پرندہ بولا۔

"مہرالنساء" بائیں ہاتھ کا پرندہ بولا اور پھر وہ دونوں پرندے انسانی آواز میں کشکا......
مہرالنساء...... کشکا...... مہرالنساء...... چیخنے لگے اور بوڑھے نے دونوں کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں
میں پکڑ لیا...... پرندے اب بھی چیخ رہے تھے...... کشکا...... کشکا...... مہرالنساء دیر تک
یہ آوازیں بلند ہوتی رہیں اور بوڑھا زمین پر بیٹھ گیا...... اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تب
مہرالنساء نے اس کی گردن میں پڑے سانپوں کے بل کھلتے ہوئے محسوس کیئے...... اس نے
دیکھا کہ دو سانپ بوڑھے کے دونوں نتھنوں میں گھسنے لگے...... دو اس کے کانوں کی طرف
بڑھ گئے اور کانوں کے سوراخ تلاش کر کے ان میں بدن سمیٹنے لگے...... بڑا بھیانک منظر
تھا باریک باریک سانپ چمکیلے بدن کے ساتھ اس کے ناک اور کانوں کے سوراخوں میں
گھستے جا رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے سانپ غائب ہو گئے...... مہرالنساء پھٹی پھٹی

آنکھوں سے اس جادو نگری کے جادو دیکھ رہی تھی...... ادھر رانی کشکندہ اور اس کے
کھڑا ہوا ہری سنگھ مسکراتی نگاہوں سے مہرالنساء کا جائزہ لے رہے تھے...... کچھ دیر کے
ہرنام سنگھ مہاراج نے آنکھیں کھولیں...... خوفناک سرخ آنکھیں...... پھر انہوں نے
کھولا اور بے چین سانپ بلبلاتے ہوئے ان کے منہ سے باہر آنے لگے...... کچھ رینگتے ہوئے
ان کی گردن تک پہنچ گئے...... کچھ اس کوشش میں نیچے گر پڑے تو ہرنام سنگھ مہاراج نے
انہیں خود اٹھا کر گردن میں ڈال لیا...... پھر وہ مہرالنساء کو گھورتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں پتا چل رہا کشکندہ...... یہ تو عجیب و غریب چیز ہے...... بھلا ایک شریر میں
منش کیسے رہ سکتے ہیں...... کچھ سمجھ میں نہیں آیا"۔

"ایک شریر میں دو منش...... کشکندہ بھی حیرت سے بولی"۔

"بڑا بگڑا ہوا کھیل ہے کشکندہ...... بڑا بگڑا ہوا کھیل ہے...... یہ خود ہی بتائے تو
چلے...... اس کا نہ شروع پتا چل رہا ہے نہ آخر...... پتا نہیں کون ہے......؟ کتنی گہرائیوں میں
ہے...... ارے دیا رے دیا...... کہیں ایسا نہ ہو کہ الٹی آنتیں گلے پڑ جائیں...... میری سمجھ میں
نہیں آ رہا کہ یہ کشکا ہے یا مہرالنساء...... کشکا ہندو نام ہے اور مہرالنساء مسلمان نام...... ارے
ہی بتادے ہمیں کون ہے تو، کیا ہے؟ تیری بڑی مہربانی ہوگی بھئی...... بتادے تو اور اگر تو
زبان نہ کھولی تو پھر ہمارے سارے یہ سانپ تیری ناک میں گھسیں گے...... کانوں میں
تیرے شریر میں اتر جائیں گے...... رینگتے ہوئے تیرے دماغ میں پہنچ جائیں گے اور وہاں
سب کچھ معلوم کرلیں گے...... دفعتہً ہی مہرالنساء کے منہ سے ہنسی کی آواز نکل گئی، اس نے

"بوڑھے کھوسٹ...... منحوس شکل والے کوشش کر دیکھ ذرا...... کیا مزہ ملتا ہے تجھے
یاد کرے گا تو بھی...... چل کوشش کر" جواب میں ہرنام ہنس پڑا، البتہ کشکندہ اور ہری
کے چہروں سے خوف ٹپکنے لگا تھا...... ہرنام ہنستا رہا، پھر اس نے گلے سے ایک سانپ
ہاتھ میں لے لیا اور اسے اس طرح گھمانے لگا جیسے کوئی رسی کا پھندہ بنا کر کسی جانور
اچھالنے کے لئے گھماتا ہے...... اس کے بعد اس نے سانپ مہرالنساء پر اچھال دیا......

گردن میں آپڑا اور مہرالنساء فطری طور پر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی...... اس نے
مٹھی میں جکڑ لیا، لیکن اسی وقت ہرنام نے دوسرا سانپ پھینکا جو مہرالنساء کی
آکر گرا اور اس سانپ نے ایک لمحے کے اندر اندر مہرالنساء کی دونوں کلائیوں پر
بندش اتنی سخت تھی کہ مہرالنساء شدید تکلیف کا شکار ہوگئی...... اس نے
ہو کر باقی سانپوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے جدوجہد کی لیکن ایک اور سانپ
کے پیروں کو بھی جکڑ لیا...... ہرنام بڑی مہارت کے ساتھ سانپ اچھال رہا تھا......
اوندھے منہ نیچے گری اور پوری قوت سے اپنے آپ کو ان سانپوں سے آزاد کرانے
شش کرنے لگی، لیکن ان گھناؤنی چمکدار رسیوں نے اسے ایسا جکڑا تھا کہ وہ ہل بھی نہیں
ادھر سے ادھر لڑھکنے لگی، جبکہ ہرنام مسلسل اس پر سانپ پھینکے جارہا تھا...... پھر
ہی اس نے کوئی چیز مہرالنساء پر پھینکی اور گرد و غبار کا بڑا سا مرغولہ مہرالنساء کے
چھا گیا، اس کی آنکھیں بند ہوگئیں اور جدوجہد ایک دم رک گئی...... اسے یوں لگا جیسے
بدن سے ساری جان نکل گئی ہو...... عجیب سی گرد تھی آنکھیں اس طرح بند ہوئیں
کا نام نہیں لے رہی تھیں...... کچھ دیر کے بعد اسے احساس ہوا کہ گرد کم ہوگئی
آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، دھند سی چھائی ہوئی تھی...... پھر وہ دھند بھی چھٹ
ایک نگاہ ہی میں اسے اندازہ ہوگیا کہ منظر بدل گیا ہے...... اب نہ سامنے کشکندہ ہے
سنگھ اور نہ وہ بوڑھا جادوگر...... بلکہ ایک اجاڑ جنگل ہے...... سوکھے ہوئے پتوں سے
درخت کچھ گز کے فاصلے پر بدنما چٹانوں اور پہاڑوں کا سلسلہ ایک اونچے ٹیلے کے
نظر آنے والا سیاہ غار کا دہانہ، البتہ سانپ بدستور اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے
قید میں تھی...... ایسا لگتا تھا جیسے یہ سانپ رسیاں ہوں جن سے اسے باندھ دیا گیا
کے لچکدار جسموں کی کلبلاہٹ مہرالنساء کو بڑا پریشان کر رہی تھیں...... اسے ان
دہشت بھی ہو رہی تھی...... گھن بھی آ رہی تھی...... اس نے بے چینی سے
زور لگایا تو لڑھک کر دوسری طرف چلی گئی...... تب ادھر کا منظر نظر آیا......

ادھر گہری کھائیاں تھیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر اس نے دیکھا کہ کوئی موجود
جو کوئی بھی تھا اسے دیکھ کر مہرالنساء کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند ہو گئیں
نفرت بھرا وجود...... ایک اور نفرت بھری شخصیت اس کے سامنے تھی اور یہ شخصیت
شاستری کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی...... اگر کوئی انسانی ڈھانچہ ایک جگہ بیٹھا ہوا
ہو تو بھلا ارجن شاستری کے علاوہ وہ اور کون ہو سکتا تھا...... وہ ایک کٹے ہوئے درخت
تنے پر بیٹھا ہوا تھا، لیکن ایک اور چیز جو اس کی نگاہوں کے سامنے آئی وہ ایک عورت
جو رسیوں سے بندھا پڑا ہوا تھا...... مہرالنساء کی سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آرہا تھا لیکن
شاستری کو گھورے جا رہی تھی...... اچانک ہی ارجن شاستری نے گردن اٹھائی اور پھر
کو محسوس ہوا جیسے اس کا استخوانی چہرہ مہرالنساء کی جانب آگیا ہو...... اسے اندازہ
مہرالنساء جاگ گئی ہے، چنانچہ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا...... پھر
کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"کشکاوتی...... کشکاوتی...... آج تک مہرالنساء ہے تو...... باز نہیں آئے
حرکتوں سے، تو کشکاوتی ہے، جس دن تو صرف کشکاوتی بن جائے گی اس دن تیرے
کشٹ دور ہو جائیں گے...... پر کیا بات ہے تیری...... عمادالدین کی بیٹی ہے...... اوہ
لئے پھر رہی ہے...... بھگوان کی سوگند...... جواب نہیں ہے تیرا...... میں کہتا ہوں
آئے گی کہ نہیں اور مہرالنساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... ارجن شا
وقت جس طرح بدحواس و پریشان نظر آرہا تھا...... وہ بات مہرالنساء کو خوش کر رہی
دل خوش ہو رہا تھا اس کا، اس نے کہا۔

"مگر بات کیا ہے ارجن مہاراج"۔

"اوپر سے پوچھ رہی ہے کہ بات کیا ہے، ارے...... کیا کہا تو نے ہرنامی
کہنے لگی کشکا ہے...... مہرالنساء ہے...... ابھی تک مہرالنساء ہے تو...... کدھر ہے مہر
ذرا بتا تو سہی...... کشکا ہے تو میری کشکا...... سر سے پاؤں تک کشکا ہے"۔

یہ بات بتاؤ ارجن شاستری جی...... میرے باپ عمادالدین نے تمہارے بدن کا
بٹ گلا کر پھینک دیا...... تم نے بے شک مجھے اپنی بیٹی کے بدن میں قید کر لیا، لیکن
وہیں مہرالنساء ہی نا...... کشکا کے بدن میں مہرالنساء"۔

"تیرا ستیاناس جائے...... تیرا ستیاناس جائے...... آج بھی تو مہرالنساء ہے...... ارے
ی ہم نے کبھی نہیں دیکھی...... بڑے بڑے دھرم دیال دیکھے ہیں ہم نے، مگر تجھ جیسی
ن پاگل کبھی نہیں دیکھی، جو کچھ ہم تجھے دینا چاہتے ہیں وہ تو لے نہیں رہی اور دھرم
رتی پھر رہی ہے، ہیں"۔

"بڑی سچ بات کہہ رہے ہو تم...... ارجن شاستری"۔

"نہیں تو کیا جھوٹ بول رہے ہیں"۔

"نہیں بالکل نہیں...... میں تو بلکہ تمہارا شکریہ ادا کر رہی ہوں کہ تم نے مجھے یہ اعزاز
دے دیا ہے...... یہی تو میں چاہتی ہوں ارجن شاستری...... کہ لوگ مجھے مہرالنساء
تم اپنی اس کوشش میں بھی ناکام ہو جاؤ...... کیا سمجھے؟ وہ کبھی نہ کر پاؤ جو تمہارے دل
"۔

ستیاناس ہو تیرا...... کتے کی موت مر جائے تو ارے تو نے ہمارا ستیاناس کر کے رکھ
ہر اجیون ڈھانچہ بنے پھریں گے...... کتنی محنت کر رہے ہیں ہم...... سب خاک میں
نے...... خیر...... ہم تو خاک میں پہلے ہی ہیں مگر تیرا بھی کریا کرم کر کے چھوڑیں
مجھی...... ؟ دیوانی...... پاگل...... پاپی اب بھی مان لے ہماری بات...... تیرا شریر
ہے...... کشکا کا شریر ہے تیرا...... ارے ایک کام لیں گے بس تجھ سے...... سارے
کام بن جائیں گے ہمارے...... تو ہمارے رنگ میں کیوں نہیں رنگ جاتی......
رے گی ہمیں بھی ہماری منزل مل جائے گی...... بتائے دے رہے ہیں
مہرالنساء نہیں ہے اب...... اب تو مہرالنساء نہیں ہے...... اب تو کشکا ہے اور اگر
جا رہی ہے تو ایک سمے ایسا آئے گا کہ تجھے مہرالنساء بھی بنا دیں گے ہم...... کسی

اور کے شریر میں تجھے بھیج دیں گے...... کیا سمجھیں......؟ ارے عقل آ جائے تجھے تو
کر دے...... جو سارے وعدے کیئے ہیں تجھ سے وہ پورے کریں گے...... مان لے ہماری
مہرالنساء...... سنسار تیرے چرنوں میں ہوگا...... عیش کرے گی تو...... کالکا دیوی بن جائے
گی...... ہر جگہ تیرے نام کی جے جے کار ہوگی...... ہمارا کیا ہے...... ہم تو بس اپنا شریر چھوڑ دیں گے
ہیں اور تیرے داس بن کر رہیں گے ہم کالکا مندر میں"۔

"کمال کی چیز ہو تم...... ارجن شاستری! مگر تم نے یہ کہہ کر میری روح خوش کر دی
ہے کہ تم نے مجھ جیسا دین کا متوالا نہیں دیکھا...... ایمان کبھی نہیں چھوڑوں گی، چاہے تم
کے بدن میں مجھے منتقل کردو یا کسی کتے کے بدن میں داخل کر دو مجھے...... ایمان
چھوڑوں گی ارجن شاستری...... عمادالدین کی بیٹی ہوں...... ہزاروں بار موت آئے مجھے
ہزاروں بار مر جاؤں گی...... کھلی چھٹی ہے تمہیں...... تم کتے کی موت کہہ رہے ہو، میں
ہوں ان سانپوں کو جو میرے بدن سے لپٹے ہوئے ہیں کہ یہ مجھے آہستہ آہستہ ڈسیں
زہر میرے جسم میں اتار دیں...... میرے جسم میں آگ لگ جائے پانی بن کر بہہ
میں...... خوشی سے تیار ہوں میں، اس کیلئے، لیکن مروں گی مہرالنساء کی شکل ہی میں
آ جائے گا تمہیں مجھ سے مقابلہ کر کے ارجن شاستری...... میرے باپ تو انتہائی
انسان تھے، تمہارے دوست بن کر بھی تمہیں نہ سمجھ سکے...... مگر میں تمہیں اچھی
ہوں کہ تمہیں بھی مزہ آ جائے گا...... ابھی کیا ہے ابھی تو اور بھی بہت کچھ ہوگا...... تم
مجھے مار دو تاکہ میں تمہاری اس بے دین بیٹی کے بدن سے نجات حاصل کر لوں...... مجھے
دلچسپی نہیں ہے اس بدن سے، سمجھ رہے ہونا...... اور کیا کیا کر سکتے ہو میرے لئے
دیکھو تماشہ...... عمادالدین کی بیٹی کبھی تمہارے بہکاوے میں نہیں آئے گی"۔ ارجن شاستری
نے قریب پڑی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی اور اپنے سر پر مارنے لگا...... ٹھک ٹھک
ٹھک...... ٹھک ٹھک کی آوازیں آ رہی تھیں وہ سخت بے چین ہو رہا تھا...... پھر اس نے
پھینک دی اور سوکھے ہوئے ہاتھ کمر پر رکھ کر بولا۔

"تو کیا سمجھتی ہے مہرالنساء...... ٹھیک ہے ڈٹی رہ اپنے اس دھرم پر...... اس دھرم پر
بس کے نام پر تو عبادت بھی نہیں کر سکتی...... تجھ سے بھی تو بہت کچھ چھن گیا ہے...... کشکا
بڑا بڑ ہے...... اس میں رہ رہی ہے تو، جیسے کوئی کسی کچے مکان میں رہتا ہے، تو اب بھی وہی
یہ پیٹ رہی ہے...... بہت شوق ہے نا تجھے لکیر پیٹنے کا تو پیٹتی رہ"۔

"یہ بہت بری بات ہے ارجن شاستری...... بہت بری بات ہے...... لکیر ہی میرے
نصیب میں ہے"۔

"تیرے ہاتھ میں...... تیرے ہاتھ میں...... کیا ہے...... ارجن شاستری نے آگے بڑھ
کر لاتیں مہرالنساء کے بدن پر ماریں اور مہرالنساء ہنس پڑی"۔

"اپنی بیٹی کو مار رہا ہے تو...... مار اور مار یہی تو میں چاہتی ہوں...... یہی تو میں چاہتی ہوں"۔

"ارے تیرا ستیاناس...... ارے تیرا ستیاناس...... ارجن شاستری پیچھے ہٹا اور پھر
درخت کے تنے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیٹھ گیا...... اچانک ہی اس کے رونے کی آواز بلند
ہوئی تھی...... پھر وہ خوب پھوٹ پھوٹ کر رو دیا"۔

"ارے کیا کر دیا ہم نے...... اپنی بیٹی کو مارا ہے ہم نے...... ارے اپنی بیٹی کو مارا ہے"
دیر تک وہ سسک سسک کر روتا رہا...... پھر خاموش ہو گیا تو مہرالنساء بولی۔

"ارجن...... میری بات مانے گا"۔

"کون سی بات...... کون سی بات"۔

"وہ لڑکی کون ہے جو تیرے سامنے پڑی ہے"۔

"ہوگی کوئی ہمیں نہیں پتا"۔

"ٹھیک ہے...... چل ٹھیک ہے...... تجھے نہیں پتا تو تو جان اور تیرا کام" اچانک ہی
ارجن شاستری اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے یہ...... ارے یہ...... یہ تو ہمارے دماغ سے نکل ہی گئی تھی"۔

"تیرے سوکھے ہوئے سر میں دماغ ہے ہی کہاں...... ارجن" مہرالنساء نے مذاق

اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"ہے بیٹا...... دماغ تو ہے...... ہمارے سوکھے ہوئے سر میں...... تو ایک کام کر
سن ایک کام کرلے گی نا تو...... جو کچھ کہہ رہے ہیں بس ایک کام کرلے تو"۔

"بول کیا......؟" مہرالنساء نے پوچھا...... ارجن آگے بڑھا اور درخت کے تنے
پیچھے سے اس نے ایک چھری نکالی اور ایک برتن...... پھر آگے بڑھ کر بولا۔

"یہ چھری لے...... اس لڑکی کی گردن کاٹ اور اس کا خون پی لے...... بس اتنا ہی
ہے تجھے اس کے بدن کا سارا خون پی لے...... بات بن جائے گی"۔

"لعنت ہے تجھ پہ...... جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، جو کام تو کہہ رہا ہے وہ
اور ناپاک ہے...... میں تیری کوئی خواہش پوری نہیں کروں گی"۔

"حرام خور...... ناشکری...... حرام خور...... ناشکری" ارجن ایک بار پھر پا
ہوگیا...... مہرالنساء کی جانب بڑھا لات اوپر اٹھائی، مگر پھر رک گیا اور پیچھے ہٹ کر بولا۔

"اتنا کچھ اگر ہم کسی اور کو دے دیتے تو جیون بھر ہمارے پاؤں چاٹتا...... اس کتیا کے
نے تجھے ناگوں سے باندھا ہے...... چرنوں کی دھول بھی نہیں ہے وہ تیری...... ایک
اٹھائے تو سارا محل پھونکوں سے اڑ جائے...... ایک ایک کو کچا چبا جائیں ہم، مگر تیرا دھ
چلا جائے گا...... کوئی ایسا کام کرکے...... یہی بات ہے نا...... اگر اپنے دھرم کے چکر میں
پڑے باؤلی تو وہ جو ہے نا حرام خور سسری کشکندہ اور وہ کتیا کا پلا ہری سنگھ...... سارے
سارے تیرے جوتوں میں آکر پڑ جائیں...... دیکھ مان لے ہماری بات...... مان لے
وہ سب تیرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے رہیں گے...... ہم نے تجھے وہاں ایک امتحان
لئے ہی تو بھیجا تھا...... پر تو ناکام رہی، کیونکہ تیرے من میں آج بھی مہرالنساء ہے"۔

"اچھا ایک بات بتاؤ ارجن"۔

"پوچھ"۔

"میں نے تو اسے یہ بات نہیں کہی تھی کہ میں اندر سے مہرالنساء ہوں"۔

"مگر تیرے اندر مہرالنساء تو تھی نا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"جو من کے اندر ہوتا ہے نا، وہی تو پہچانا جاتا ہے نا...... اس سسرے نے تیرے من
میں جھانکا...... ہر نام کی بات کر رہا ہوں...... تیرے من میں ایک طرف کشکا تھی اور دوسری
طرف مہرالنساء، اگر تو خود کو صرف کشکا سمجھ لے تو سارا کام بن جائے...... چھری اٹھا اس
لڑکی کی گردن پر پھیر خون پی لے اس کا...... مہرالنساء تیرے شریر میں مر جائے گی اور پھر تو
صرف کشکا ہوگی"۔

"تو جانتا ہے...... تو جانتا ہے ارجن شاستری! کہ مہرالنساء عمادالدین کی بیٹی ہے، جس
طرح تو اپنی بیٹی کا جیون چاہتا ہے...... اسی طرح عمادالدین کے دل میں بھی اپنی بیٹی کا تصور
ہوگا...... میں یہی کوشش تو کر رہی ہوں اپنے باپ کے لئے، کیا سمجھا......؟ تو اپنی بیٹی کو جیون
دینا چاہتا ہے اور میں اپنے باپ کے لئے زندہ رہنا چاہتی ہوں...... مہرالنساء کی حیثیت سے"۔

"تو پھر مر...... ہم کیا کریں...... جا پڑ جا ان کے چرنوں میں، جو سلوک وہ تیرے ساتھ
کریں گے اس کی ذمہ دار تو خود ہوگی"۔

"ہاں...... یہ بات تو ہے...... مگر ایک بات اور ہے جو تو نہیں سوچ رہا"۔

"کیا"

"شریر تو تیری بیٹی کا ہی ہے نا...... میرے اندر کی روح تو سکون سے ہے"۔

"ستیاناس ہو تیرا...... ستیاناس...... تیرا ستیاناس...... ارے کیا کہوں تجھے میں......
ارے خون پی لے باؤلی...... خون پی لے اس کا...... ایک بار میری بات مان کر تو دیکھ......
سنسار تیرے چرنوں میں ہوگا...... چرنوں میں سنسار ہوگا...... پھر مجھے میرا شریر مل جائے
گا...... میرا سب کچھ مل جائے گا مجھے...... کیا سمجھی...... کیا سمجھی؟"۔

"کچھ بھی ہے...... میں تیری بات کبھی نہیں مانوں گی...... ارجن شاستری جو تیرا دل
چاہے کرلے میرے ساتھ...... تو بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی سے کیا واسطہ پڑا تھا اچانک ہی

مہرالنساء نے ارجن کو چونکتے ہوئے محسوس کیا...... اس کی حرکات سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی
ایسی بات ہوئی ہے جس سے وہ چونکا ہے...... ایک لمحے تک وہ مہرالنساء کو دیکھتا رہا پھر زور سے
ہنسا اور پھر پیٹ پکڑ پکڑ کر قہقہے لگانے لگا۔

"ارے واہ ارے واہ...... یہ ہوئی نا بات...... واہ بھئی واہ...... ہماری اس سوکھی کھوپڑی
میں بات ہی نہیں آئی تھی یہ...... تو نے خود ہی بتائی...... خود ہی بتائی...... ارے واہ اب مزہ
آئے گا...... اب مزہ آئے گا" مہرالنساء چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بک رہا ہے تو...... میری سمجھ میں نہیں آیا" مہرالنساء نے کہا۔

"کریں گے ایک کام کریں گے...... سوچا ہے ہم نے...... ایک کام سوچا ہے...... لے
اب تو دیکھ تماشا ارے جاؤ...... واہ بھئی ارجن شاستری واہ...... تمہاری کھوپڑی تو بڑے ہی کام
کی ہے...... چلو ٹھیک ہے، بعد میں دیکھیں گے سب کچھ" مہرالنساء واقعی کچھ سمجھ نہیں پائی
تھی...... ارجن شاستری نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا جو وہاں بندھی
ہوئی پڑی تھی اور اس کے بعد اپنے سوکھے ہوئے پیروں سے آگے بڑھتا ہوا مہرالنساء کی
نگاہوں سے دور ہو گیا...... مہرالنساء یہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ ارجن شاستری نے کون سا نیا
منصوبہ بنایا ہے...... بس اس کے دل میں ایک یہ خیال تھا کہ اب دیکھو آگے کیا ہوتا ہے......
سانپ اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے، کبھی کبھی وہ جنبش کرتے تو مہرالنساء شدید کراہت کا
شکار ہو جاتی...... اس وقت اس کے دل کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا اور وہ سوچتی کہ
کاش جو کچھ ہو رہا ہے اس سے نجات مل جائے، لیکن اس کا کوئی ذریعہ اس کی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا...... پتا نہیں کیا ہونے والا ہے، اب جو تقدیر میں ہے وہی ہو گا...... کیا کیا جا سکتا ہے اور
پھر وہ صبر و سکون کے ساتھ لیٹی رہی اور وقت گزارتی رہی...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
اس طرح قیدی کی حیثیت سے وہ کب تک یہاں پڑی رہے گی...... دل میں عمادالدین کا خیال
آیا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ سوچنے لگی کہ نجانے عمادالدین کس کیفیت میں
ہوں...... یہ بات تو طے تھی کہ وہ دن رات اسے یاد کرتے ہوں گے...... نجانے کیوں اس کی

آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی ہوئی اور پھر اسے احساس بھی نہ ہو سکا کہ یہ آنسو کس طرح اس
کے چہرے سے نیچے زمین پر ٹپکتے رہے...... البتہ اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل ڈوبتا
جا رہا ہے...... ذہن پر ایک دھند سی طاری ہونے لگی ہے...... کئی بار اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ
کر ماحول کا جائزہ لیا...... وقت گزرتا جا رہا تھا اور اب ارجن شاستری کا کہیں کوئی پتا نہیں تھا۔
وہ چلا گیا تھا لیکن یہ احساس ابھی تک مہرالنساء کے دل میں زخم لگا رہا تھا کہ وہ کون سی
ترکیب ہے جو ارجن شاستری کے ذہن میں آئی ہے...... آخر وہ کون سی ترکیب ہے اس سے
پہلے تو وہ بڑا مضطرب نظر آ رہا تھا، لیکن اچانک ہی کوئی ایسا خیال اس کے ذہن میں آیا تھا کہ وہ
خوش ہو گیا تھا، کیا خیال ہو سکتا ہے وہ؟ کیا خیال ہو سکتا ہے"۔

کافی دیر تک وہ اسی سوچ میں ڈوبی رہی، پھر اچانک ہی عقب سے اسے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور وہ چونک پڑی...... یہ کون ہو سکتا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، لیکن آنے والے تھوڑی دیر کے بعد اس کے سامنے آگئے اور مہرالنساء نے انہیں پہچان لیا...... یہ ہرنام اور ہری سنگھ تھے، دونوں مہرالنساء کے سامنے آ کھڑے ہوئے پھر ہرنام بیٹھ گیا وہ غور سے مہرالنساء کو دیکھ رہا تھا...... پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تو ہے کون آخر؟" ہے کون تو؟" میری سمجھ میں تو ابھی تک یہ نہیں آیا۔

مہرالنساء کی آنکھوں میں نجانے کیوں آنسو آگئے...... بات ایک گندی زبان سے نکلی تھی، لیکن الفاظ ایسے تھے کہ اس کے دل پر ٹھک سے جا کر لگے تھے، اس نے سوچا کہ واقعی وہ ہے کون؟ آخر کون ہے وہ؟ درحقیقت اس سے بڑا المیہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا، وہ نہ کشکاوتی تھی نہ مہرالنساء "پھر کون تھی وہ؟ اس نے درد بھری آواز میں کہا"۔

"کچھ بھی نہیں ہوں میں...... واقعی میں کچھ بھی نہیں ہوں"۔

"دل تو چاہتا ہے کہ ایک بڑا سا پتھر پہلے تیرے سر میں مار کر اسے کچل دیں پھر اپنے سر میں مار کر خود بھی ختم ہو جائیں، اری پاگل تجھے ذرا اندازہ نہیں ہے کہ تیرے اردگرد کیسے چمکدار حصار قائم ہیں، وہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیتے تو طاقتور ہے...... تیرے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا، کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تیرے ساتھ اور تو کہتی ہے کہ تو کچھ بھی نہیں ہے"۔

پھر مہرالنساء نے ایک لمحے کے لئے حیران نگاہوں سے ہرنام کو دیکھا پھر اپنے بارے میں سوچنے لگی...... کیا واقعی کوئی ایسا حصار اس کے اردگرد قائم ہے؟ اس نے تو کبھی محسوس نہیں کیا لیکن اس وقت یہ تمام باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا...... دو شیطان اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے مہرالنساء آہستہ سے بولی"۔

"اس کی صرف ایک وجہ ہو سکتی ہے ہرنامی"۔

"کیا آخر کیا؟"۔

"یہ کہ میں مسلمان ہوں...... میں ایک مسلمان کی بیٹی ہوں...... تم لوگ چونکہ صرف ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اس لئے تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے اور اگر نہیں معلوم ہے تو کم از کم میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی، بس سمجھ لو کہ اپنے اللہ پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں اور جب اللہ کا حکم ہو گا مجھے بھی زندگی کے آسان راستے مل جائیں گے"۔

"آخر تو اس کالے سنسار میں کیسے آ پھنسی؟"۔

"میں نے کہا نا تجھے یہ سب کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتی میں؟"۔

"ضد مت کر یہ بتانا تیرے لئے فائدہ مند بھی ہو سکتا ہے کیا سمجھی؟" ارے میرا تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے...... بس یوں سمجھ لے کہ تو ہمارے کچھ کام آ سکتی ہے...... کام آ سکتی ہے تو...... اگر تو یہ ہندو مسلمان کا جھگڑا چھوڑ دے تو سب ٹھیک ہو جائے گا، ارے سمجھا نہ اسے ہری سنگھ...... سمجھا دے اس کو" ہمارے ساتھ شامل ہو جائے تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے وہ جو ہے...... جو اپنے آپ کو بڑا شکتی مان سمجھتا ہے اس کے ہاتھوں ہم اس کا کریہ کرم کرا دیں گے"۔

"تم کیا ہو ہرنام...... کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"۔

"کالے ہیں ہم...... کالے...... کالی مائی کے چیلے...... سب جانتی ہو گی تو، چالاکی کر رہی ہے ہمارے ساتھ"۔

"کالکے کیا ہوتے ہیں مہر النساء نے پوچھا؟"۔

"بکواس مت کر...... جب کوئی کام جانتی ہی نہیں ہے تو پھر بکواس کیوں کر رہی ہے"۔

"میں تو جاننا بھی نہیں چاہتی...... بس تم یہ فضول باتیں کر رہے ہو...... جانتے ہو وہ
چاہتا ہے؟"۔

"کون؟"۔

"ارجن شاستری"۔

"کیا چاہتا ہے وہ؟"۔

"یہی تو اصل جھگڑا ہے اس کا اور میرا"۔

"جھگڑا ہے؟"۔

"تو اور کیا"۔

"تو اس سے جھگڑا کرتی ہے"۔

"ہاں"۔

"بری بات ہے"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ وہ بہت ہی شکتی مان ہے"۔

"تم اسے مانتے ہو؟"۔

"ارے کون نہیں مانتا"۔

"تو کیا تمہارا اس سے کوئی مقابلہ ہے؟"۔

"نہیں"۔

"تو پھر؟"۔

"بس وہ ہم سے بھی کچھ چاہتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ ہم نہیں کر سکتے، کیونکہ اس
کے بعد ہماری ساری شکتی اس کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے"۔

"تو یہ قصہ ہے؟"۔

"ہاں...... مگر تیرا قصہ کیا ہے؟"۔

"وہ مجھے کالکا دیوی بنانا چاہتا ہے؟"۔

"کالکا دیوی"۔

"ہاں"۔

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے؟"۔

"میرے لئے بڑی ہے"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ میں مسلمان ہوں"۔

"پھر وہی...... پھر وہی...... پھر وہی...... ارے پاگل ہے تو...... تیرا دماغ خراب ہے......
پگلی پاگل ہے تو...... بالکل پاگل ہو گئی ہے...... ارے کالکا دیوی بن گئی تو جانتی ہے کیا ہو گا"۔

"کیا ہو گا"۔

"سنسار کی بہت بڑی شکتی تیرے ہاتھ میں ہو گی، اتنی بڑی شکتی کے تو سوچ بھی نہیں
سکتی"۔

"میں وہ شکتی نہیں چاہتی...... تم نہیں سمجھتے...... میں تمہیں یہ تو بتا چکی ہوں کہ میں
مسلمان ہوں...... ہم لوگ صرف ایک بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کی
جائے...... دنیا گزار لی جائے اور اس کے بعد جس طرح اس دنیا میں آئے ہیں اسی طرح واپس
چلے جائیں"۔

"دھت تیرے کی اور باقی کچھ نہیں"۔

"نہیں" سب کچھ اس میں ہے۔

"یہ تیرا خیال ہے"۔

"ہاں مگر ٹھیک ہے"۔

"بھاڑ میں جائیں اس سے کیا"۔

"تم بتا رہے تھے کہ کالکا دیوی کیا ہوتی ہے"۔

"ہاں...... کہانا سنسار میں سب سے بڑی شکتی مان ہوتی ہے وہ، مگر یہ تجھے کالکا دیوی بنانا چاہتا ہے"۔

"گیان دھیان سکھا کر"۔

"تجھے ہی کیوں؟"۔

"اس لئے کہ میں مسلمان ہوں"۔

"پھر وہی مسلمان"۔

"ہاں"۔

"میرے اندر جو قوتیں ہیں یہ انہیں اس طرح ضبط کر کے شیطانی قوتوں کو ابھارنا چاہتا ہے اور میں اس کی بات کبھی نہیں مانوں گی"۔

"لعنت ہے تجھ پر...... لعنت ہے تجھ پر تو سنسار کا کوئی کام صحیح طریقے سے نہیں کرتی تو جانتی ہے کہ کالکا دیوی بننے کے بعد کیا ہوگا"۔

"میں جانتی بھی نہیں ہوں اور میں جاننا بھی نہیں چاہتی ہوں...... ویسے تم ایک بات بتاؤ"۔

"بولو" اچانک ہی ہرنام کا لہجہ نرم ہو گیا۔

"یہ رانی کشکندہ کیا چیز ہے؟"۔

"وہ درگامتی ہے اور لونا چماری اس کے قبضے میں ہے"۔

"اور تم؟"۔

"میں مٹھا ہوں وہ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا"۔

"خدا کی لعنت ہو تم سب پر...... مہرالنساء نے کہا اور اس کا منہ حیرت سے کھل گیا"۔

"کیا؟"۔

"میں نے کہا نا خدا کی لعنت ہو تم سب پر...... کالے جادو کے ماہروں...... مہرالنساء بولی

[illegible] پھر اچھل پڑا...... اس کے بعد اس کی آنکھوں میں پھر غصے کے تاثرات جاگ اٹھے اور

[illegible] نے دیوانوں کی طرح ناچتے ہوئے کہا"۔

"میں نے تجھے یہ اس لئے بتایا کہ تو مجھے اپنے بارے میں بتا دے، مگر کتے کی دم ٹیڑھی

[illegible] ٹیڑھی رہے گی...... میں ایک اشارہ کروں تو یہ سارے ناگ تیرے بدن میں زہر ہی زہر

[illegible] بھر دیں...... اتنا ڈسیں تجھے کہ...... کہ، تیرا شریر پانی بن کر بہہ جائے ارے او ہری سنگھ او کتیا

[illegible] کے جنے"۔

"جی مہاراج...... ہری سنگھ آگے بڑھ آیا"۔

"اندر چل رے...... ارے اسے اندر لے چل...... یہ ایسی زبان نہیں سمجھے گی...... اندر

لے چل اسے"۔

"مہاراج اس کے بند کاٹ دیں ہری سنگھ نے کہا اور ہرنام نے آگے بڑھ کر سانپ

مہرالنساء کے بدن سے کھینچ لئے...... مہرالنساء کی بندشیں کھل گئیں اور ہری سنگھ نے اس کا

بازو پکڑ لیا...... سانپوں نے اس طرح مہرالنساء کو جکڑا ہوا تھا کہ اس دوران اس کا خون رک گیا

تھا اور بدن کے وہ حصے سن ہو گئے تھے جہاں بندشیں تھیں، ہری سنگھ نے اسے بغلوں میں

ہاتھ ڈال کر غار کے اس دہانے کی طرف گھسیٹا جو سامنے نظر آ رہا تھا...... ہری سنگھ بہت

طاقتور تھا وہ با آسانی مہرالنساء کو اندر لے گیا...... ہرنام اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا......

مہرالنساء اس وقت بڑی بے بسی محسوس کر رہی تھی، لیکن بدن اس طرح مفلوج تھا کہ پاؤں

تک زمین پر نہیں ٹکا پا رہی تھی اور کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے آپ کو اس کمینے ہندو

کے ہاتھوں سے کیسے جدا کرے...... خود کھڑے ہونے کی کوشش کرتی تو پاؤں بالکل بے جان

محسوس ہوتے...... بہرحال دہانے کے دوسرے طرف ایک تاریک سی سرنگ تھی جو کافی

[illegible] رہی تھی...... مہرالنساء کا دوران خون آہستہ آہستہ بحال ہوتا جا رہا تھا...... تاہم بدن

[illegible] سنسناہٹ باقی تھی، پھر اس نے اپنا وزن ہری سنگھ پر ڈالے رکھا تاکہ وہ یہی سمجھے کہ

مہرالنساء کے بدن میں جنبشیں نہیں ہیں، اسے دھوکے میں رکھ کر کچھ کیا جا
مہرالنساء اپنے کمزور بدن کے ساتھ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ کیا کرے؟ لمبی کا
کی سرنگ کے دوسرے دہانے پر سرخ روشنی نظر آ رہی تھی، بالکل یوں لگ رہا تھا
آگ روشن ہو...... دہانے کا دوسرا سرا قریب آتا جا رہا تھا، پھر وہ مہرالنساء کو لئے ہوئے
دہانے سے اندر داخل ہو گئے...... بہت بڑا غار تھا...... لگتا تھا جیسے کوئی پہاڑ اندر سے
کر دیا گیا ہو...... جگہ جگہ دیواروں میں چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں، ایک طرف لکڑیاں
رہی تھیں اور یہ انہی کی روشنی تھی جو پورے غار کو سرخ کیے ہوئے تھی، مگر اس میں آ
تپش بالکل نہیں تھی اس کے برعکس غار میں ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی، پورے غار میں جگہ
نجانے کیا کیا کاٹھ کباڑ پھیلا ہوا تھا، ان میں انسانی جسم کی ہڈیوں کے انبار بھی تھے،
انسانی کھوپڑیاں بکھری ہوئی تھیں...... میلے کچیلے، پھٹے پرانے رنگین کپڑے اور نجانے کیا
مہرالنساء کے کانوں میں ایک عجیب سی آواز گونج رہی تھی...... ایک بہت ہی
آواز، جیسے کوئی وحشی درندہ کچھ کھا رہا ہو"۔

"چھوڑ دے اس کمینی کو یہاں...... کشکندہ جانے اور یہ...... ہم بلاوجہ اس کی مصیبت
میں گرفتار ہو گئے ہیں...... ارے کشکندہ بھاڑ میں جائے ہمیں اس کا کرنا کیا ہے......" ہرنام
ہری سنگھ سے کہا اور ہری سنگھ نے مہرالنساء کو زمین پر چھوڑ دیا...... وہ اب بھی بے
شہتیر کی طرح نیچے گری تھی اور اپنے آپ کو مفلوج ظاہر کر رہی تھی، اس کے ذہن میں
بات تھی کہ یہ لوگ اسے ہوش و حواس میں سمجھ کر کہیں دوبارہ کچھ کرنے کی کوشش نہ
اسی وقت ہری سنگھ کی آواز ابھری"۔

"اب کیا کریں ہرنام مہاراج؟"۔

"پڑا رہنے دے اس سسری کو یہاں"۔

"جو حکم ہری سنگھ نے کہا"۔

"چل چلیں یہاں سے...... ہرنام بولا اور وہ دونوں غار سے باہر نکل گئے......

طرح زمین پر پڑی رہی تھی، اس کی نگاہیں پورے غار کا جائزہ لے رہی تھیں اور دل لرز رہا
ہولناک جگہ ہے یہ...... غار کی بلندی ناقابل یقین تھی...... اس کی چھت تو نظر ہی
نہیں آ رہی تھی...... اُبھرے ہوئے چٹانی پتھروں میں موٹے موٹے تاروں والے مکڑیوں کے
لے لگے ہوئے تھے، البتہ مکڑیاں نظر نہیں آ رہی تھیں اور پھر وہ بھیانک آواز؟ یہ آواز کہاں سے
آ رہی ہے؟ آہ کیسی بھیانک آواز ہے؟ نجانے" پھر یوں لگا کہ جیسے کوئی چیز زمین پر گھسیٹی
جا رہی ہو اور اس کے بعد زمین میں اُبھری ہوئی ایک چٹان کے عقب سے ایک ہولناک چیز
نکلی اور مہرالنساء کی آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں...... یہ چٹانی کوہان کے پیچھے سے نکلنے
والی چیز ایک سیاہ انسانی جسم تھا، ایک انتہائی طاقتور موٹا تازہ انسانی جسم جو یقینی طور پر کسی
عورت کا تھا، اس کا پچھلا حصہ مہرالنساء کی نگاہوں کے سامنے آیا تھا، وہ گھٹنوں کے بل جھکی
ہوئی تھی اور یوں لگتا تھا کہ جیسے کسی چیز کو گھسیٹ رہی ہو...... پھر وہ مکمل طور سے نگاہوں کے
سامنے آ گئی اور وہ ہولناک منظر مہرالنساء کی نگاہوں کے سامنے نمایاں ہو گیا...... جسے دیکھ کر
دل کی دھڑکنیں بند ہو جائیں...... سیاہ رنگ کی خوفناک عورت جس چیز کو گھسیٹ کر پیچھے ہٹ
رہی تھی وہ بھی ایک عورت ہی کا بدن تھا، لیکن خون میں نہایا ہوا...... خونخوار عورت کے لمبے
سیاہ بالوں نے دوسرے جسم کا کچھ حصہ ڈھکا ہوا تھا...... خود اس کا چہرہ بھی اس کے بالوں میں
چھپا ہوا تھا، وہ بلی کی طرح دونوں ہاتھوں پیروں کے بل پیچھے کھسک رہی تھی اور یقینی طور پر
دوسرے مردہ جسم کو دانتوں میں دبوچے ہوئے تھی، مہرالنساء سانس روکے اسے دیکھتی
رہی...... سیاہ رنگ کی ہولناک بلا نے اپنے کام سے فارغ ہو کر رخ بدلا، پھر انسانوں کی طرح
بالوں کو زور سے پیچھے جھٹک کر انہیں ہاتھوں سے درست کرنے لگی...... بالوں کے پیچھے ہٹنے
سے اس کا چہرہ نمایاں ہو گیا...... آہ کتنا بھیانک چہرہ تھا مکمل طور پر انسانی نقوش اور شاید جانے
پہچانے...... بس رنگ کا فرق تھا ورنہ وہ سو فیصدی رانی کشکندہ تھی...... رانی کشکندہ...... لیکن
بدلے ہوئے روپ میں بھی اس کے نقوش اسے رانی کشکندہ ظاہر کرتے تھے، اس کے چہرے کا
رنگ بھی بدل گیا تھا اور سیاہ چہرے پر اس وقت جگہ جگہ خون کی چھینٹیں پڑی ہوئی تھیں اور

آنکھیں اس کی...... بڑی بڑی آنکھوں کی سفیدی نمایاں تھیں...... کالی پتلیوں کی بجائے
سیدھی سبز روشن لکیر نظر آرہی تھی...... تیز سبز روشن لکیر...... ہونٹ گہرے سرخ ہو رہے
تھے، ابھی تک اس نے مہرالنساء کو نہیں دیکھا تھا، چنانچہ وہ پھر ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ
کر منہ سے انسانی بدن کو ٹٹولنے لگی، وہ اسے جگہ جگہ سے سونگھ رہی تھی، پھر اچانک اس
ایک ایسی غراہٹ کی آواز نکالی اور مردہ جسم کے سینے میں دانت گاڑ دیئے...... جیسے کوئی
جانور ہوتا ہے...... وہ ہاتھوں پر وزن سنبھال کر شاید لاش کا سینہ کھول رہی تھی، وہ پوری
سے قوت صرف کر رہی تھی اور اس کے منہ سے خوفناک غراہٹیں نکل رہی تھیں
تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئی اور پسلیوں کا خول توڑ کر اس نے
کے جسم کے اندر منہ ڈال دیا، البتہ اس کوشش میں اس کا چہرہ مہرالنساء کی طرف ہو گیا
لڑکی کی گردن شاید پہلے ہی چبالی گئی تھی، مگر چہرہ محفوظ تھا اور گردن کے ساتھ لگے ہو
کھال کے کسی ٹکڑے سے جھول رہا تھا...... مہرالنساء کی نگاہ لڑکی کے چہرے پر پڑی اور بے
اختیار چیخ اس کے حلق سے نکل گئی...... یہ وہی معصوم لڑکی تھی جو اس رات بھوک ان
پاس آئی تھی اور کھانا کھانے کے درمیان بھاگ گئی تھی...... وہ بھوک سے بے تاب
کھڑکی کے راستے اندر آئی تھی، اس کی زندگی کو خطرہ تھا آہ اسے اپنی جان کا خوف تھا
ہوا...... اس نے کچھ اس طرح کے الفاظ کہے تھے کہ مہرالنساء کا دل اس وقت ڈوبا جا رہا
جب مہرالنساء کے حلق سے چیخ کی آواز نکلی تو لاش سے لپٹی ہوئی کشکندہ نے گردن اٹھا
مہرالنساء کو گھورا، اس کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا، پھر اس نے ہونٹ سکیڑ کر دانت
نکالے...... خون میں ڈوبے ہوئے نوکیلے دانت، وہ مہرالنساء کو دیکھتی رہی اور پھر دوبارہ جھک
کر لاش کے کھلے ہوئے سینے میں سر ڈال دیا اور اس نے دانتوں سے لاش کے اندرونی جسم
کسی چیز کو جھٹکا دیا اور اس کے کلیجے کو دیگر لوازمات کے ساتھ باہر نکال لیا...... مہرالنساء
خوفزدہ ہو گئی تھی، اس کے اندر ایک جنون سا ابھرتا آرہا تھا اور بدن میں شدید گرم لہریں
دوڑ رہی تھیں...... اس نے جنونی انداز میں ادھر ادھر دیکھا...... یہ بھی خوف کی انتہا

ہوتی ہے جب انسان خوف ہی سے بے نیاز ہو جاتا ہے، چنانچہ اس وقت اس کا جنون کسی
حد میں داخل ہو گیا تھا اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک انسانی پاؤں کی سوکھی
ہڈی اسے نظر آگئی...... مہرالنساء نے اسے اٹھایا اور گھما کر پوری قوت سے اسے کشکندہ پر
دے مارا، نشانہ درست نہیں لگا تھا...... ہڈی کشکندہ کے سر سے گزر گئی، لیکن کشکندہ نے
کلیجہ دانتوں میں دبا کر ایک لمبی سی چھلانگ لگائی اور ایک چٹان سے دوسری چٹان
دوسری سے تیسری پر اور پھر کافی اوپر نکلی ہوئی دیوار میں ایک چٹان پر جا کر بیٹھ گئی......
چھلانگیں اتنی نپی تلی اور مہارت سے بھرپور تھیں کہ انسانی جسم اس کا حامل ہو ہی نہیں سکتا
اس وقت بالکل ایک کالی بلی لگ رہی تھی، کسی انسان کا اس سے زیادہ خوفناک روپ کبھی
نہ دیکھا ہو گا جو مہرالنساء اس وقت دیکھ رہی تھیں...... رانی کشکندہ وہاں پہنچ کر پھر جھک
بیٹھ گئی اور منہ میں لٹکا ہوا کلیجہ اسی طرح چپڑ چپڑ کر کے چبانے لگی...... تبھی مہرالنساء کے
منہ سے غرائی ہوئی آواز نکلی"۔

"کشکندہ کتیا تو نے اس معصوم لڑکی کو مار دیا...... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی......
نہیں چھوڑوں گی تجھے...... مار ڈالوں گی میں تجھے...... کمینی کتیا...... مہرالنساء دیوانہ وار چیخ رہی
تھی اس کی آواز پر چونک کر کشکندہ نے اسے دیکھا اور اس کے بعد پھر جھک کر بے نیازی سے
کلیجہ چبانے لگی، وہ اتنی بلندی پر تھی کہ مہرالنساء اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی...... بس اپنی جگہ
کھڑی اسے دیکھتی رہی اور پھر وہی دور پڑی ہوئی ہڈی اس نے اٹھالی، اس دوران کشکندہ
نے اپنا کام ختم کر لیا تھا...... وہ کلیجہ چبا کر اپنے معدے میں اتار لیا تھا...... مہرالنساء کے ہڈی
پھینکنے پر وہ سنبھلی اور پھر اس نے ایک اور چٹان پر چھلانگ لگا دی...... بالکل بلیوں جیسا انداز
تھا...... مہرالنساء نے اس چٹان پر ہڈی پھینکی تو وہ نیچے اتر آئی، مگر نجانے کیوں اس وقت وہ
مہرالنساء پر حملہ نہیں کر پا رہی تھی، بس رک رک کر غرا رہی تھی...... دانت نکال رہی
تھی...... مہرالنساء اب ادھر ادھر سے ٹٹول کر اس پر مسلسل ہڈیاں پھینک رہی تھی اور وہ ادھر
ادھر بھاگتی پھر رہی تھی اور پھر اس کے بعد اس نے بڑی زور سے چیخ ماری اور شاید یہ چیخ

کسی کو پکارنے کیلئے تھی کیونکہ چند ہی لمحوں کے بعد ہری سنگھ اور ہرنام دروازے سے داخل ہوگئے...... دونوں نے اس عجیب وغریب منظر کو دیکھا اور اس کے بعد ہرنام بولا۔

"ارے ارے...... او پاگل کی بچی کیا کر رہی ہے تو...... ہرنام نے اتنا ہی کہا تھا کہ مہرالنساء نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہڈی اس پر دے ماری...... ہرنام اس وقت اس وار کے لئے تیار نہیں تھا...... ہڈی پوری قوت سے اس کے سر پر لگی اور وہ چکرا کر ڈولنے لگا دوسرے لمحے ہی وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا، ہری سنگھ نے مہرالنساء کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کتیا کی بچی تیری موت ہی آگئی ہے...... ارے یہ تو نے کیا کیا، لیکن مہرالنساء اس وقت اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھی، اس نے دوسری ہڈی اٹھا کر ہری سنگھ کو نشانہ بنایا اور... جلدی سے بیٹھ گیا اور ہڈی اس پر سے نکل گئی، مگر اسی وقت ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ رانی کشکندہ نے مہرالنساء پر چھلانگ لگادی...... مہرالنساء اس آفت کے لئے تیار نہیں تھی ادھر رانی کا وزن بے پناہ تھا، چنانچہ مہرالنساء اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی، اس کا سر زمین پر جالگا اور آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے...... کشکندہ کی خوفناک غراہٹیں اسے اپنے کانوں پر سنائی دے رہی تھیں اور اس کا ذہن سوتا جارہا تھا، پھر اس کی آنکھوں میں تاریکیاں آتی چلی گئیں اور وہ اس ہولناک ماحول سے بے نیاز ہوگئی۔

نجانے کتنی دیر کے بعد ہوش آیا تھا...... ماحول بدلا ہوا تھا...... دیر تک مہرالنساء کو صورت حال کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کے حواس جاگتے گئے، یقیناً یہ محل کا کوئی حصہ تھا...... نرم بستر...... شفاف ماحول...... سامنے ہی دو اجنبی شکل کی لڑکیاں موجود تھیں...... ہنستی مسکراتیں...... شگفتہ چہرے والی...... جب مہرالنساء جاگی تو ان میں سے ایک نے کہا۔

"جاگ گئیں کالکا دیوی"۔

"مہرالنساء نے یہ الفاظ سنے اور وحشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی...... پھر اس نے ...ہوئی سے کہا"۔

"سنو کون ہو تم؟"۔

"داسی ہیں آپ کی" دیوی جی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟"۔

"آپ کی سیوا کے لئے موجود ہیں"۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟"۔

"راج کنڈ"۔

"کیساراج کنڈ؟"۔

"راج کنڈ...... راج کنڈ...... راج کنڈ ہوتا ہے دیوی"۔

"رانی کشکندہ کہاں ہے مہر النساء نے کہا اور وہ دونوں چونک پڑیں...... انہوں نے عجیب سی نظروں سے مہر النساء کو دیکھا پھر ان میں سے ایک بولی"۔

"رانی جی...... رانی تو اس میں ہیں"۔

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں؟"۔

"ٹھیک ہے آپ کا سندیس انہیں دے دیں گے کالکا دیوی، مگر یہاں ان کا نام کوئی ایسے نہیں لیتا، آپ ہمیں اپنے لئے کوئی سیوا بتائیے...... ہم آپ کی داسی ہیں"۔

"جاؤ باہر نکل جاؤ"۔

"کالکا دیوی"۔

"میں کہتی ہوں باہر نکل جاؤ...... مہر النساء غرائی اور ان دونوں کے چہروں کی شگفتگی کافور ہو گئی"۔

"چلو...... ان میں سے ایک نے مایوسی کے سے انداز میں کہا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے باہر نکل گئیں...... مہر النساء وحشت زدہ نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لینے لگی...... سر کے بائیں حصے میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں...... یہیں وہ چوٹ لگی تھی جس نے اسے بے ہوش کر دیا تھا...... ہاتھ وہاں پہنچا سر ابھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا اسے گزرے ہوئے واقعات نظر آ رہے تھے اور ایک بار پھر اس کے ذہن و دل میں جنون جنم لینے لگا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھی دروازہ باہر سے بند تھا اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

"دروازہ کھولو...... میں کہتی ہوں دروازہ کھولو...... وہ چیخ چیخ کر اسے پیٹنے لگی لیکن کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی"۔

مہر النساء کا جنون بڑھتا جا رہا تھا، اسے وہ لمحات یاد آ رہے تھے جب وہ مظلوم لڑکی ان کے پاس پہنچی تھی اور اس نے دیا اور مہر النساء سے کھانے کے لئے مانگا تھا، پھر وہ وہاں سے فر

ار ہوئی تھی...... نجانے کیوں اس لڑکی کے تصور کے ساتھ مہر النساء کے ذہن میں جنون بڑھتا جا رہا تھا...... وہ چیخ چیخ کر دروازہ پیٹتی رہی اور پھر جب کوئی آواز نہ ابھری تو کمرے میں موجود اشیاء اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگی...... کمرے میں بہت ہی قیمتی مجسمے سجے ہوئے تھے...... اس نے یہ مجسمے اٹھا کر دیواروں پر مارنے شروع کر دیئے...... چھت پر لٹکے ہوئے قیمتی فانوس کو نیچے گرا کر چلا دیا...... دیواریں کھرچ دیں، کمرے کا حلیہ بری طرح بگاڑ دیا لیکن کہیں سے کوئی آواز نہیں ابھری تھی...... بہت دیر تک وہ یہ عمل کرتی رہی مگر اس کا کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہو رہا تھا...... اس کی طبیعت میں ایک عجیب سی دیوانگی حلول کر گئی تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس وقت اس کا یہ جنون کیا حیثیت رکھتا ہے...... اس کے سانسوں کی آمد و رفت بہت تیز تھی...... ایسی شدید بے چینی، ایسی دیوانگی اس سے پہلے اس پر کبھی طاری نہیں ہوئی تھی...... بہت دیر گزر گئی سر کی دکھن بھی بے چین کر رہی تھی، لیکن کیا کرتی مجبوری تھی...... اچانک ہی شی شی کی آواز سنائی دی...... یہ آواز بالکل ویسی ہی آواز تھی جیسی ایک بار اس نے اس حویلی کے باغ میں پتھر کے مجسمے سے سنی تھی...... مہر النساء کی وحشت زدہ نگاہیں چاروں طرف دیکھنے لگیں...... یہاں تو کوئی مجسمہ بھی نہیں ہے...... کوئی کھڑکی یا روشن دان بھی نہیں ہے...... پھر یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے...... آواز دوبارہ سنائی دی اور مہر النساء کی نگاہیں زمین پر پڑیں...... یہاں موجود ہر چیز کو تباہ و برباد کرتے ہوئے اس نے دیوار سے کچھ تصویریں بھی اتار کر پھینکی تھیں...... انہیں پیروں سے روندا تھا...... یہ تصویریں مختلف شکلوں کی تھیں اور اس وقت یہ شی شی کی آواز ایسی ہی ایک تصویر سے اُبھر رہی تھی...... یہ تصویر ایک لمبے بالوں والے سادھو جیسے شخص کی تھی جو پالتی مارے آسن جمائے بیٹھا ہوا تھا...... اس کے عقب میں ایک درخت پھیلا ہوا تھا...... پیچھے جنگل...... اس کے پاس کچھ برتن بھی رکھے ہوئے تھے، کچھ دیر پہلے مہر النساء نے یہ تصویر دیوار سے اتار کر زمین پر پھینک دی تھی اور اسے پیروں سے روندا تھا، جس سے تصویر کا ایک حصہ پھٹ گیا تھا اور آدھا [illegible] ہو گیا تھا، لیکن باقی چہرہ بچا ہوا تھا اور اس وقت جو کچھ نظر آ رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا......

تصویر کے آدھے بچے ہوئے چہرے پر ایک آنکھ اور آدھے ہونٹ بھی تھے اور انہی آدھے ہونٹوں سے یہ آواز اُبھر رہی تھی۔

"ادھر آ...... میرے پاس آ...... مہرالنساء نے یہ آواز اچھی طرح سنی تھی...... دوسری بار بھی یہ آواز اُبھری تو اس کے قدم آہستہ آہستہ تصویر کی جانب بڑھ گئے...... اس نے تصویر کو دیکھا...... تصویر کی اکلوتی آنکھ جھپک رہی تھی اور ہونٹ ہل رہے تھے، تب ان ہونٹوں سے آواز ابھری۔

"کیا تو یہاں سے نکلنا چاہتی ہے؟"۔

"ہاں" مہرالنساء نے جنونی انداز میں کہا۔

"وہ دیکھ ادھر دیوار میں ایک کڑا لٹکا ہوا ہے...... اُدھر دیکھ" تصویر نے کہا اور آنکھ سے اشارا کیا...... تب مہرالنساء کی نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں...... یہاں پہلے ایک چھوٹا سا خوبصورت مجسمہ رکھا ہوا تھا، مگر اب وہ چور چور ہو کر نیچے گر پڑا تھا...... تصویر کی آواز اُبھری۔

"دیکھا"۔

"ہاں"۔

"وہی تیری مشکل کا حل ہے"۔

"کیا مطلب؟" مہرالنساء نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اس کنڈے کو زور سے کھینچ لے...... تجھے یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے گا"...... تصویر کے ہونٹوں سے آواز نکلی...... مہرالنساء نے اس آواز کو سمجھنے کی کوشش کی پھر اس نے کہا۔

"یہاں سے نکل کر کہاں پہنچوں گی میں؟" لیکن اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملا بلکہ تصویر کی آنکھ بند ہو گئی۔

"بولو...... جواب دو کہاں پہنچوں گی میں؟" مہرالنساء نے پھر کہا مگر اب تصویر بے جان ہو گئی تھی...... مہرالنساء اسے گھورتی رہی...... نجانے کیوں اسے اس وقت ہر چیز پر غصہ آ رہا

اس لڑکی کی موت کا منظر وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی...... رہ رہ کر وہ اس کے ذہن
رہی تھی اور اس پر جنون سوار ہوتا جا رہا تھا...... بہت دیر تک وہ اس جنون کا شکار رہی پھر
نے سوچا بیکار چیزوں پر وقت ضائع کرنا قطعی فائدہ مند نہیں ہے...... ارجن شاستری کتے
یہاں بھیجا تھا، لیکن یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ رانی کشلندہ کے
بھیج کر وہ مہرالنساء سے کیا چاہتا تھا...... ایک بار پھر تصویر کی آواز اس کے ذہن میں
بھری اور اس کی نگاہیں سامنے کی جانب اُٹھ گئیں...... وہ کڑا اس کے سامنے ہی تھا......
النساء اسے دیکھتی رہی پھر دماغ کچھ ٹھنڈا ہوا تو اس نے سوچا کہ واقعی اس کڑے کی یہاں
جودگی کا کوئی جواز نہیں ہے...... یہ یہاں کیوں ہے......؟ ذرا اسے کھینچ کر تو دیکھا جائے،
چہ وہ اپنی جگہ سے اٹھی دیوار کے پاس جا کر اس نے کڑے میں انگلیاں پھنسائیں اور اسے
سے کھینچا...... کڑے کے ساتھ ایک چوکور سی سل آسانی سے کھنچ آئی تھی، حالانکہ پہلے
یہاں کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا...... چوکور سل کے پیچھے ایک تاریک خلا تھا...... عجیب سا
دروازہ تھا...... نجانے دوسری طرف کیا ہے......؟ کڑا چھوڑا تو سل اپنی جگہ جا ٹکی اور دروازہ
بند ہو گیا، لیکن مہرالنساء نے دیکھ لیا تھا کہ اگر وہ کوشش کرے تو اس دروازے کے دوسری
جانب نکل سکتی ہے...... چنانچہ دوسری بار کڑا کھینچ کر اس نے سل کو ہٹایا اور اس کے بعد اس
میں اتر گئی...... دوسری طرف بہت کشادہ جگہ تھی...... مہرالنساء کے اندر جاتے ہی دیوار کا
بند ہو گیا اور اندر گھور تاریکی چھا گئی...... آگے ایک سرنگ سی پھیلی ہوئی تھی......
اندھیرے میں یہ نہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ راستہ کس قسم کا ہے، لیکن جہاں زندگی اور موت کی
ہی ختم ہو جائے وہاں راستے کی مشکل بھلا کیا حیثیت رکھتی تھی، چنانچہ مہرالنساء اس
سے بے نیاز آگے بڑھنے لگی اور سامنے کا راستہ اسے یہ احساس دلاتا رہا کہ وہ صحیح جگہ
رہی ہے...... بہر حال وہ چلتی رہی...... یہ راستہ آگے جا کر ختم ہو گیا تھا تو اس نے دونوں
پھیلائے...... ہاتھ دیواروں سے جا ٹکے...... اس کا مطلب ہے کہ آگے کوئی راستہ
اور یہ جگہ بند ہے...... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی...... کیا کیا جائے اس نے بند

جگہ کو ٹٹولا...... چار فٹ کی بلندی پر اچانک ہاتھ رک گیا اور اسے بالکل ویسا ہی کڑا محسوس ہوا جیسے کڑے کو کھینچ کر وہ یہاں پہنچی تھی، مہر النساء نے اچانک جلدی سے اسے پکڑ کر زور لگایا، ویسا ہی دوسرا دہانہ نمودار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی تیز روشنی کا طوفان اس سرنگ کے اندر داخل ہو گیا جو باہر سے آئی تھی...... مہر النساء دوسری جانب نکل آئی...... اس کے دوسری طرف آتے ہی دیوار پھر برابر ہو گئی تھی، مگر جس جگہ وہ باہر نکلی تھی وہ سرخ پتھر سے بنا ہوا ایک وسیع کمرہ تھا جس میں ایک چھوٹا سا مضبوط دروازہ لگا ہوا تھا...... چھت کے قریب روشن دان سے ایک روشن دان ذرا نیچا تھا، اس میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں...... یہ باہر جانے کا راستہ تھا...... دفعتاً اسے ایک آواز سنائی دی۔

"کون ہے......؟ کیا ادھر کوئی ہے" ساتھ ہی روشن دان کے پاس دیوار بجانے کی آواز سنائی دی...... مہر النساء نے بے بسی سے ادھر دیکھا...... دیوار سپاٹ تھی اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی کہ جس سے چڑھ کر وہ روشندان کے دوسری طرف جھانک سکے...... وہ بے بسی سے گردن ہلا کر رہ گئی...... آواز پھر اُبھری۔

"کوئی ہے...... کیا ادھر اس طرف کوئی ہے......؟ اگر کوئی ہے تو مجھ سے بات کرو"۔

"ہاں...... میں ہوں" مہر النساء کے منہ سے آواز نکلی اور دوسری طرف چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہو گئی، لیکن پھر وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"کون ہو...... کوئی لڑکی ہو کیا......؟ میری مدد کرو...... مجھے یہاں سے نکال دو تمہاری بڑی مہربانی ہو گی" مہر النساء کو اچانک ہی محسوس ہوا جیسے یہ آواز اس نے پہلے بھی کہیں سنی ہے...... وہ اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگی...... پھر آہستہ آہستہ ذہن جاگا تو اس نے اس آواز کو پہچان لیا اور اس کے منہ سے بے اختیار ایک سرسراہٹ سی نکلی۔

"کیشو سنگھ" اسے گزرے ہوئے لمحات یاد آ گئے...... کیشو سنگھ کشکندہ کا نہیں رانی کشکندہ کا شوہر اور پھر اسے اس وقت پتھروں کی عمارت یاد آئی...... جہاں وہ باغ کی سیر کرتی ہوئی نکل آئی تھی اور دوپہر کے خوفناک سناٹے میں اسے ایک عجیب و غریب شخصیت کا سامنا

پڑا تھا...... اوہو یقیناً یہ وہی جگہ معلوم ہوتی ہے تو کیا یہ ہے میرے باہر نکلنے کا راستہ...... اس کا مطلب ہے کہ اس تصویر نے بھی دھوکا کیا تھا اور مجھے ایک اور جگہ قید کر دیا تھا...... آخر کیوں نہ ہوتا یہ جادو نگری کی کہانی ہے، جہاں کم بخت ارجن شاستری نے مجھے بھیجا ہے...... نہیں ہے ارجن شاستری...... تو مجھے کتنا ہی پریشان کر لے کیسی ہی الجھنوں کا شکار کر لے مجھے، لیکن میں کالکا دیوی نہیں بنوں گی...... میں ایک مسلمان کی بیٹی ہوں اور اب تو میرے اور تیرے درمیان یہ جنگ اور شدید ہو گئی ہے، تو اپنے جسم کا گوشت حاصل کرنا چاہتا ہے مجھے کالکا دیوی بنا دینا چاہتا ہے...... تیرے دونوں ارادے ناکام رہیں گے...... دیکھ تو سہی میں تجھے کیسے تیرے ارادوں میں ناکام بناتی ہوں...... سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو؟ اس آواز نے مہر النساء کے تصورات کا سلسلہ ختم کر دیا جو دوبارہ آئی تھی۔

"تم خاموش کیوں ہو گئیں...... مدد کر دو میری" مہر النساء سنبھل گئی پھر اس نے کہا۔

"تم کیشو سنگھ ہو"۔

"ہاں...... تمہارا مہاراج...... ویر گڑھی کا جاگیر دار تمہاری ہر مشکل میں کام آنے والا...... اتنا انعام دوں گا تمہیں کہ کئی پشتیں تمہاری آرام سے رہیں گی...... تم جو کوئی بھی ہو بہن میری مدد کر دو"۔

"کیشو سنگھ مہاراج...... میں خود یہاں قیدی ہوں" مہر النساء کے منہ سے آواز نکلی۔

"قیدی ہو"۔

"ہاں...... یہ ایک بڑا سا کمرہ ہے...... اس میں ایک دروازہ اور کچھ روشن دان ہیں اور یہ سب باہر سے بند ہے"۔

"او...... "کیشو سنگھ کے لہجے میں مایوسی سی پیدا ہو گئی...... کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"کیا تمہاری کمر میں زنجیر بندھی ہوئی ہے"۔

"نہیں"۔

"پیروں میں زنجیر بندھی ہوئی ہے"۔

"نہیں کیشو سنگھ...... میں آزاد ہوں"۔

"ارے تو پھر دروازہ کھول کر دیکھ...... دیکھو تو سہی کہ دروازہ کھلا ہے کہ نہیں
سنگھ نے کہا اور مہر النساء چونک پڑی...... واقعی دروازہ بے شک بند تھا لیکن یہ کیوں
نے کہ دروازہ باہر سے بند ہو گا...... یہ الفاظ سن کر وہ برق رفتاری سے دروازے کی جانب
دوڑی اور دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی، لیکن دروازہ باہر سے بند تھا...... کیشو
غالباً ادھر سے آوازیں سن رہا تھا...... اس نے کہا۔

"کیا ہوا...... کچھ پتا چلا؟"۔

"دروازہ باہر سے بند ہے" مہر النساء نے باہر سے جواب دیا۔

"دروازہ بند ہے" کیشو سنگھ کی آواز میں مایوسی طاری ہو گئی تھی...... پھر دیر تک
کے منہ سے آواز نہ نکلی تو مہر النساء نے اسے آواز دی۔

"کیشو سنگھ" لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا تھا...... پھر مہر النساء اپنے طور
پر اس دروازے کو کھولنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی...... بہت دیر تک وہ اپنی جیسی تمام
کوششیں کرتی رہی، لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو اس نے پھر کیشو سنگھ کو پکارا۔

"مہاراج کیشو سنگھ"۔

"ہاں...... میں ہوں اور زندہ ہوں"۔

"کیا کر رہے ہو؟"۔

"بیٹھا ہوا ہوں"۔

"تم مہارانی کشکندہ کے پتی ہو نا"۔

"پتی...... ایک بات بتاؤ تم کون ہو؟"۔

"میں تمہیں بتادوں گی، مل چکی ہوں میں تم سے...... میں ایک مسلمان لڑکی ہوں"۔

"مسلمان"۔

"ہاں"۔

"مگر تم اس ڈائن کے پھیر میں کیسے آ پھنسیں...... ؟ کیا نام ہے تمہارا...... ؟"

"مہر النساء؟"۔

"بہن تم اس شیطان عورت کے جال میں کیسے آ پھنسیں؟" اس نے پھر سوال کیا اور
مہر النساء سوچ میں ڈوب گئی۔

"بتانا نہیں چاہتی"۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے...... بس یہ سمجھ لیجئے کہ دھوکے سے یہاں آ گئی
ہوں"۔

"سنو...... کشکندہ بری آتما ہے...... وہ کالی کی داسی ہے...... جیسا من چاہے بن جاتی
ہے...... کبھی اتنی سندر کہ انسان اسے دیکھے تو اپنی عقل کھو بیٹھے...... جسے وہ اپنی سندرتا کے
جال میں پھانسنا چاہتی ہے اس کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے...... اس کے علاوہ اس کے پاس اور بھی
بہت سے جنتر منتر ہیں...... تم کیسے اس حال میں پہنچ گئیں، تم تو عورت ذات ہو...... تمہیں
اس میں کیا نظر آیا؟"۔

"نہیں کیشو سنگھ...... ایسی بات نہیں ہے...... میں تقدیر کے جال میں پھنس کر یہاں
پہنچی ہوں"۔

"ہاں...... کھیل تو سارے بھاگ کے ہی ہوتے ہیں...... کہانیاں الگ الگ ہوتی ہیں پر
تم مسلمان لڑکی ہو...... تمہارے ساتھ کیا ہو گیا...... خیر...... ظاہر ہے ہر بات بتانے کی نہیں
ہوتی، مگر مجھے تمہارے لئے افسوس ہے"۔

"ایک بات بتاؤ کیشو مہاراج"۔

"پوچھو...... اور کچھ نہیں تو کم از کم کسی کے ساتھ ہمدردی سے باتیں کرنے کا موقع
ملے"۔

"تمہارے بدن میں یہ زنجیریں کیوں باندھ دی گئی ہیں؟" مہر النساء نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"۔

"تم ویسے بھی یہاں سے نکل نہیں سکتے...... مجھے اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہے
"ہاں......اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن...... لیکن"۔
"ہاں بولو...... لیکن کیا؟"۔
"وہ مجھے جانتی ہے...... اسے میری قوتوں کا پتا ہے...... اس نے مجھے یہاں رکھ کر
تکلیفیں دی ہیں، اس کا خیال ہے کہ اس طرح میری طاقت ختم ہو جائے گی، مگر نہیں...... ایسی
بات نہیں...... کیشو سنگھ پھر بھی کیشو سنگھ ہی رہے گا"۔
"میں سمجھی نہیں"۔
"بس...... تم ویرگڑھی میں کیشو کا نام پوچھ سکتی ہو...... کیشو وہ ہے جس نے ویرگڑھی
میں بڑی اچھی طرح نام کمایا ہے"۔
"مطلب میں نہیں سمجھی" مہرالنساء نے کہا۔
"بس یوں سمجھ لو کہ میری دور دور تک دھوم تھی...... میں بہت بڑا پہلوان تھا...... کیشو
سنگھ بہت بڑا پہلوان تھا، مگر میری ماتا کو میرا یہ شوق پسند نہیں تھا...... میں نے بہت کچھ
کیا...... ماتا جی مر گئیں اور پتا جی بھی مر گئے اور میری شادی راجکماری چندر کانتا سے ہو گئی،
چندر کانتا یہ نہیں جانتی تھی کہ میں کون ہوں، لیکن رانی کشکندہ مجھے جانتی تھی...... یہ چڑیل
مجھے جانتی تھی"۔
"کون چڑیل؟"۔
"کشکندہ کی بات کر رہا ہوں"۔
"کشکندہ تمہاری رانی ہے نا"۔
"نہیں"۔
"کیا مطلب؟"۔
"وہ میری رانی نہیں ہے...... وہ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک چڑیل ہے"
"اور چندر کانتا"۔

"چندر کانتا...... کیشو سنگھ کے حلق سے سسکی سی نکل گئی...... پھر اس کی آواز نہیں
ابھری...... کچھ دیر کے بعد مہرالنساء نے اسے پکارا، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا......
خاموش ہو کر اس کے بارے میں غور کرنے لگی...... پھر کیشو سنگھ نے دوبارہ اس کی
بات کا جواب نہیں دیا...... مہرالنساء کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیشو سنگھ اچانک خاموش
ہو گیا ہے...... بہت دیر ہو گئی اور اس کے بعد نجانے کیا وقت ہوا تھا...... جب مہرالنساء
دروازے پر آہٹیں سنیں اور وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی...... دروازہ کھلا اور مہرالنساء
اس منحوس شکل کو دیکھا جسے وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی...... اس وقت جب وہ پہلی بار کیشو
کے پاس آئی تھی اور وہ وحشی گوریلا نما آدمی اندر داخل ہو گیا تھا...... اس وقت اس نے
ہاتھوں میں ایک بڑا سا تھال اٹھایا ہوا تھا...... تھال میں پھلوں کے انبار تھے...... بہترین
حسین پھل...... تھال اندر کھسکا کر اس نے دروازہ بند کر دیا...... مہرالنساء کو اندازہ ہو گیا کہ
کے لئے خوراک بھیجی گئی ہے اور خوراک کی مقدار جتنی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ
ن کے لئے ہے...... پھلوں میں ناریل بھی تھے جو پانی کی ضرورت پوری کرتے تھے......
مطلب ہے کہ رانی کشکندہ اسے یہاں مستقل قید رکھنا چاہتی ہے...... ویسے اس میں
شک نہیں کہ اس وقت مہرالنساء بھوک سے دیوانی ہو رہی تھی، چنانچہ کسی اور بات کی
ئے بغیر اس نے پھل کھانا شروع کر دیے...... ناریل کا پانی توڑ کر پیا اور نجانے کتنے وقت
بعد جب بدن میں پھلوں کی توانائی پہنچی تو بدن تھکی تھکی سی کیفیت کا شکار ہو گیا...... وہ
پر لیٹ گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں...... پھر نجانے کب نیند اس کی آنکھوں میں
ہو گئی اور وہ گہری نیند سو گئی...... بہت دیر تک سوتی رہی...... جب آنکھ کھلی تو گہرا
چاروں طرف چھایا ہوا تھا...... یقینی طور پر رات کا کوئی پہر تھا...... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی......
ف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا...... ایک بار پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو
دیکھنے کی کوشش کی، لیکن دروازہ بند تھا، ذہن میں بس یہی خیال تھا کہ شاید اس
نما انسان یا انسان نما گوریلے سے کوئی غلطی ہو جائے، لیکن وہ بھی شاید جادو کا کوئی

عمل تھا...... کرنے کو کچھ نہیں تھا اس وقت مہر النساء کے پاس...... صبر و سکون سے
بند کر لیں اور سوچوں میں ڈوب گئی...... عماد الدین یاد آئے...... ماں یاد آئی
اور نجانے کب تک ان یادوں نے اس کے ذہن پر قبضہ جمائے رکھا...... وہ دوبارہ
ہوش میں آئی جب سورج کی کرنیں چمکتے دن کا پتا دینے لگیں...... دوران خون جاری
کے لئے اس نے بہت سے چکر لگائے...... ابھی چکر لگا ہی رہی تھی کہ روشن دان کے
طرف سے دیوار بجنے کی آواز سنائی دی اور اسے اندازہ ہو گیا کہ کیشو سنگھ اسے مخاطب
چاہتا ہے...... پھر اسے آواز سنائی دی۔

"مہر النساء بہن"۔

"ہاں" مہر النساء نے جواب دیا...... کیشو سنگھ نے اسے جس انداز میں مخاطب کیا
سے مہر النساء کے دل پر اثر ہوا تھا...... دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی۔

"میں کئی بار دیوار بجا چکا ہوں"۔

"شاید میں سو رہی تھی"۔

"تم نے کچھ کھایا"۔

"ہاں...... وہ پھل رکھ گیا تھا"۔

"کون......؟"

"وہی بڑے بالوں والا"۔

"او...... اچھا...... لیکن ایک بات بتاؤ"۔

"ہاں بولو...... کیا بات ہے؟"۔

"میرا مطلب ہے کوئی تکلیف تو نہیں ہے یہاں پر"۔

"نہیں...... لیکن یہ قید ہی بہت بڑی تکلیف ہے...... کیشو سنگھ"۔

"آہ...... کاش ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے کچھ کر سکتے...... میں تمہیں
عرصے کے بعد کسی سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے، ورنہ میں تو گفتگو کرنا ہی بھول

مہر النساء بہن اپنے بارے میں بتاؤ گی"۔

"بس جتنا مختصر بتا چکی ہوں اتنا ہی کافی ہے کیشو سنگھ"۔

"میں تو تم سے باتیں کرنے کے لئے پوچھ رہا تھا...... میری کہانی سنو گی"۔

"ہاں" بس اتنا ہی سمجھ لو کہ جتنا میں تمہیں بتا چکا ہوں...... تم اپنے بارے میں بے شک
نہ بتاؤ مگر میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں...... کچھ بھی کہو کچھ باتیں تو کرو...... اچھا ایک کہو
بات بتاؤ۔

"ہاں پوچھو" مہر النساء بولی۔

"تم نے کیا ہمارے باغ کی سیر کی ہے"۔

"ہاں" مہر النساء چونک کر بولی۔

"وہاں تم نے بہت سے مجسمے دیکھے ہوں گے"۔

"ہاں دیکھے ہیں" مہر النساء نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ان کے بارے میں"۔

"میرا کیا خیال ہو سکتا ہے"۔

"کیا تمہارے خیال میں وہ بت ہیں"۔

"نہیں...... میں نہیں جانتی اس بارے میں"۔

"میں تمہیں وہی بتانا چاہتا ہوں...... وہ سب انسان ہیں سارے کے سارے انسان وہ
پتھروں سے بنے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ وہ اسی شیطان عورت کے عتاب کا نشانہ ہیں...... جیتے
جاگتے ہیں وہ...... بس اس کی نافرمانی کی سزا کاٹ رہے ہیں وہ"۔

"وہ زندہ ہیں" مہر النساء شدید حیرت سے بولی۔

"ہاں...... ایک بات ہے یہ تو...... نجانے کیا کیا ہے یہ...... وہ عورت چڑیل ہے......
ڈائن ہے انسانی خون پیتی ہے...... انسانی گوشت کھاتی ہے...... نئے نئے منتر اور جاپ کرتی
رہتی ہے...... کالی شکتی حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہے...... یہاں تم نے کمینے، کتے،

نمک حرام کو دیکھا ہوگا...... اس کا نام ہری سنگھ ہے"۔

"ہاں...... میں نے دیکھا ہے"۔

"کیا بتایا گیا ہے تمہیں اس کے بارے میں"۔

"مطلب"۔

"کیا کہتا ہے وہ اپنے آپ کو"۔

"اس حویلی کا منتظم"۔

"کتا ہے وہ...... کتا ہے...... بہت بڑا کتا ہے وہ...... جانتی ہو وہ کون تھا"؟

وہ میرا دوست تھا...... بچپن کا وفادار دوست، اس نے میری منتیں کیں مجھے بہت سمجھایا مگر میں نے نہ مانی اور اس نے میرے لئے اپنی جان دے دی...... وہ میرے ہی ہاتھوں مارا گیا...... بھگوان کسی کو بلاوجہ کوئی سزا نہیں دے سکتا...... میرا دوست میرے ہی ہاتھوں مارا گیا، سمجھیں...... اس بیچارے نے مجھے سمجھایا تھا کہ میں کشکندہ کے جال میں نہ پھنسوں، لیکن میں نے اس کی نہ مانی اور غصے میں آکر اسے قتل کر دیا"۔

"قتل کر دیا" مہرالنساء شدید حیرت سے بولی۔

"ہاں...... مار دیا میں نے اسے"۔

"مگر ہری سنگھ تو زندہ ہے"۔

"یہ سب اس کمینی عورت کی کالی شکتی ہے...... اس نے ہری سنگھ کو پھر سے ناپاک روح بنا کر زندہ کر لیا...... اس کے شریر میں کوئی اور رہتا ہے اور کشکندہ...... کشکندہ...... میں تمہیں کیا بتاؤں...... تمہیں کیا بتاؤں......؟"۔

"ایک بات کہوں کیشو سنگھ...... تم نے مجھے اپنی جو کہانی سنائی ہے وہ مجھے بالکل سمجھ میں نہیں آئی اور پہلے میں نے اس پر غور بھی نہیں کیا تھا، جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا...... میں تمہاری پوری کہانی سننا چاہتی ہوں...... تم کہتے ہو کہ تم نے بہت عرصے تک کسی سے بات نہیں کی ہے...... تم باتیں کرنا چاہتے ہو، مجھے اپنی کہانی تفصیل سے

تفصیل سے سناؤ مجھے اپنی کہانی...... بتانا پسند کرو گے دوسری طرف چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہو گئی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کیشو سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتانا چاہتا ہوں...... مہرالنساء بہن، خود میرا دل چاہ رہا ہے اپنی بپتا سنانے کو...... اپنے گناہوں کی داستان سنانے کو، سمجھیں...... میں بہت بڑا گناہ گار ہوں بہت ہی بڑا...... کیا بتاؤں تمہیں اپنے گناہوں کے بارے میں، لیکن سنو...... لوگ کہتے ہیں من کی بات کہنے سے من کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے...... میں بھی اپنے من کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں...... مہرالنساء نے سوچا چلو اور کچھ نہ سہی تھوڑی دیر کے لئے ذہن تو بٹے گا، یہ کہانی سن کر۔

چنانچہ وہ دیوار سے کان لگا کر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد کیشو سنگھ کی آواز ابھری۔

"ماتا پتا کے بارے میں مختصر الفاظ میں بتا چکا ہوں...... بہت بڑے جاگیردار تھے میرے پتا وہ بہت نیک نام آدمی تھے...... میرے ماتا پتا مجھے بہت زیادہ چاہتے تھے، کیونکہ میں ان کی اکلوتی اولاد تھا...... دونوں کی آنکھ کا تارا...... پہلے ہماری ریاست ویر گڑھی بہت بڑی تھی یہاں کی ساری زمینیں ہماری تھیں، لیکن ریاست ماتا پتا کے دور میں ہی ختم ہو گئی...... ہمارے پاس بہت کچھ تھا...... یہ حویلی پہلے اتنی وسیع نہیں تھی...... ریاست ختم ہونے کے بعد ہم اس حویلی میں آ گئے تھے...... میں یہاں خوش تھا اور جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے پہلوانی کا شوق تھا...... میرے ماتا پتا نے چندر کانتا کو دیکھا تھا...... چندر کانتا ایک سندری کا روپ تھی...... انہوں نے مجھے چندر کانتا دکھائی اور میں نے شادی کی حامی بھر لی...... چندر کانتا میرے جیون میں شامل ہو گئی، ہم دونوں عیش سے جیون گزارنے لگے...... چندر کانتا بہت اچھی عورت تھی...... وفادار مجھ پر جان دینے والی...... میرے پہلوانی کے شوق کو اس نے میری وجہ سے ماتا جی سے چھپائے رکھا...... بھگوان نے ہمیں پانچ سال تک اولاد نہیں دی، لیکن نہ اسے اس بات کی پرواہ تھی نہ مجھے...... ایک بار میں کہیں سے آ رہا تھا...... میرا دوست ہری میرے ساتھ تھا...... ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے...... گرمی کا موسم تھا...... چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی، دھوپ اتنی تیز تھی کہ چیل انڈا چھوڑ

دے...... ہمارے گھوڑے پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے...... راستے میں پیپل کا ایک بہت بڑا
درخت نظر آیا ......اس کے آس پاس بھی بہت سے درخت تھے...... دھوپ کی وجہ سے
ہم تھکے ہوئے تھے...... یہ درخت دیکھ کر میرا من مچل اٹھا...... میں نے ہری سنگھ سے کہا
وہاں رکیں گے تو ہری سنگھ نے کہا۔

"یہاں رکنا خطرناک ہے...... کیشو"۔

"کیوں"۔

"بس نہ پوچھو تو اچھا ہے"۔

"آخر کیوں"۔

"تم اس جگہ کے بارے میں نہیں جانتے"۔

"کیا نہیں جانتا"۔

"یہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بھوت پریت رہتے ہیں"۔

"دماغ خراب ہے تمہارا"۔

"نہیں...... بھگوان کی سوگند! تم یقین کرو...... میں نے یہی سنا ہے کہ یہاں سر کٹے اور
چڑیلیں رہتی ہیں" میں اس کی بات پر ہنسنے لگا تھا۔

"دیکھو...... مجھے چڑیلوں سے بہت دلچسپی ہے...... سنا ہے بہت سندر ہوتی ہیں"۔

"بھگوان کے لئے ایسی باتیں نہ کرو...... دوپہر کا سمے ہے اور سنا یہ گیا ہے کہ اس سمے
سب آزاد ہوتی ہیں"۔

"کیا تمہیں کسی چڑیل کی قربت پسند نہیں ہوگی ہری سنگھ...... "تم مانو یا نہ مانو"۔

"چلو پیپل کے درخت کے نیچے چلتے ہیں اور ہری سنگھ مجبور ہو گیا...... ہم نے پیپل
کے درخت کے نیچے گھوڑے روک دیئے...... یہاں واقعی بڑی ٹھنڈک تھی...... ہوا بڑی
ٹھنڈی اور سست کر دینے والی تھی...... گھوڑوں نے بھی گردنیں ڈال دیں...... ہری سنگھ بھی
خاموش ہو گیا اور ہم دونوں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے...... میں نے پر مذاق لہجے میں کہا

"ہری سنگھ...... یار بھوت پریتوں سے تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے...... ہاں اگر کوئی
سندر سی چڑیل آ جائے تو کام بن جائے"۔

"دیکھو...... میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دوپہر میں ان چیزوں کا نام بھی نہیں
لینا چاہئے"۔

"مگر میں تو نام لینا چاہتا ہوں"۔

"تمہاری مرضی ہے...... میں بہر حال تمہارا غلام ہوں تمہیں روک نہیں سکتا" میں
خاموش ہو گیا اور بہت دیر اس طرح گزر گئی، اچانک ہی میں نے چھن چھن کی آواز سنی......
ہری سنگھ کا تو دم ہی نکل گیا تھا...... اس نے دہشت بھری آواز میں کہا۔

"لو...... آ گئی"۔

"کون؟" میں نے پوچھا، مگر ہری سنگھ کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی...... میں نے
گردن اٹھا کر دیکھا...... رنگین کپڑوں میں ملبوس ایک بہت ہی حسین عورت تھی...... پیروں
میں باندھے ہوئے گھنگھرو چھن چھن...... چھن چھن بج رہے تھے...... دھوپ سے چہرہ تمتما
رہا تھا...... بے انتہا گورے رنگ پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے اور دھوپ میں تپتی ہوئی وہ
آگ جیسی نظر آ رہی تھی...... ہری سنگھ نے آہستہ سے کہا۔

"یہ چڑیل تو نہیں معلوم ہوتی"۔

"چڑیل" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں یہ چڑیل نہیں ہو سکتی" ہری سنگھ بولا۔

"کیوں"۔

"چڑیلوں کے پاؤں پیچھے کی طرف ہوتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ارے ان کے پاؤں کے پنجے پیچھے ہوتے ہیں" میں نے غور سے اس حسین لڑکی کو
دیکھا تو اس کے پاؤں سیدھے نظر آئے تو میں نے کہا۔

"بے وقوف آدمی......اس کے پاؤں تو بالکل سیدھے ہیں"۔

"وہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں" ہری سنگھ کا خوف بھی اب بالکل ختم ہو گیا تھا......
نے ہمیں نہیں دیکھا تھا......وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پیپل کے درخت کے پاس ہی آ
تھی اور اتفاق کی بات تھی کہ اس نے چوڑے درخت کے تنے کی آڑ میں ہم دونوں کو نہیں
دیکھا......وہ اس طرف زمین پر بیٹھ گئی......پھر اس نے اپنی اوڑھنی سے اپنے شریر کو پنکھا جھلنا
شروع کر دیا......ہم دونوں سانس روک کے اسے دیکھتے رہے......وہ کچھ دیر تک پسینہ سکھاتی
رہی......بہت ہی سندر تھی وہ......دیکھ کر من کو عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا......پھر
جب اس کا پسینہ خشک ہو گیا تو اس نے مشغلے کے طور پر آس پاس پڑے چھوٹے چھوٹے پتھر
اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکنا شروع کر دیئے......وہ بڑی مطمئن نظر آ رہی تھی......ہم چونکہ
ایک دوسرے سے بات نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں وہ ہماری آواز نہ سن لے اس لئے بالکل
خاموش تھے، لیکن مجھ سے نہ رہا گیا میں نے ہری سنگھ سے کہا۔

"ہری سنگھ"۔

"وہ ہماری آواز سن لے گی" ہری سنگھ نے بھی میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیسی عجیب ہے......لگ رہا ہے جیسے اسے سنسار کی کوئی پرواہ ہی نہ ہو"۔

"میں تو بڑا حیران ہوں"۔

"کیوں"۔

"ایک جوان لڑکی اس طرح" ابھی ہم یہ جملے کہہ ہی رہے تھے کہ اچانک ہی ہمارے
گھوڑوں کی ہنہناہٹ اُبھری اور وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی......اس نے سہم کر گھوڑوں کو دیکھا
تھوڑی سی آگے بڑھی تو ہم اس کے سامنے آ گئے......وہ گھبرا گئی......اس کی سہمی سہمی کالی
آنکھوں میں سنسار کا سارا حسن چھلک آیا تھا......وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی
پھر اس نے کہا۔

"تم......تم......" اس وقت ایک دیہاتی قریب سے گزرتا ہوا نظر آیا اور پھر ہمیں دیکھ

ہمارے قریب پہنچ گیا......ابھی ہم لوگ آپس میں کوئی بات نہیں کر پائے تھے کہ دیہاتی
ہمارے قریب پہنچ کر بولا۔

"مہاراج......پانی ہے ہمارے پاس......پانی تو نہیں پینا"۔

"کون ہو تم......؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سامنے ہماری کٹیا ہے......ہم نے آپ کو دیکھا اور سوچا کہ شاید آپ کو پانی کی
ضرورت ہو گی......سو پانی لے کر ادھر آ گئے......پھر اس نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا"۔

"ارے......ارے......تو یہاں کیسے نکل آئی......؟" پھر بھاگ آئی تو دوپہری میں......
کئی بار منع کیا ہے کہ دوپہر کے سمے باہر نہیں نکلتے، پر تو مانتی کس کی ہے......لڑکی شرارت
سے ہنسنے لگی......تو وہ دیہاتی بولا۔

"لو مہاراج......پانی پینا ہے"۔

"بہت بہت شکریہ تمہارا......یہ تو بڑی اچھی بات ہے......مگر تمہارا نام کیا ہے؟"۔

"ہمارا نام ہرنام سنگھ ہے......ہرنامی کہتے ہیں سنسار والے ہمیں"۔

"اور یہ لڑکی کون ہے؟"۔

"کشکندہ ہے اس کا نام......ہماری پوتی ہے......مہاراج......اب ہم چلتے ہیں"۔

"مگر میری بات تو سنو ہرنامی"۔

"جی مہاراج"۔

"تم نے اس دوپہر وقت میں میری خدمت کی ہے"۔

"تو کیا ہوا......پانی ہی تو پلایا ہے"۔

"تم اپنی پوتی کے ساتھ اس کٹیا میں رہتے ہو"۔

"جی مہاراج"۔

"تو پھر اکثر تم سے ملاقات ہوتی رہے گی......لو یہ رکھ لو" میں نے اسے بہت سے پیسے
دیئے تو وہ بولا۔

"ارے نہیں مہاراج"۔

"اگر میں تمہارے پاس آؤں تو تم برا تو نہیں مانو گے"۔

"لو مہمان کے آنے پر کوئی برا مانتا ہے" ہرنام نے کہا اور مہر النساء ان دونوں ناموں کے بارے میں سوچنے لگی...... ہرنام کو بھی دیکھ چکی تھی...... کشکندہ کو بھی تو شیطانی چکر اس طرح سے شروع ہوا تھا...... اس نے سوچا اور پھر کیشو سنگھ کی طرف متوجہ ہوگئی جو کہہ رہا تھا۔

"میں کشکندہ کے حسن کا شکار ہو گیا تھا...... اس کے بعد میں چھپ چھپ کر ہرنام کے پاس آنے لگا...... کشکندہ مجھ سے بے تکلف ہوگئی اور میں زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارنے لگا...... پھر میرے ماتا پتا مر گئے...... چندر کانتا اب مجھے بری لگنے لگی تھی، مگر نبھا رہا تھا اس سے...... ہرنام سے میں نے کہا کہ کشکندہ کے مجھ سے پھیرے کرا دے...... وہ بولا...... کہ کشکندہ تمہاری ہے جب چاہو اسے لے جاؤ...... ہم دوسرے دھرم کے لوگ ہیں...... ہمارے ہاں پھیرے نہیں ہوتے...... میں اس وقت کچھ بھی نہیں جانتا تھا...... ہرنام نے ایسے ہی کوئی نام میرے سامنے لے دیا تھا اور بتایا تھا اس نے مجھے کہ وہ دوسرا دھرم رکھتا ہے...... بہرحال میں کشکندہ کے حسن کے جال میں اس طرح گرفتار ہو گیا تھا کہ میری آنکھیں اندھی ہوگئی تھیں...... کچھ بھی نہیں سوچتا تھا میں...... چندر کانتا بیچاری سے میں لڑنے جھگڑنے لگا اور پھر ایک دن میں کشکندہ کو اپنے گھر لے آیا...... چندر کانتا اور دوسروں کو میں نے بتایا کہ وہ میری دوسری پتنی ہے...... چندر کانتا روئی پیٹی مگر بے بس ہو گئی تھی وہ...... اور آہستہ آہستہ کشکندہ نے محل پر اپنا حق جمانا شروع کر دیا تھا...... کئی بار ایسا ہوتا کہ چندر کانتا اور کشکندہ آمنے سامنے آجاتیں...... ایسے موقعوں پر میں چندر کانتا کو بہت برا بھلا کہتا...... ہری سنگھ چندر کانتا کا ہمدرد تھا اور کئی بار میں نے اسے اس بات پر ڈانٹا تھا...... وہ یہی کہا کرتا تھا کہ تم دیکھ لینا ایک دن کشکندہ تم پر مصیبت لائے گی...... مجھے اس کے یہ الفاظ بہت برے لگتے تھے، مگر میں دوستی کی خاطر خاموش ہو جاتا تھا...... پھر ہماری حویلی میں کچھ انوکھے واقعات ہونے لگے...... مہینے دو مہینے میں ایک داسی یا داس ختم ہو جاتا تھا اور وہ بھی عجیب طریقے سے...... اس کا بدن

چبایا ہوا ملتا تھا...... سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیسا جانور ہے...... ایسا کام تو کوئی بھیڑیا، بھی کر سکتا تھا...... بڑی پریشانی ہوگئی، بہت سی داسیاں ماری گئیں...... ایک دن اکیلے ہری سنگھ نے سادھو کو میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ راما رام ہیں۔

"تو پھر میں کیا کروں؟"۔

"راما رام بڑے مہان گیانی ہیں...... پچھلے کئی دنوں سے یہ میرے ساتھ کام کر رہے ہیں"۔

"کیا کام کر رہے ہیں یہ تمہارے ساتھ؟"۔

"تمہیں نہیں معلوم...... آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو کیا"۔

"کیا بکواس کر رہے ہو ہری سنگھ...... دوستی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو کس طرح بات رہے ہو مجھ سے"۔

"حویلی میں جو کچھ ہو تا رہا ہے، کتنی جانیں چلی گئی ہیں ان کی...... تمہیں کوئی پرواہ نہیں" ہری سنگھ نے کہا۔

"تمہیں کیا پرواہ ہے...... تم نے کیا معلوم کیا ہے ان وارداتوں کے بارے میں"۔

"میں نے کشکندہ کے بارے میں معلومات کی ہیں" ہری سنگھ نے کہا۔

"کیا معلومات کی ہیں؟"۔

"آپ بتائیے مہاراج"۔

"سن کیشو سنگھ تیرے محل میں ایک ڈائن آبسی ہے...... یہ جادوگرنیاں ہوتی ہیں جن کا انسانی خون اور انسانی گوشت پر پلتا ہے...... یہ اپنے جاپ پورے کرتی ہیں اور یہ جاپ کرنے کے لئے انہیں خون اور گوشت کھانا پڑتا ہے...... تیری اس حویلی میں کشکندہ ہے اور سو فیصدی وہ ڈائن ہے...... تو سوچ لے وہ تجھے نقصان پہنچائے گی...... ایسا کہ تو سوچ بھی نہیں سکتا...... میں اس کی بات پر آگ بگولہ ہو گیا...... میں نے غصیلے کہا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ گیانی مہاراج...... ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا"۔

"تو سوچ لے"۔

"جاتے ہو یا نہیں" اور اس کے بعد میں نے اسے دھکے دے کر نکال دیا..... ہری سنگھ میری یہ حرکت دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

"سنو..... کیشو"۔

"ہری سنگھ..... مجھے کچھ سنانے سے پہلے تم سنو..... تم حد سے بڑھ رہے ہو..... کشکندہ سے تم نے جو دشمنی شروع کر رکھی ہے وہ نہ تمہارے کام آئے گی اور نہ چندر کانتا کے..... آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اس کے بعد کشکندہ کے بارے میں کچھ نہ کہنا..... ورنہ میری اور تمہاری دوستی کا وہ آخری دن ہوگا" ہری سنگھ خاموش ہوگیا..... اس کے بعد بہت سے دن گزر گئے..... پھر ایک دن کشکندہ نے مجھ سے کہا۔

"ایک بات کہوں..... کیشو"۔

"ہاں کہو..... کیا بات ہے؟"۔

"داسی ہوں تمہاری..... تمہارے اچھے برے کا خیال رکھنا میرا دھرم ہے..... کچھ کہنا چاہتی ہوں تم سے"۔

"کہو..... کشکندہ کیا بات ہے؟"۔

"ہری سنگھ کیا تمہارا دوست ہے"۔

"ہاں..... بچپن کا دوست"۔

"نہیں..... وہ تمہاری دوستی نبھا نہیں رہا بلکہ کچھ اور کر رہا ہے وہ"۔

"کیا کر رہا ہے؟"۔

"تمہاری دھرم پتنی چندر کانتا اس کے پھیر میں ہے..... میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی" میں یہ سن کر دیوانہ ہوگیا..... کچھ اور سننے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تھی..... میں غصے سے بے قابو ہوگیا..... کشکندہ کا کہا غلط تو نہیں ہوگا..... میں سیدھا چندر کانتا کے پاس پہنچا..... وہ بیچاری کشکندہ کے آنے کے بعد اس حویلی میں مجرم کی طرح رہتی تھی..... اسی وقت میں اس کے سامنے پہنچا اور میں نے کہا۔

"ہوں..... تو یہ کھیل ہو رہے ہیں چندر کانتا" وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتی رہی تو میں نے کہا۔

"کہو..... ہری سنگھ سے تمہارے پھیرے کرا دوں"۔

"کیا.....؟" اس کی آنسو بھری آواز اُبھری۔

"کلنکنی..... ہری سنگھ کے ساتھ ٹھٹھول کر رہی ہے اور شکل ایسی بنائے بیٹھی ہے جیسے بڑی مظلوم ہو"۔

"ہری سنگھ میرا بھائی ہے"۔

"ارے جا..... بڑے بھائی دیکھے ہیں..... تو بے غیرت ہے..... فاحشہ ہے..... آوارہ ہے..... بری عورت ہے" میں نے کہا اور چندر کانتا نے گردن جھکالی..... پھر دوسری صبح مجھے داسیوں نے آکر بتایا کہ چندر کانتا زہر کھا کر مر گئی"۔

"م..... مر گئی" مہر النساء کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"ہاں" کیشو سنگھ کی آواز رندھی ہوئی تھی..... کچھ لمحے وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"عزت والی تھی اپنے اوپر گندے الزام برداشت نہیں کر سکی..... زہر کھا لیا اس نے" اس کی ارتھی اٹھی تو ہری سنگھ بے قابو ہوگیا..... اس نے مجھے بہت برا بھلا کہا..... میں غصے میں تو تھا ہی میں نے ہری سنگھ پر حملہ کر دیا، لیکن کشکندہ نے مجھے روکا اور کہا کہ اس پاپی کو مارا نہ جائے بلکہ اسے کال کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے..... یہی اس کی سزا ہے..... میں تو ہری سنگھ کا دشمن ہو رہا تھا، مگر کشکندہ نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا..... اور پھر میں نے ہری سنگھ کو کال کوٹھڑی میں بند کر دیا..... کچھ دن تک میرے ذہن پر چندر کانتا کی موت اور حویلی میں پیش آنے والے واقعات کا اثر رہا..... اس کے بعد جب یہ اثر کم ہوا تو مجھے ہری سنگھ یاد آیا..... جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ میرے قدموں میں گر گیا، اس نے مجھ سے بڑی معافیاں مانگیں تو میں نے اس سے کہا۔

"ہری سنگھ..... صرف ایک بات بتا" کیا چندر کانتا بے گناہ تھی؟

"نہیں...... وہ بری عورت تھی...... وہ بری عورت تھی...... میں اس کے ب
پھنس گیا تھا"۔

"ہری سنگھ نے جواب دیا، اس طرح میرے دل میں چندر کانتا کی طرف سے ج
پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو گئی...... میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ شاید میں نے چن
کے ساتھ ظلم کیا ہے، لیکن جب ہری سنگھ نے اس کے بری عورت ہونے کی تصدیق
تو یہ خیال میرے دل سے نکل گیا...... پھر وقت گزرتا رہا...... اور کئی سال بیت گئے
محل پر کشکندہ کا راج تھا...... وہی سارے سیاہ سفید کی مالک تھی...... میں اس کے کس
میں نہیں بولتا تھا، لیکن محل میں داسیاں اور داس بھی مرتے گئے...... بہت سی داسیاں
گئیں...... یہ بھید میری سمجھ میں نہیں آتا تھا...... بات یہیں تک نہیں رہی...... کئ
نے محل میں نوجوانوں کو دیکھا...... بعد میں ان کے مجسمے باغ میں سجے ہوئے دیکھے
پھولوں کا ہمیشہ سے شوق تھا اور نجانے کہاں کہاں سے پھول لا کر میں نے باغ میں
تھے...... ان پھولوں کے بیچ نوجوانوں کے مجسمے مجھے بہت برے لگتے تھے، لیکن ان کے
میں کشکندہ نے کہا کہ یہ اس کا شوق ہے، چنانچہ میں خاموش ہو گیا...... پھر بہت سی باتیں
سے اترہی گئی تھیں کہ ایک دن مجھے وہی سادھو مل گیا...... مجھے دیکھ کر طنز سے مسکرایا اور

"کیوں کیشو مہاراج...... مزے کر رہے ہو"۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"۔

"مجھے پہچان گئے"۔

"اچھی طرح"۔

"آنکھوں کے اندھے ہمیشہ ہی دیکھے لیکن عقل کے اندھے کو پہلی بار ہی دیکھ

"وہ کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تو کیشو سنگھ...... تو"۔

"بڈھے...... اگر تو اتنا بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے اس کا جواب دیتا"۔

"ہاں بہت بڑا پہلوان ہے تو...... میری ہڈیاں چڑ مڑ کروا دیتا اور کیا کرتا تو"۔

"پہلوان" میں نے حیرانی سے کہا۔

"تو اور کیا"۔

"کس نے بتائی ہے تمہیں یہ بات"۔

"کسی نے بتائی ہو گی...... تجھے کیا؟"۔

"ہری سنگھ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟"۔

"ارے چھوڑ ہری سنگھ کی بات کو...... بیچارا اپنی نیکیوں کا شکار ہو گیا...... اپنی سچائی کے
ہاتھوں مارا گیا...... اندھے کی...... سن ایک بات کہوں تجھے سزا ملے گی...... اس معصوم لڑکی کی
سزا ملے گی...... کیشو سنگھ جو کلیوں کی طرح پاک تھی جو ہواؤں کی طرح پوتر تھی...... اس وفادار
دوست کی موت کی سزا ملے گی جو کتے کی طرح وفادار تھا...... کیا سمجھا، وفادار تھا وہ تیرا"۔

"کون"۔

"ہری سنگھ کی بات کر رہا ہوں"۔

"تو کیا ہری سنگھ مر گیا" میں نے مسکرا کر سوال پوچھا۔

"ہاں مر گیا"۔

"کیسے پتا لگا تمہیں اس کی موت کے بارے میں مہاراج"۔

"تیری طرح عقل کا اندھا نہیں ہوں میں" سادھو نے غصے سے کہا۔

"ہری سنگھ سے ملو گے" میں نے طنزیہ پوچھا۔

"اس گندے...... پلید سے جو ہری سنگھ کے شریر میں رہتا ہے"۔

"کیا بکواس کر رہے ہو" میں غرایا۔

"بکواس نہیں...... سچ کہہ رہا ہوں...... ہری سنگھ تو اسی کال کوٹھڑی میں بھوکا پیاسا
مر گیا تھا اور جونہی اس کی آتما نے اس کا شریر چھوڑا تو کشکندہ کے بیروں نے اس کے شریر
میں آ کر کام پورا کر دیا...... ہری سنگھ کی ضرورت تھی جو تیرے بعد اس حویلی کے سارے کام

سنبھال سکے کشکندہ کے لئے"۔

"تو حد سے بڑھ رہا ہے...... بوڑھے...... گندے الزام لگا کر کشکندہ کو میری نگاہوں سے گرانے کی کوشش کر رہا ہے...... میں تیری گردن اڑا دوں گا"۔

"ارے...... چھوڑ جب تیری اندھی آنکھیں کھلیں گی تو ساری باتیں تجھے خود ہی معلوم ہو جائیں گی...... ذرا سورج ڈوبے تو باغ میں چلے جانا اور پھولوں کے درمیان کھڑے مجسموں سے ان کی کہانی پوچھ لینا...... اپنی کہانی سنا دیں گے تجھے اور آج کی رات...... آہا...... آج کی رات تو کام کی رات ہے...... ٹھیک ہے...... آج کی رات پرانی حویلی کے پیچھے جو پرانا تہہ خانہ ہے...... اس میں جا کر خود اپنی پھوٹی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لینا...... سادھو سنت چلا گیا مگر وہ مجھے حیران کر گیا تھا...... مہرالنساء بہن ایسی اندر کی باتیں کہی تھیں اس نے جو کوئی نہیں جانتا تھا...... پرانی حویلی یہی جگہ ہے جہاں ہم قید ہیں...... اس کے نیچے تہہ خانہ بھی ہے جس کے بارے میں کسی دوسرے کو نہیں معلوم، میرے دل میں کرید پیدا ہو گئی اور میں کافی پریشان ہو گیا...... پھر اسی شام میں باغ میں آ نکلا اور انہی مجسموں کے بیچ گھومنے لگا...... کبھی کسی نے مجھے سرگوشی میں پکارا اور میں نے حیرت سے اس مجسمے کو دیکھا جو مجھے بلا رہا تھا"۔

"تم زندہ ہو" میں نے اسے چھوتے ہوئے پوچھا۔

"ہم تو جو ہیں وہ تم دیکھ رہے ہو، مگر تم زندہ ہو...... بھاگ جاؤ یہاں سے جتنی جلدی بھاگ سکو بھاگ جاؤ"۔

"کیوں؟"۔

"وہ جادوگرنی تمہیں بھی پتھر کا بنا دے گی"۔

"کون؟"۔

"کشکندہ وہ کالکی ہے...... کالی کی پجارن...... وہ ہمیں نوکری کے لئے بلاتی ہے اور ہمیں ایسے حکم دیتی ہے جو ہم پورے نہیں کر سکتے...... وہ حکم بڑے شرمناک ہوتے ہیں...... تم سوچ بھی نہیں سکتے...... تم اسے اپنی دھرم پتنی سمجھتے ہو لیکن وہ ہزاروں کی دھرم پتنی ہے؟

دھرم تو خیر اس کے پاس ہے ہی نہیں...... پتنی کی حیثیت وہ اختیار کر لیتی ہے اور جب اس کا کوئی حکم نہیں مانتا تو وہ سزا دیتی ہے...... پتھر کا بنا دیتی ہے...... بھاگ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ...... ایک ایک کر کے سارے بولتے ہوئے مجسموں نے مجھے ساری کہانی سنائی اور میرا دل ڈولنے لگا مجھے چندر کانتا یاد آئی...... ہری سنگھ پر بھی غور کرنے لگا تھا میں اور اب جو میں نے اس پر غور کیا تو وہ بھی مجھے بدلا بدلا سا لگا...... آہ...... اس کا مطلب ہے کہ سادھو سچ کہہ رہا تھا...... میں پیپل کے نیچے صحیح معنوں میں ایک ڈائن کا ایک چڑیل کا شکار ہو گیا تھا...... میں نے اپنے دوست کو اپنی دھرم پتنی کو اس کی بھینٹ چڑھا دیا تھا...... میرا دل دکھنے لگا تھا...... اب مجھے ساری حقیقت معلوم ہو گئی...... میرے اندر دھواں سا اٹھنے لگا...... میں نے نفرت سے سوچا کہ اگر یہ سچ ہے تو میں کشکندہ کو جیتا نہیں چھوڑوں گا، ختم کر دوں گا میں اسے...... جس نے مجھ سے میرا دوست...... میری دھرم پتنی...... میری عزت...... میرا وقار سب کچھ چھین لیا ہے...... نہیں چھوڑوں گا میں اسے سادھو کی بات بھی مجھے یاد تھی...... حویلی کے تہہ خانے کا حوالہ دیا تھا اس نے، چنانچہ میں رات ہونے کا انتظار کرنے لگا...... پھر کافی رات گئے میں دبے پاؤں حویلی کے تہہ خانے میں داخل ہوا...... یہ تہہ خانہ ویران پڑا رہتا تھا لیکن اس وقت وہاں روشنی تھی سرخ روشنی جو ایک جلتے الاؤ سے اٹھ رہی تھی...... تہہ خانے میں کوئی تھا، میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ کر ایک ستون کی آڑ سے دیکھا اور جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میرا دماغ سن ہو گیا...... وہاں ایک داسی کی لاش پڑی ہوئی تھی، اس سے خون اُبل رہا تھا اور اس کے قریب کشکندہ جس کا رنگ و روپ اس وقت ایک بھیانک چڑیل کی شکل اختیار کر چکا تھا...... نقوش وہی تھے لیکن اس کا چہرہ گہرا کالا تھا اور اس کا بھیانک چہرہ خون میں لتھڑا ہوا تھا، وہ دونوں ہاتھوں پیروں کے بل جھکی اس داسی کا گوشت کھا رہی تھی...... وہ آنکھیں کسی انسان کی آنکھیں نہیں تھیں، ان کی سفیدی میں پتلیوں کی جگہ دو سیدھی کھڑی چمکدار لکیریں نظر آ رہی تھیں...... اس کا رنگ گہرا کالا ہو رہا تھا...... جگہ جگہ خون کے دھبے نظر آ رہے تھے...... کشکندہ کو اس حیثیت میں دیکھ کر میرا غصہ تو ہوا ہو گیا...... الٹی خوف سے میری کپکپی بند گئی...... میں نے

بھاگنے کے لئے قدم اٹھائے لیکن میرے پاؤں میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے...... شاید میں
اس کے سحر میں جکڑ گیا تھا، اس جادوگرنی نے مجھے دیکھ کر اپنا کوئی جادو آزما ڈالا تھا مجھ پر...... پھر
میں نے اپنے پیچھے تہہ خانے کا دروازہ بند ہوتے ہوئے سنا...... میرا بدن تھراتا رہا...... میں پلٹ
کر بھی نہ دیکھ سکا کہ دروازہ بند کرنے والا کون ہے؟ بس میری نگاہوں کے سامنے ایک انسانی
جسم کو وہ خونخوار درندے کی طرح بھنبھوڑ رہی تھی، پھر اس نے اپنی کوئی آٹھ انچ لمبی سرخ
زبان باہر نکالی اور اس لمبی زبان کو پورے چہرے پر گھما کر اس نے اپنے چہرے سے خون کے
دھبے صاف کئے...... اپنے ہاتھوں کو چاٹا اس وقت وہ صرف ایک بھیانک درندہ معلوم ہو رہی
تھی...... وہ انسانی روپ میں تھا...... میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جس کے
ساتھ میں نے زندگی کا اتنا وقت گزار لیا ہے، جس کے لئے میں نے نجانے کس کس کو قربان
کر دیا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ایک گندی آتما ہے...... سادھو سچ کہہ رہا تھا...... وہ سچ کہہ رہا تھا اور
اب اس کی کسی بات پر کوئی شک نہیں رہا تھا مجھے...... حویلی میں جو داسیاں گم ہو گئی تھیں یقیناً ان
کے جسموں کی ہڈیاں اسی تہہ خانے میں پڑی سوکھ رہی ہوں گی...... وہ عورت ان سب کی
قاتل تھی، اس نے انہیں کھا لیا تھا اور یہ تصور میرے لئے اتنا بھیانک تھا کہ میرا بدن ہی میرا
ساتھ چھوڑ گیا تھا...... سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم ہوتی جا رہی تھیں...... چندر کانتا بھی یاد آ رہی
تھی...... میری وفادار بیوی جس پر میں نے اس پاکھنڈ کی وجہ سے شک کیا تھا...... ہری سنگھ میرا
وفادار ساتھی...... میرے بچپن کا دوست...... اب اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اب جو ہری
سنگھ میرے سامنے آتا ہے وہ اصل ہری سنگھ نہیں ہے...... اصل ہری سنگھ تو اب اس سنسار
سے جا چکا ہے...... مجھے ابھی تک اپنی ذات کے درپیش خطرے کا احساس نہیں ہوا تھا اور میں اس
کے جال میں جکڑا ہوا تھا، وہ شاید اپنا پیٹ بھر چکی تھی، اس نے مجھے دیکھا مسکرائی اور بلی کی طرح
دونوں ہاتھ آگے کر کے اور پاؤں پیچھے کر کے اس نے انگڑائی لی، پھر زمین پر دو چار لوٹنیں
لگائیں اور اس طرح آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی جیسے سو گئی ہو، لیکن میں نے اس کے وجود کو
تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بدن کی سیاہی چھٹ گئی اور بالکل پہلے جیسی ہو گئی، اس نے

قریب ہی پڑا ہوا سفید لباس اپنے کاندھوں پر ڈالا اور پھر آہستہ سے چلتی ہوئی میرے سامنے
پہنچ گئی...... اب اس کی آنکھیں بھی بالکل ٹھیک تھیں میرے اندر جیسے دوبارہ زندگی دوڑ
گئی...... میں نے ایک جھرجھری سی لی لیکن اب میں اس کے جال میں گرفتار نہیں ہو سکتا تھا......
میں نے خونی نگاہوں سے اسے دیکھا اور میرے حلق سے شدید غصے میں ڈوبی ہوئی آواز
ابھری"۔

"کشکندہ کون ہے تو؟ آج تیری اصلی شکل میرے سامنے آ گئی...... بتا مجھے تو کون ہے؟
میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا...... کمینی کتیا تو میری چندر کانتا کی قاتل ہے اور تو نے اتنی
داسیوں کو اپنی بھینٹ چڑھایا ہے...... بتا تو کون ہے...... کون ہے تو؟"۔

"جواب میں وہ بڑے سکون سے مسکرائی اور بولی"۔

"آرام سے بیٹھ کر بات کرو کیشو...... پہلے یہ بتاؤ کہ یہ جگہ تمہیں کیسی لگی؟"۔

"میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں کمینی مرنے سے پہلے تو مجھے اپنے بارے میں بتا دے تو زیادہ
اچھا ہے...... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا...... اگر تو زندہ بچ گئی تو یہ میری زندگی کا بدترین
گناہ ہو گا"۔

جواب میں وہ ایک عجیب سی ہنسی ہنس پڑی پھر بولی۔

"کشکندہ ہوں میں...... کشکندہ اور کیا بتاؤں تمہیں؟" کالکی ہوں...... کالی مائی کا گیان
حاصل کر رہی ہوں...... شکتی حاصل کر رہی ہوں...... جیون بڑھا رہی ہوں اپنا...... یہ انسانی
گوشت...... یہ انسانی خون میری زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور کچھ پوچھنا چاہتے
ہو؟"۔

"مگر تو تو...... تو تو"۔

"ہاں...... ہاں بولو"۔

"تو نے مجھے دھوکا دیا تھا، تو مجھے انسانی روپ میں ملی تھی"۔

"تو اور کیا کرتی...... یہ تو ہمارا کام ہے کیشو مہاراج...... اگر میں تمہارے من کو نہ لبھاتی

تو تم مجھے یہاں تک کیسے لاتے...... اگر میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیتی تو سوگند کھا کر کہو
وہی کرتے تم، جو تم نے کیا؟ مجبوری تھی ایسی کون سی بات ہے؟ مگر تمہیں اس کھوج میں
پڑھنا نہیں چاہئے تھا، جو کچھ میں کر رہی تھی مجھے کرنے دیتے...... یہ سب کچھ تو میں سینکڑوں
سال سے کر رہی ہوں...... یہ بتاؤ تمہیں کوئی نقصان پہنچایا میں نے"۔

"کیا مطلب؟ میں خوف سے اچھل پڑا"۔

"اب ساری باتیں جان لو گے...... کئی سو سال گزر گئے...... تم کیا سمجھتے ہو میری عمر
کتنی ہو سکتی ہے؟"۔

سینکڑوں سال ہے میری عمر...... سینکڑوں سال سے جی رہی ہوں اور ہزاروں سال
جینا چاہتی ہوں اور ہزاروں سال جیتی رہوں گی...... تھوڑا سا کام کرنا ہے مجھے...... بس شکتی
حاصل کرنا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے اور میں کالی مائی سے شکتیاں مانگتی ہوں......
میں اپنے آپ کو امر کر لینا چاہتی ہوں کیشو مہاراج...... اور یہ کام کافی حد تک ہو چکا ہے۔

"دوسروں کی زندگیوں سے کھیل کر؟"۔

"ہاں...... یہ تم نہیں سمجھتے...... کالی مائی خون کی پجارن ہے...... کالی مائی کے بارے میں
تم کچھ نہیں جانتے، یہی وجہ ہے کیشو مہاراج اور عام لوگوں کو تو جاننا بھی نہیں چاہئے، جو جان
لیتے ہیں وہ شکتی مان بن جاتے ہیں یا پھر شکتی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، اب تم دیکھو نا جنہوں
نے جان لیا وہ پتھر کے مجسمے میں تبدیل ہو گئے، مگر تمہارے ساتھ ایسا کرنا ٹھیک نہیں رہے
گا...... کیشو مہاراج...... پتی ہو نا تم میرے...... پتی دیو...... اس حویلی کے مالک ہو...... پتہ نہیں
کہاں تمہاری ضرورت پیش آ جائے...... میں اپنا کام تو کر سکتی ہوں، لیکن جو کام تمہیں کرنے
ہوتے ہیں وہ کون کرے گا...... اس کا ایک ہی طریقہ ہے کیشو مہاراج...... وہ یہ کہ تم جیتے رہو
اور ایسے جیو کہ سنسار سے تمہارا کوئی واسطہ بھی نہ رہے...... ہاں اگر تھوڑا بہت واسطہ رہے تو
میرے لئے کام کرتے ہوئے اگر میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ دوں گی تو میرے خلاف کام کرتے
پھرو گے...... سادھو...... سنتوں کے چکروں میں پڑتے پھرو گے...... مجھے بھی پریشانی ہوگی

نہیں بھی اور انہیں بھی...... اس سے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم بیمار ہو جاؤ...... کیا
سمجھے...... کیشو سنگھ مہاراج تم بیمار ہو کر اسی پرانی حویلی میں رہو...... کوئی تکلیف نہیں ہو گی
نہیں...... جیتے رہو گے، مگر ایسے نہیں کہ یہاں سے باہر کہیں چلے جاؤ اور میرے لئے
پریشانیاں پیدا کرو"۔

وہ کمبخت بڑے سکون سے یہ بکواس کر رہی تھی۔

"تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا میں کیا سمجھی...... زندہ نہیں چھوڑوں گا میں تجھے کشکندہ"۔

وہ ہنس پڑی پھر اس نے زمین پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی کنکری اٹھائی...... منہ کے
قریب لا کر اس پر کوئی منتر پڑھا اور میری جانب اچھال دی...... کنکری نے میرے بدن کو
چھوا اور مجھے یوں لگا کہ جیسے میرے جسم میں آگ لگ گئی ہو، ایسی آگ جو میں لفظوں میں
بیان نہیں کر سکتا...... نہ میرے کپڑے جل رہے تھے...... نہ کہیں سے بدبو اٹھ رہی تھی......
نہ کہیں سے دھواں نکل رہا تھا لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے میں شعلوں میں گھرا ہوا
ہوں...... شعلے میرے بدن کو چاٹ رہے تھے اور میرے حلق سے دہشت بھری آوازیں نکل
رہی تھیں...... شریر جل رہا تھا میرا...... میں زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور اس کے قہقہے تہہ
خانے میں گونج رہے تھے...... پھر یہ آگ رفتہ رفتہ ٹھنڈی پڑتی چلی گئی...... آگ تو ٹھنڈی
نہیں ہوئی تھی...... میرا دماغ ٹھنڈا ہو گیا تھا، جب ہوش آیا تو میں اس کمرے میں تھا جس
کمرے میں تم اب مجھے دیکھ رہی ہو...... میری کیفیت پہلے سے بہتر تھی بس ایسے لگ رہا تھا کہ
جیسے کسی نے بدن کا سارا خون نچوڑ لیا ہو...... جان ہی نہیں رہی تھی میرے ہاتھ پیروں
میں...... زمین پر چت پڑا ہوا تھا...... بہت دیر اسی طرح گزر گئی پھر بدن میں کچھ جان واپس
آئی تو ہمت پکڑی اٹھ کر بیٹھ گیا اور ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنے لگا...... پرانی حویلی
کے اس کمرے کو میں اچھی طرح جانتا تھا ظاہر ہے میرے پرکھوں کی حویلی تھی...... اس نے
مجھے میری ہی حویلی میں قید کر دیا تھا اور یہ بات مجھے اچھی طرح معلوم تھی کہ میں دروازہ
توڑے بغیر باہر نہیں نکل سکتا اور دروازہ باہر سے بند ہو تو کوئی بڑے سے بڑا سورما اسے توڑ

نہیں سکتا...... یہ پرانے دور کے دروازے ہیں ان پر بڑی ضربیں لگائی جائیں تب بھی یہ
سے مس نہیں ہوتے، جبکہ میرے پاس یہاں کچھ بھی نہیں تھا...... میں خالی ہاتھ تھا اور جب
میں نے پہلی بار اس صورت حرام کو دیکھا، جس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہیں اور ایک انسان
سے زیادہ جنگل کا جانور معلوم ہوتا ہے، وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ میں نہیں جانتا...... شکل
صورت سے بھی وہ مجھے کوئی گندی آتما ہی لگتی ہے...... پہلی بار میں نے جب اسے دیکھا تو میں
اسے دیکھ کر کھڑا ہی ہو گیا...... وہ میرے لئے کھانے پینے کی اشیاء لایا تھا، جو ایک تھال میں رکھی
ہوئی تھیں...... وہ تھال رکھ کر واپس پلٹا تو میں نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے دبوچ لیا
لیکن آہ تم نہیں جانتیں وہ کسی ہاتھی سے بھی زیادہ طاقتور ہے...... وہ کسی بھینسے کی طرح
ٹکریں مار کر دیواریں ہلا سکتا ہے...... بہر حال کمزور میں بھی نہیں تھا اور میں تمہیں اپنے
بارے میں بتا چکا ہوں کہ میں بہت بڑا پہلوان رہ چکا ہوں اور میں اپنے بدن کی ساری قوت
سے زور آزمائی کرتا رہا، وہ مجھ پر حملے نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنا بچاؤ کر رہا تھا، آخر کار میں نے اسے
زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا، لیکن مجھے یوں لگا جیسے پیچھے کوئی آ گیا
ہے...... ایک بار پھر میرے حلق سے دہشت بھری چیخیں نکلنے لگیں...... اسی آگ نے مجھے
اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا...... آہ دو بار میں اس آگ سے دوچار ہو چکا تھا اور شاید الفاظ میں
تمہیں اس کی جلن نہ بتا سکوں کہ ایسی شدید آگ ہوتی ہے وہ کہ بھگوان ہر انسان کو اس سے
محفوظ رکھے...... جہنم کی آگ کے بارے میں سنا ہے میں نے، لیکن یہ آگ بھی ویسی ہی تھی
اس آگ نے ایک بار پھر مجھے بے ہوش کر دیا اور اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو آگ
ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن میرے ہاتھوں...... پیروں اور کمر میں یہ زنجیریں پڑی ہوئی تھیں
زنجیروں کی لمبائی اتنی ہے کہ بس میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہوں......
آتا ہے میرے لئے کھانے پینے کی چیزیں لاتا ہے، مگر اپنا فاصلہ اتنا رکھتا ہے کہ میں اس تک
پہنچ پاؤں اور اس وقت سے اب تک میں اسی طرح جی رہا ہوں، ایک بار...... بھگوان کی سوگند
صرف ایک بار مجھے ان زنجیروں سے نجات مل جائے تو کم سے کم میں اس لمبے بالوں والے

ضرور ہلاک کر دوں گا...... وہ بری آتما جو گونگی ہے لیکن اس عورت کی غلام ہے...... یہ ہے
میری کہانی مہر النساء بہن...... میں نجانے کب سے یہاں قید ہوں اس نے مجھے ساری دیر
گڑھی میں بیمار مشہور کر رکھا ہے، کسی کو میرے پاس نہیں آنے دیتی...... بہت چالاک
ہے...... نجانے کس طرح لوگوں کو ٹالتی رہتی ہے...... میں جانتا ہوں کہ جب تک میں جیتا
ہوں میری ضرورت محسوس کرتی رہے گی...... مر جاؤں گا تو اس وقت تک وہ سارا انتظام
سنبھال چکی ہو گی...... کبھی کبھی وہ مجھ سے کاغذوں پر دستخط کرانے آتی ہے اور میں اس کے
جادو کے زیر اثر اس کے کہنے پر عمل کر لیتا ہوں، مگر جب وہ چلی جاتی ہے تو میرے دل میں
نفرت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، ایسی زندگی گزار رہا ہوں میں...... یہ زندگی گزار رہا ہوں۔

مہر النساء شدت حیرت سے گنگ تھی زبان کچھ کہنے سے قاصر تھی، اس نے کشکندہ کی
جو شکل بتائی تھی اس شکل میں مہر النساء بھی کشکندہ کو دیکھ چکی تھی، ایک لفظ جھوٹ نہیں
معلوم ہوتا تھا...... کیشو کا اور اس طرح کشکندہ کی اصل شکل اور شخصیت بھی سامنے آجاتی
تھی، لیکن مہر النساء اب بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ ارجن شاستری آخر کیا چاہتا ہے،
یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اب تک جن الجھنوں میں پھنسی رہی ہے اس کے تحت خاصی
تکلیفیں بھی اٹھانی پڑی ہیں...... کیا ارجن شاستری کے سامنے ہتھیار ڈال دے؟ کیا کرنا
چاہئے؟ ویسے نہ اسے کشکندہ کی زندگی سے دلچسپی تھی نہ موت سے، وہ تو اب یہاں سے واپس
جانا چاہتی تھی...... یہاں اس کے لئے کوئی ایسا کام نہیں تھا جو وہ کرنا چاہتی ہو...... پھر کیا کرنا
چاہئے؟ کون سا ایسا طریقہ ہو جس سے اس ہنگامہ آرائی سے نجات ملے اس کا ذہن سوچ میں
ڈوب گیا تھا۔

نجانے کتنی دیر تک یہ خاموشی طاری رہی پھر اچانک ہی کیشو کی آواز سنائی دی"۔

"کوئی آگیا ہے کیا؟" مہر النساء چونک پڑی، اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر بولی"۔

"کہاں؟"۔

"نہیں میں تم سے پوچھ رہا ہوں؟"۔

"کیا؟"۔

"تم ایک دم خاموش کیوں ہو گئی تھیں؟"۔

"سوچ رہی تھی"۔

"اوہ...... میں سمجھا کہ شاید کوئی آگیا ہے؟"۔

"نہیں یہاں کوئی نہیں آیا"۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"۔

"بس یہی کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"۔

"اگر ہو سکے تو تم بھاگ جاؤ اور اگر نہیں بھاگ سکتیں تو پھر وہ جو کچھ کہہ رہی ہے" کرلو...... تم عورت ہو، حالانکہ وہ کسی عورت کو پہلے کبھی قید نہیں کرتی تھی...... پتہ نہیں اس نے تمہیں کیوں قید کر دیا ہے...... خیر میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا، لیکن ایک بات تمہیں ضرور بتادوں...... یہاں سے بھاگ جاؤ...... یا پھر اگر وہ تم سے کچھ چاہتی ہے تو وہ پورا کر دو پھر تم اس کی مستقل ساتھی بن جاؤ...... اگر ایسا ہو جائے تو تمہارا ہی نہیں بہتوں کا بھلا

ہو گا...... اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ کیسے کسی جال میں پھنس سکتی ہے اور ہم سب کیسے بچ سکتے ہیں...... تمہیں بھگوان کا واسطہ، کچھ کرو...... کچھ کرو...... آہ شاید تمہیں بھگوان نے اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ تم کچھ کر ڈالو، دیکھو...... کر ڈالو کچھ...... کچھ کر ہی ڈالو۔

مہر النساء خاموشی سے سوچنے لگی پھر اس نے کہا۔

"ایک بات بتایئے کیشو مہاراج؟"۔

"ہاں بولو"۔

"یہ کالے بالوں والا اگر ہلاک ہو جائے تو یہاں سے رہائی کے امکانات ہو سکتے ہیں؟"۔

"کیسی باتیں کرتی ہو...... پہلی بات تو یہ کہ تم عورت ذات ہو اسے کوئی نقصان پہنچانا تمہارے بس کی بات نہیں ہے وہ جتنا طاقتور ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں...... بس میں ہی مار سکتا ہوں اسے...... ایک بار وہ میرے قبضے میں آجائے، یقین کرو بہت عرصے سے میں یہاں پڑی ہوں...... نہ ٹھیک سے کھانے کو ملتا ہے نہ اور کچھ ہوتا ہے، لیکن جو زبان سے کہہ رہا ہوں کر کے دکھادوں گا، نہ کروں تو کتا کہہ دینا...... کیشو سنگھ مت کہنا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے کیشو سنگھ لیکن کیا کیا جائے...... مہر النساء نے کہا"۔

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا"۔

"اچھا سنو...... میں کوشش کروں گی کہ وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے"۔

کیشو سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا...... یقینی طور پر مہر النساء کی بات اس کی سمجھ میں ہی نہیں آئی ہو گی، لیکن مہر النساء گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے...... دفعتہً ہی اس کی نگاہ دروازے کے اوپر ایک ایسی چھوٹی سی جگہ پر پڑی جو دروازے کا ایک حصہ تھی لیکن کچھ کیا جا سکتا تھا یہاں سے...... کچھ کیا جا سکتا تھا یہاں سے...... بڑی دیر تک وہ اس بارے میں سوچتی رہی، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مکمل طریقے سے کیسے کام کیا جائے...... کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوتی جارہی تھیں...... پھل خراب ہو گئے تھے اور اب گزارہ کرنا پڑ رہا تھا...... غالباً چوتھا دن تھا کہ وہ پھر آیا اور گلے سڑے پھل اٹھا کر لے گیا......

نئے پھل رکھ گیا ابھی تک کشکندہ کی طرف سے نہ تو مہرالنساء کو کوئی پیغام ملا تھا اور
کشکندہ نے اس کی کوئی خبر گیری کی تھی، البتہ اس کالی بلا کے بارے میں مہرالنساء نے یہ اند
لگالیا تھا کہ وہ تیسرے دن پھر آئے گا، اس دوران کوئی نہ کوئی بہتر طریقہ سوچ لیا جائے
ویسے یہ بھی خوشی کی بات تھی کہ کیشو سنگھ کے اور اس کے درمیان صرف ایک دیوار تھ
دونوں باتیں کرتے رہتے تھے، اپنے بارے میں تو خیر مہرالنساء نے کیشو سنگھ کو کوئی خاص
نہیں بتائی تھی، لیکن کیشو سنگھ نے اپنے دور دور تک کے باپ، دادا اور پردادا کے بارے
نجانے کیا کیا کہانیاں سناڈالی تھیں اسے...... وہ معذرت بھی کرتا جاتا تھا کہ وہ زیادہ بولتا
مگر مہرالنساء نے اسے اجازت دے دی تھی اس نے کہا تھا"۔

"کیشو سنگھ مہاراج اگر ہم باتیں بھی نہیں کریں گے تو کیا کریں گے اس طرح تو
ہم مر جائیں گے"۔

"یہی تو میں کہتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے تم باتیں کرتے رہا کرو"۔

"بس تمہارا بہت بہت شکریہ"۔

پھر غالباً وہ ساتواں دن تھا کچھ پھل بچ گئے تھے، زیادہ تر مہرالنساء نے کھالئے تھے
کمرے میں ناقابل برداشت بدبو پھیل چکی تھی...... طبیعت ہر وقت متلاتی رہتی تھی
صورت حال ہی ایسی تھی، ایک ہی کمرے میں زندگی کے ہر مسئلے سے نمٹنا پڑتا تھا، لیکن
مہرالنساء سوچ رہی تھی کہ زندگی اور موت کی بازی لگادی جائے، ایسی زندگی بھی بے معنی
ہے جو اس بدبودار کمرے میں گزرے اور اس بے بسی سے گزرے اس کے لئے سب سے
اس کالے بھوت سے نمٹنا بھی ضروری ہے...... اگر اس میں کامیابی حاصل ہو جائے تو ٹھیک
ہے ورنہ پھر جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا...... یہاں رہنا اب مہرالنساء کے لئے ممکن نہیں تھا
کچھ بھی ہوگا دیکھنا ہی پڑے گا...... بہرحال وہ انتظار کرتی رہی اور پھر اس نے اپنے جسم کو
اور دروازے کے اوپر بنی ہوئی چھوٹی سی جگہ پر چڑھ کر بیٹھ گئی، اس مختصر جگہ پر خود کو سمیٹ

بہت مشکل کام تھا، لیکن جب زندگی اور موت کے مسائل آجاتے ہیں تو انسان وہ کر جاتا ہے
جو عام حالات میں سوچ بھی نہیں پاتا...... وہ چھپکلی کی طرح وہاں چپکی رہی، خوش قسمتی سے
زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا، دروازے پر آہٹ ہوئی اور کالا بھوت نئے پھل کا ٹوکرا اٹھائے
ہوئے اندر داخل ہوگیا...... اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اسے کمرہ خالی نظر آئے
گا، وہ جھونک میں سیدھا آگے بڑھ گیا...... یہی موقع تھا...... مہرالنساء نے بدن کو سکیڑا اور
چھپاک سے دروازے سے باہر رینگ گئی...... اسے اندازہ تھا کہ اسے اندر نہ پاکر اس کالے
بھوت کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی...... اس وقت دیکھ تو نہیں سکتی تھی وہ، لیکن سمجھ سکتی تھی
بہرحال صورت حال اچانک دوہری شکل اختیار کرگئی تھی، یہاں سے نکل کر بھاگ سکتی
تھی...... ایسی سمت اختیار کرسکتی تھی جس سے محل سے باہر نکل جائے، لیکن یہاں ایک اور
مصیبت زدہ موجود تھا اور ان سات دنوں میں اس نے مہرالنساء کے ذہن میں اپنے لئے اتنی
جگہ بنالی تھی کہ اب وہ اسے نظر انداز نہیں کرسکتی تھی، وہ تنہا تھا، بے آسرا تھا اور یہ غیر انسانی
بات تھی...... اپنی ذات سے پیار تو دنیا ہی کو ہوتا ہے لیکن اپنی ذات سے انحراف اور دنیا میں
کسی کے لئے کچھ کرنا ہی تو اصل زندگی ہے، سوچنے کا وقت نہیں تھا جو کچھ بھی کرنا تھا برق
رفتاری سے کرنا تھا، چنانچہ وہ آگے بڑھ کر کیشو سنگھ کے دروازے پر پہنچی اور دروازے کی
کنڈی کھولی اور دروازے کا پٹ بھی تھوڑا سا کھول دیا...... کیشو سنگھ کی بتائی ہوئی باتیں یاد تھیں
اور اس وقت ان پر عمل کرنا ضروری تھا، چنانچہ اس نے چھپنے کے لئے ایک ستون تلاش
کرلیا...... اندر سے کالے بھوت کی غراہٹیں سنائی دے رہی تھیں، پھر وہ آندھی اور طوفان کی
طرح سے باہر نکلا اور ادھر ادھر دوڑنے لگا...... اس پر دیوانگی سی طاری تھی اور مہرالنساء
ستون کی آڑ میں چھپی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی، اچانک ہی اس کالی بلا کی نگاہ اس قید خانے کے
دروازے پر پڑی...... کیشو سنگھ کے کمرے کے دروازے کو کھلا دیکھ کر وہ اس طرف دوڑا......
دروازے کو پورا کھولا اور اندر داخل ہوگیا اور پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا...... سامنے ہی کیشو
موجود تھا جو اٹھ کھڑا ہوا تھا...... کیشو کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے...... وہ اس کالے

بھوت کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، جبکہ لمبے بالوں والے کی پشت مہرالنساء کی
طرف تھی...... دروازے سے اندر گھستے ہی مہرالنساء نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر اپنے بدن
کی تمام تر قوتوں کو جمع کر کے ہوشیاری کے ساتھ آگے بڑھی جبکہ کالا بھوت کیشو سنگھ سے
کچھ ہی فاصلے پر کھڑا ہوا تھا...... مہرالنساء نے پوری قوت سے اس کے بدن پر ٹکر ماری اور خود
نیچے جا پڑی...... ساتھ ہی وہ زور سے چیخی تھی"۔

"کیشو سنگھ مہاراج سنبھالو اسے...... ٹکر اس زور کی لگی تھی کہ وہ کالا بھوت سنبھل نہ سکا
اور کیشو سنگھ سے کچھ فاصلے پر جا گرا...... کیشو سنگھ فوراً ہی مہرالنساء کا مقصد سمجھ گیا، اس نے اپنی
زنجیریں سنبھالیں اور وہ اس کالے بھوت کے عقب میں آ گیا...... پھر اس نے اس کالے
بھوت کو اپنی زنجیروں میں لپیٹ لیا تھا، اس کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی تھی۔

"کھڑا ہو جا کشکندہ کے کتے...... بڑا لمبا حساب کرنا ہے تجھ سے...... کھڑا ہو جا اس نے
اسے زنجیروں میں جکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

مہرالنساء نے محسوس کیا کہ کالے بالوں والے کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے
ہیں...... وہ بھاگنے کے راستے تلاش کر رہا تھا...... دفعتہً کیشو سنگھ نے چیخ کر کہا۔

"مہرالنساء...... مہرالنساء بہن دروازہ بند کر دو" مہرالنساء کو بھی بات سمجھ میں آ گئی اس
نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا تھا...... اس وقت کالے بالوں والے عفریت نے ٹکر
ماری اور ایک طرف ہو کر نکل بھاگنے کی کوشش کی، لیکن کیشو سنگھ نے زنجیر اٹھالی اور کالا
بھوت اچھل کر گر پڑا...... کیشو سنگھ کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

"بڑے دنوں کی پیاس ہے سسرے...... آگ بجھے گی...... آج ساری کسر نکالوں گا تجھ
سے...... وہ آگے بڑھا اور کالے بھوت پر ٹوٹ پڑا...... واقعی وہ دیو ہیکل تھا...... اور مہرالنساء
اب اس کے شاندار کسرتی بدن کو دیکھ رہی تھی، حالانکہ کالا بھوت بالکل ایک گوریلا معلوم
ہوتا تھا...... ایک ایسا گوریلا جو اپنی مثال آپ ہو، لیکن قدرت کا کوئی بھی کام مصلحت سے
خالی نہیں ہوتا...... کیشو سنگھ نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اس کے بدن کی قوت کس کام آئے گی

ہستی ہے، لیکن اس وقت وہ ایک جادو کی تخلیق کو ختم کر رہا تھا...... ایک خوفناک بلا کو ختم کر رہا
تھا اور وہ بلا اس کی گرفت سے نکلنے کے لئے زور لگا رہی تھی، لیکن یہ بات صاف ظاہر ہو رہی
تھی کہ کالا بھوت کیشو سنگھ کے سامنے کمزور پڑتا جا رہا ہے...... پھر کیشو سنگھ نے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا نا مہرالنساء بہن...... آس پاس کی بستیوں میں میرا مد مقابل کوئی
نہیں تھا...... کوئی نہیں تھا اور اگر میں اس شیطان عورت کے شیطانی جال میں نہ پھنس
جاتا...... اگر کوئی مائی کا لال سینہ تان کر میرے سامنے آتا تو یہ حشر ہوتا اس کا...... دیکھو یہ
حشر ہوتا اس کا...... اس نے کہا اور اس کالے بھوت کی ہڈیوں کو پیسنے لگا...... کالے بھوت کے
حلق سے بھیانک چیخیں نکل رہی تھیں۔

"حرام خور...... کشکندہ کے کتے آج پھنسا ہے کیشو سنگھ کے جال میں...... بات کر...... بلا
اپنی مہارانی کو...... دیکھ کیشو سنگھ کے داؤ" کیشو سنگھ نے اسے الٹا کر کے اس کی ٹانگوں میں
دونوں ہاتھ پھنسائے اپنی ٹھوڑی اس کی ریڑھ کی ہڈی پر رکھی اور اس کے بعد اپنے لمبے
ہاتھوں سے کالی بلا کی کلائیاں پکڑ لیں، حالانکہ زنجیریں اسے اتنی برق رفتاری سے عمل کرنے
کا موقع نہیں دے رہی تھیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کیشو سنگھ جسمانی طور پر کسی
ہاتھی جیسی قوت کا مالک تھا...... اس گوریلے کو اس طرح اچھالنا کسی عام انسان کے بس کی بات
نہیں تھی، ٹھوڑی اس کی ریڑھ کی ہڈی سے ٹکرا کر اور اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں پکڑ کر
کیشو سنگھ نے اپنے گھٹنے زمین پر لگائے اور گوریلے کے جسم کو پیچھے سے گھسیٹ کر اسے اپنے
شانوں پر لے کر کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد وہ برق رفتاری سے دوڑا اور اس گوریلے کو دیوار
سے دے مارا...... بھیانک عفریت کے حلق سے نکلنے والی چیخ بڑی زوردار تھی کہ کانوں کے
پردے جھنجھنا کر رہ گئے...... اس کا سر پھٹ گیا اور خون کی دھاریں بہنے لگیں...... کیشو سنگھ
کے ایک ہی داؤ نے اسے ادھ موا کر دیا تھا، لیکن اس کے باوجود گوریلے نے زمین پر لوٹ کر
اپنے آپ کو سنبھالا کیشو سنگھ ہی کی زنجیروں کا سہارا لیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا...... اس کا چہرہ
خون میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ بھیانک لگ رہا تھا...... ایک کمزور دل آدمی اسے دیکھ لیتا تو وہیں اس

کے دل کی حرکت بند ہو جاتی...... اس کے فوراً بعد وہ اندھوں کی طرح کیشو سنگھ پر لپکا
لیکن کیشو نے اپنے پہلوانی کے داؤ کھا کر ایک بار پھر اپنے بدن کو بل دیا اور اس کی کمر میں ہاتھ
ڈال کر اسے اٹھا کر کندھے پر رکھا اور پشت کے بل اسے زمین پر دے مارا...... ایک ضرب
چہرے پر لگی تھی اور دوسری سر کے پچھلے حصے میں...... شانے اور کندھے پوری قوت سے
زمین سے ٹکرائے تھے...... اس کے حلق سے اب دردبھری چیخیں نکلنے لگی تھیں...... اس نے
پھر اپنے آپ کو بچا کر نکلنا چاہا، لیکن اس بار جونہی وہ گھٹنوں کے بل اٹھا کیشو سنگھ پہلے سے تیار
تھا...... اس نے موٹی کڑوں والی زنجیر اس کے گلے میں لپیٹ دی اور اسے دو بل دینے کے بعد
اس کی گردن پر سوار ہو گیا...... درحقیقت اس وقت کیشو سنگھ ایک وحشی جانور لگ رہا تھا......
اس کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے اور دانت بھینچے ہوئے تھے...... وہ اپنے مدمقابل
کی گردن قوت سے دبا رہا تھا اور مہرالنساء خاموش کھڑی موت کا یہ کھیل دیکھ رہی تھی......
وحشی جانور نما انسان کے حلق سے نکلنے والی غراہٹیں اب خرخراہٹوں میں تبدیل ہونے لگی
تھیں اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے...... اس کے ہاتھ بار بار سیدھے ہو کر نیچے
گر رہے تھے اور زبان باہر نکل آئی تھی...... اب وہ زنجیر پکڑنے کی بھی کوشش نہیں کر رہا تھا
کیونکہ اب اس کے ہاتھوں میں اتنی جان نہیں رہی تھی کہ مرضی سے رخ تبدیل
کر سکیں...... کیشو سنگھ نے چند لمحات اسی طرح اس کی گردن پر گرفت رکھی پھر اسے چھوڑ
دیا...... اس کے چہرے پر شدید وحشت نظر آرہی تھی، پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور
مہرالنساء کی نگاہیں اس کے چہرے پر پڑیں...... دونوں کی نظریں ملیں تو کیشو سنگھ کی کیفیت
کچھ بہتر ہوئی...... اب اس نے زمین پر پڑے ہوئے وحشی کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔
"دیکھا تم نے مہرالنساء بہن...... یہ ہے کشکندہ کا محافظ...... میں تمہیں سچ بتا رہا ہوں
میرے مدمقابل جب بھی میرے سامنے آتے تھے ان کے بدن پر پہلے کپکپی طاری ہو جاتی
تھی، کیونکہ اس سے پہلے وہ دوسروں کا حشر دیکھ چکے ہوتے تھے...... اپنے مدمقابل کے لئے
میرا دل کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے پیروں سے اکھاڑے سے واپس جائے...... کبھی نہیں

دل میں یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ جو مجھ سے کشتی لڑے وہ اس دنیا میں نہ رہے......
اب اچانک ہی کیشو سنگھ سنبھل گیا...... اسے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ یہ
کیا ہو گیا ہے...... مہرالنساء اپنی قید سے نکل آئی اور اس کے بعد جو واقعات ہوئے وہ اب
کیشو سنگھ کے ذہن میں آئے اور وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر...... حیرت سے منہ کھول کر
اب اس نے مہرالنساء کو دیکھا اور بولا۔
"تم...... تم مہرالنساء ہو نا"۔
"ہاں"۔
"مگر یہ سب کچھ"۔
"جو منصوبہ ہم نے بنایا تھا کیشو سنگھ وہ کامیاب ہو گیا ہے"۔
"مگر تم وہاں سے کیسے نکلی تھیں"۔
"بس ایک کوشش کارگر ہو گئی تھی"۔
"آہ...... ہمیں نجات مل گئی ہے اس وحشی سے، لیکن ان کڑوں والی زنجیر کو توڑنا
میرے بس کی بات نہیں ہے...... یہاں اور کوئی پہریدار نہیں ہوتا...... تم کوئی ایسی چیز تلاش
کرو مہرالنساء بہن...... جس سے میری یہ زنجیریں کھل جائیں...... کوئی بڑا ہتھوڑا یا ایسی چیز......
سب کچھ توڑنا میرے بس کی بات نہیں ہے...... ہزاروں بار کوششیں کر چکا ہوں......
کلائیاں زخمی ہو جاتی ہیں...... پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں...... کمر دکھنے لگتی ہے اور کچھ نہیں
ہوتا...... مہرالنساء خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر دیوار کی طرف دیکھنے لگی...... کھینچا تانی کی
یہ ساری کارروائی مضحکہ خیز تھی...... یہ سب کچھ کرنا مہرالنساء کے بس کی بات نہیں
تھی اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ باہر نکل کر کوئی ایسی چیز تلاش کریں
جس سے یہ کام ہو سکے، اس نے کیشو سنگھ سے کہا۔
"ہمت نہیں ہارنا کیشو سنگھ...... میں اگر چاہتی تو خود یہاں سے بھاگ سکتی تھی، لیکن
میں نے یہی سوچا کہ پہلے اس سے نجات حاصل کر لی جائے پھر ہم دونوں یہاں سے فرار

حاصل کریں...... کیشو سنگھ کے چہرے پر شکر گزاری کے آثار نظر آئے اور اس نے کہا
"جاؤ...... تم دیر نہ کرو...... جاؤ...... کوئی ایسی چیز تلاش کرو جس سے یہ کڑیاں ٹو
سکیں اور کچھ نہ ہو تو کم از کم یہ کڑیاں ہی درمیان سے ٹوٹ جائیں کام بن جائے گا"
مہرالنساء دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی لیکن بہرحال دل میں ڈر رہی تھی کہ کشکندہ
طرح سارا معاملہ اس وحشی کے شانوں پر چھوڑ کر اس طرح بے خبر تو نہ ہو گئی ہو گی...... پہلے
صرف ایک ہی قیدی تھا اس کا...... لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی...... چلو ٹھیک ہے
سنگھ کے بارے میں وہ سب کچھ جانتی تھی، لیکن بہرحال مہرالنساء کے بارے میں بھی جا
تھی...... کہیں یوں نہ ہو کہ ساری محنت بے کار ہی چلی جائے اور اب جتنا کام ہو چکا
بیچارے کیشو سنگھ کو بے سہارا چھوڑنا کسی طور ممکن نہیں تھا...... پھر مہرالنساء وہاں سے نکل
اور چاروں طرف بھٹکنے لگی...... یہ پرانی حویلی عجیب و غریب طرز تعمیر کا نمونہ تھی......
در پیش کمرے چھوٹی چھوٹی راہداریاں جن کا کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا تھا...... ایک طر
سے بھول بھلیاں بنی ہوئی تھیں اور وہ ان بھول بھلیوں سے گزر کر چاروں طرف نگا
دوڑاتی ہوئی کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھی جس سے کیشو سنگھ کے ان کڑوں کی زنجیریں
جا سکیں، لیکن یقین نہیں تھا، ایسی کون سی چیز حاصل کی جا سکتی ہے...... ایک کمرہ تھا جس
وہ داخل ہوئی...... نیم تاریک ماحول میں وہاں اسے کچھ چیزیں نظر آئیں اور جب اس
آنکھوں نے ایک وزنی ہتھوڑا دیکھا تو وہ چمک اٹھیں...... ہتھوڑا ایک سمت سے سپاٹ
دوسری طرف سے چھینی کا سا ڈیزائن رکھتا تھا...... یوں لگتا تھا جیسے یہ اس مقصد کے لئے بنا
رکھا گیا ہو اور وہ کیشو سنگھ کی زنجیریں کاٹ دے، چنانچہ مہرالنساء نے پھرتی سے ہتھوڑا
اٹھایا، لیکن جونہی اس کا دستہ پکڑ کر وہ سیدھی ہوئی اسے اپنے عقب میں سرسراہٹیں محسوس
ہوئیں...... اس نے پلٹ کر دیکھا تو لوہے کا ایک جنگلا اس کے اور دروازے کے درمیان
حائل ہو گیا تھا...... وہ دروازہ جس سے وہ اندر داخل ہوئی تھی عقبی سمت دیواریں سپاٹ
اور وہ چھوٹی سی جگہ تھی...... وہ حیرت سے اس ہتھوڑے کو دیکھنے لگی...... اس نے دیکھا

جس جگہ اپنا ہتھوڑا اٹھا چکی تھی وہاں ساکت ہو گیا ہے...... اس کا اگلا سرا زمین پر ویسے ہی پڑا
ہوا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ زمین میں پیوست ہو...... چند لمحوں کے بعد مہرالنساء کی
سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ ہتھوڑا نہیں ہے بلکہ ایک ایسی چیز تھی جس کو دروازے کا کنٹرول کہا
جا سکتا ہے یا اس کا دستہ اٹھانے سے آہنی دروازہ چھت سے نکل کر دستہ اٹھانے والے اور
دروازے کے درمیان حائل ہو جائے...... ناقابل یقین سی بات تھی یہ کہ یہ کیسے سوچا گیا
تھا...... کیا کشکندہ اس پر نگاہیں رکھے ہوئے ہے، کیا یہ سب کچھ ایک سکیم کے مطابق ہے......
اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا...... ہتھوڑے کے دستے کو پہلے زمین سے اٹھایا اور اس کے
بعد دانت کچکچا کر اس نے پوری قوت سے نیچے دبانے کی کوشش کی، یہ سوچ کر کہ شاید آہنی
دروازہ واپس اپنی جگہ چلا جائے، لیکن وہ اتنا ساکت تھا کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا...... گویا
اب مہرالنساء یہاں قید ہو گئی تھی...... بیچارا کیشو سنگھ...... جس کی تقدیر میں شاید آزادی
نہیں...... فولادی سلاخوں والے دروازے کو دیکھ کر مہرالنساء نے اسے بری طرح ہلا ہلا کر
دیکھا لیکن اس میں کوئی جنبش نہیں تھی...... بالکل سوچی سمجھی سکیم معلوم ہوتی تھی، بالکل
سوچا سمجھا منصوبہ تھا...... گویا ایک قید خانے سے نکل کر دوسرے قید خانے میں آ گئی تھی اور
اب وہ کالا بھوت بھی موجود نہیں تھا...... بہت دیر تک وہ جدوجہد کرتی رہی...... ہتھوڑے پر
جس قدر طاقت صرف کر سکتی تھی کر لی، لیکن ایک عورت کے جسم کی طاقت ایسے کاموں
میں مددگار ثابت نہیں ہوتی...... پھر جب وہ تھک گئی تو ننگے فرش پر دیوار کے ساتھ ٹک کر
بیٹھ گئی...... بلاشبہ یہ بات بڑی تعجب خیز تھی، لیکن کم از کم مہرالنساء کے لئے نہیں، کیونکہ اب
تک وہ جن حالات سے گزر چکی تھی، اس میں ایسے انہونے واقعات رونما ہوئے تھے کہ اب
کسی بھی واقع پر حیرت نہیں ہوتی تھی...... دکھ ہو رہا تھا یہ سوچ سوچ کر کہ کیشو سنگھ کی نگاہیں
دروازے پر لگی ہوں گی...... اس کے دل میں آس پیدا ہو گئی ہو گی...... ہر آہٹ پر وہ انتظار
کرتا ہو گا...... اس بات کا کہ وہ واپس پہنچے اور اسے اس طویل قید سے نجات مل جائے......
حقیقت اپنی کوئی فکر مہرالنساء نے پہلے بھی نہیں کی تھی اب بھی اسے اپنی فکر نہیں تھی،

لیکن بیچارا کیشو سنگھ کشکندہ کے جال سے نکلنے کے لئے بے چین تھا اور اس میں کامیابی بھی ہوئی، اب یہ دیکھنا تھا کہ اس قید میں اس کا حشر کیا ہوتا ہے...... کشکندہ کو اس کی اس قید کے بارے میں کچھ معلوم ہے کہ نہیں اور اسے جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اس کا محافظ مر چکا ہے تو اس کا کیا ردعمل ہو گا؟ وقت گزرتا رہا...... یہاں تک کہ آہستہ آہستہ رات ہو گئی...... بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی پھر وہ لیٹ گئی...... روشن دانوں سے سفید چاندنی چھن رہی تھی...... اب تک کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی کسی کو اس کی اس افتاد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا تھا، جو ہو گا دیکھا جائے گا...... بھاڑ میں جائے سب کچھ...... بہر حال رات بھی انہی سوچوں میں گزر گئی...... صبح ہوئی پھر دوپہر...... پھر شام...... گھپ اندھیرا پھیل گیا اور اچانک اسے کچھ سرسراہٹیں محسوس ہوئیں...... سامنے والا دروازہ یونہی تھا لیکن پچھلی دیوار کھسک رہی تھی اور اس سے روشنی کی لکیریں اندر آنے لگی تھیں...... پھر دیوار پوری طرح ہٹ گئی اور سامنے وہی باغ نظر آنے لگا جسے وہ دیکھ چکی تھی...... ہواؤں کے جھونکے اندر آئے اور بڑی تازگی محسوس ہوئی...... اچانک ہی مہر النساء کے بدن میں زندگی سی دوڑ گئی وہ تیز رفتاری سے دوڑ کر باہر نکل آئی مگر باہر قدم رکھتے ہی ٹھٹھک گئی، کیونکہ سامنے اسے ہیرا نظر آ رہا تھا...... ہیرا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا...... اس نے بڑے سکون سے کہا۔

"آؤ...... آ جاؤ" مہر النساء کو ایک لمحے کے لئے حیرت ہوئی تھی...... ہیرا کے چہرے پر غم انگیز تاثرات تھے...... بہر حال وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی اس کے قریب پہنچی، ہیرا کے نزدیک خوش رنگ پھلوں کے تھال رکھے ہوئے تھے...... اس نے اسی طرح مدھم لہجے میں کہا۔

"بیٹھو"۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو ہیرا؟" مہر النساء نے پوچھا۔

"تمہارا انتظار...... بیٹھو"۔

"نہ بیٹھوں تو" مہر النساء بولی اور ہیرا عجیب سی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"تم کیا سمجھتی ہو؟ اس قید خانے سے تم خود نکلی ہو...... جب تمہیں نکالا گیا ہے تو یہ بھی سوچا گیا ہو گا کہ تم بھاگ سکتی ہو...... یہ بھی سوچا گیا ہو گا کہ تمہارے بھاگنے کا نتیجہ بہتر نہیں نکلے گا اور اس کے لئے دوبارہ تمہارے لئے بندوبست کیا ہو گا...... کیا فائدہ ایک کے بعد دوسری مصیبت میں پھنسنے سے" مہر النساء حیرانی سے ہیرا کی صورت دیکھنے لگی پھر بولی"۔

"بات تو سمجھداری کی ہے"۔

"تو بیٹھو" ہیرا نے کہا اور مہر النساء گہری سانس لے کر بیٹھ گئی...... دیکھ لینا ضروری تھا بات کر لینا ضروری تھا...... اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے ہیرا کہ اب میں آزاد قیدی ہوں"۔

"لو پھل کھاؤ پتا نہیں کب سے بھوکی ہو؟"۔

"ان پھلوں میں کوئی خاص بات ہے کیا" مہر النساء نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں...... یہ درختوں سے اتارے ہوئے ہیں"۔

"کیسے مان لوں"۔

"تمہاری سوگند" ہیرا بولا۔

"ارے واہ قسم بھی میری کھا رہے ہو...... ہیرا" ہیرا کسی قدر اداسی سے بولا۔

"بھلا کیوں" مہر النساء نے اس سے سوال کیا تو ہیرا تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ہیرا نے کہا۔

"پہلے میں تم سے صرف کشکندہ کے حکم سے ملتا تھا...... اب بھی انہی کے حکم سے یہاں آیا ہوں، مگر میرے من میں تمہارے لئے ہمدردی اتر آئی ہے...... تم میری محسن ہو...... تم نے مجھ پر احسان بھی کیا ہے"۔

"میں نے" مہر النساء حیرت سے بولی۔

"ہاں...... ارجن شاستری مجھے اٹھا کر لے گیا تھا...... بھینٹ چڑھانے کی کوشش کی تھی مجھے مگر تم نے اس وقت میری مدد کی تھی"۔

"اچھا......اچھا...... حالانکہ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم بھی نہیں ہے" مہرالنساء نے کہا پھر بولی۔

"تو پھر میرے اس احسان کا بدلہ بھی چکاؤ"۔

"کہو" ہیرا سنجیدگی سے بولا۔

"کچھ باتیں پوچھنا چاہتی ہوں"۔

"یہ پھل کھاؤ ان میں کوئی کھوٹ نہیں ہے" میں نے خود درختوں سے اتارے ہیں...... وہ بولا۔

"کھالوں گی مجھے جلدی نہیں ہے" مہرالنساء نے کہا۔

"عجیب ہو تم...... خیر پوچھو تم جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو"۔

"بہت سے سوالات ہیں"۔

"پوچھو"۔

"پہلا سوال یہ ہے کہ جیسا کہ تم کہتے ہو کہ میں اپنی مرضی سے نہیں نکلی بلکہ مجھے وہاں سے نکالا گیا ہے...... کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ مجھے وہاں سے کیوں نکالا گیا ہے"۔

"مجھ پر یقین کرنا میں نہیں جانتا...... بس مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہاری ہر طرح سے مدد کروں"۔

"کشکندہ کہاں ہے؟"۔

"حویلی میں"۔

"اسے میری نئی قید کے بارے میں معلوم تھا"۔

"کیوں نہیں؟ جو ہو رہا ہے رانی کشکندہ کی مرضی سے ہو رہا ہے...... ویسے تمہارے لئے وہ بھی حیران ہے"۔

"کیوں"۔

"ہرنام مہاراج اور وہ باتیں کرتے ہیں...... کشکندہ کہتی ہے کہ تم خود بڑی شکتی مان

بہت کچھ کر سکتی ہو، لیکن نہیں کرتی...... نجانے کیوں؟"۔

"اب وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"۔

"تمہاری سوگند مجھے نہیں معلوم"۔

"ہیرا تمہیں ارجن شاستری اٹھا کر لے گیا تھا...... فرض کرو اگر میں اس کی بات مان لیتی تو تمہاری زندگی تو ختم ہو گئی تھی"۔

"ہاں"۔

"اور کشکندہ نے تمہاری مدد نہیں کی تھی"۔

"اول تو رانی کشکندہ کالی کا جاپ کرنے گئی ہوئی تھی اور پھر وہ ارجن شاستری سے مقابلہ نہیں کر سکتی تھی"۔

"کیا وہ ارجن شاستری کے مقابلے میں زیادہ قوتوں کی مالک نہیں ہے"۔

"مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم"۔

"اچھا ہیرا چھوڑو...... مجھے تم یہ بتاؤ...... تم مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو" مہرالنساء نے پوچھا اور ہیرا چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر اداسی سے بولا۔

"بس اور کچھ نہیں پوچھنا مجھ سے؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ کہ میں تمہیں یہاں سے نہیں نکال سکتا" پھر مہرالنساء خاموش بیٹھی

کافی دیر تک وہ خاموش رہی...... اسے یہ احساس ہو رہا تھا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا

آسمان پر چاند نے سر ابھارا اور مصنوعی روشنیاں مدہم پڑ گئیں...... پورا کھلا چاند

ابھی چاند ہی کی طرف دیکھ رہا تھا...... پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"اب کیا کرنا ہے؟"۔

"بس کچھ نہیں" مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ میں تمہاری سیوا کروں...... اچانک ہی ہیرا

جگہ سے کھڑا ہو گیا اور جلدی سے پیچھے ہٹ گیا...... تب مہرالنساء نے پلٹ کر دیکھا......

ہری سنگھ آرہا تھا...... شیطان ہری سنگھ، جس کے بارے میں بتادیا گیا تھا کہ اب وہ اصلی ہری سنگھ نہیں ہے"۔

"جے دیوی" ہری سنگھ نے مہر النساء سے کہا...... مہر النساء مسکرانے لگی پھر بولی۔

"میں بھی دیوی ہوگئی"۔

"آپ مہان ہیں...... آیئے ذرا میرے ساتھ چلئے"۔

"کہاں؟"۔

"کشکندہ نواس"۔

"یہ کہاں ہے؟"۔

"زیادہ دور نہیں ہے"۔

"کیا کرنا ہے مجھے وہاں جاکر" مہر النساء نے پوچھا۔

"ساری باتوں کے فیصلے وہیں جاکر ہوں گے...... کشکندہ دیوی آپ سے کچھ کام کی باتیں کرنا چاہتی ہیں"۔

"کیا......؟ کون سی کام کی باتیں کرنا چاہتی ہیں وہ مجھ سے"۔

"میں نہیں جانتا دیوی جی! ہری سنگھ نے کہا اور مہر النساء کچھ سوچ کر اس کے ساتھ اٹھ گئی...... باغ کے دو دروازے تھے جہاں وہ آج تک نہیں پہنچی تھی...... ایک مصنوعی پہاڑی ٹیلہ بنا ہوا تھا جس پر جگہ جگہ پھولوں کے جھاڑ اُگے ہوئے تھے...... اس ٹیلے کے نیچے ایک قد آدم چوکور دروازہ نظر آرہا تھا...... ہری سنگھ اس دروازے سے اسے اندر لے گیا...... باہر سے کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا اور تاریکی نظر آتی تھی، لیکن اندر چوڑی سی سرنگ تھی جہاں خوب روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور یہ روشنیاں دیواروں میں لگے ہوئے پتھروں سے اُبھر رہی تھیں...... یہ قیمتی رنگین پتھر سحر زدہ سی روشنی بکھیر رہے تھے...... ہری سنگھ نے کہا۔

"آگے چلتے رہیئے سرنگ کافی لمبی ہے"۔

"کہاں تک گئی ہے"۔

"کشکندہ کے نواس تک"۔

"کیا یہ کشکندہ نواس اسی حویلی میں ہے"۔

"نہیں"۔

"پھر"۔

"کہیں اور ہے وہ"۔

"کیا زیادہ دور ہے؟"۔

"نہیں...... بس یہ سرنگ طے کرنی پڑے گی" ہری سنگھ بڑا با ادب نظر آرہا تھا اور اس سے کئی قدم پیچھے چل رہا تھا...... لمبی سرنگوں میں سینکڑوں شیشوں کی روشنی تھی، اس کا اختتام ایک روشن دروازے پر ہوا اور مہر النساء نے اس دروازے سے دوسری طرف قدم رکھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری طرف قدم رکھ کر اس پر ہیبت طاری ہوگئی تھی...... یہ ایک عظیم الشان غار تھا جس کی بلندی ناقابل یقین تھی...... پوری گردن پیچھے کرکے دیکھا جاتا تو چھوٹے چھوٹے سوراخ نظر آتے تھے جن میں اوپر چاند چمک رہا تھا...... غار ٹھنڈا اور پرسکون تھا...... اس میں پتھر کے ستون تھے اور ہر ستون پر کھوپڑیاں سجی ہوئی تھیں...... ان کھوپڑیوں کے جبڑے ہل رہے تھے اور آنکھوں سے تیز روشنیاں خارج ہورہی تھیں...... غار کے عین درمیان ایک کالے رنگ کا چبوترہ تھا اور اس چبوترے پر ایک بھیانک مجسمہ نظر آرہا تھا...... اس مجسمے کے ہاتھوں میں قدیم انسانی کھوپڑیاں تھیں...... بہرحال ان کھوپڑیوں سے خون ٹپک رہا تھا جو ان سنگی مجسموں پر جمع ہورہا تھا...... اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کھوپڑیاں یہاں جگہ جگہ آویزاں تھیں...... کوئی پچاس سیڑھیاں تھیں جو ایک پلیٹ فارم پر جاکر ختم ہوتی تھیں...... پلیٹ فارم کے اوپر والے حصے پر ایک شکنجہ لگا ہوا تھا جس میں کڑے اور زنجیریں تھیں اور پھر یہیں کشکندہ بیٹھی ہوئی تھی، لیکن مہر النساء کو سب سے زیادہ حیرت جس بات پر ہوئی وہ کیشو تھا جو وہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی...... پھر اسے دیکھ کر کشکندہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی اور اس نے

دونوں ہاتھ جوڑ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"جے کالکا دیوی...... جے کالکا دیوی...... جے کالکا دیوی" لیکن یہ کالکا دیوی کون تھی اور کہاں تھی...... مہرالنساء کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ تھا...... وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور کشکندہ آگے بڑھ کر اس کے قدموں میں جھک گئی پھر کشکندہ نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا...... مجھے نہیں معلوم تھا، لیکن شاستری نے مجھے بتایا بھی نہیں تو کہ تم کون ہو؟ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے شما چاہتی ہوں میں تم سے...... اچانک ہی مہرالنساء کے ذہن میں ایک تجویز آئی، جب اس شیطان گھر میں سارے عملی شیطان ہی رہتے ہیں تو پھر کیوں نا وہ مکاری سے کام لے، چنانچہ اس نے گردن خم کر کے کہا۔

"کشکندہ جب تجھے حقیقت نہیں معلوم تھی تو تو نے ہمارے ساتھ وہ سلوک کیوں کیا جو تجھے نہیں کرنا چاہئے تھا"۔

"غلطی ہو گئی تھی"۔

"تو پھر اب تو بتا کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟"۔

"ارجن شاستری مہان ہیں...... میں ان کی مہانت کو نہیں جانتی تھی لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ تو کالکا دیوی کو نیا روپ دے رہے ہیں...... کالکا مندر بنانا چاہتے ہیں" اور اس کے لئے انہوں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا ہے...... اپنے بدن کا گوشت تک بیچ دیا ہے...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنا مہان آدمی تمہارا سرپرست ہے اور تم اس کی بیٹی ہو...... مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ تم سنسار میں کالکا دیوی بننے والی ہو...... یہ بات تمہیں معلوم ہے مہادیوی جب تم کالکا دیوی بن جاؤ گی اور کالکا مندر میں سارے جادوگروں کی گردنیں جھکیں گی جو پہلے بھی کالکا دیوی کے سامنے جھکتی رہی ہیں تو وہ صرف میں ہوں گی جو تمہاری سب سے پہلی داس ہوں گی...... مجھے نہیں معلوم تھا کالکا دیوی"۔

"اب تجھے معلوم ہو چکا ہے کشکندہ"۔

"ہاں...... اور میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو"۔

"میں تجھے معاف کر سکتی ہوں"۔

"بہت مہربانی...... ہری سنگھ دیوی کے چرنوں میں پھول چڑھاؤ" مہرالنساء اس وقت زندگی میں پہلی مرتبہ چالاکی سے کام لے رہی تھی اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کچھ پراسرار قوتیں اس کی مدد کر رہی ہوں...... یہ سب کچھ اس کے ذہن کا کام نہیں تھا، بلکہ کہیں اور سے یہ باتیں اس کے ذہن میں آ رہی تھیں...... دوسری طرف کیشو سنگھ اداس نگاہوں سے مہرالنساء کو دیکھ رہا تھا...... غالباً اس کے دل میں یہی خیال تھا کہ دیکھو ہر شخص اپنی بچت کے لئے سب کچھ کر لیتا ہے، کوئی کسی کے کام نہیں آتا اور غالباً اسے کشکندہ نے سب کچھ بتا دیا تھا، یہ بھی بتا دیا تھا کہ مہرالنساء کالکا دیوی ہے...... ادھر مہرالنساء اپنے طور پر فیصلے کر رہی تھی اس نے دیکھا کہ ہری سنگھ نے اس کے قدموں میں پھولوں کے انبار لگا دیئے ہیں اور کشکندہ گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی اس کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہے...... تب مہرالنساء نے کہا۔

"کشکندہ...... کیا کالکا دیوی کو خون کی بھینٹ نہیں دے گی"۔

"دوں گی دیوی...... خون کی بھینٹ دوں گی...... اس لئے تو اس پاپی کو یہاں بلوایا ہے...... اس نے کیشو سنگھ کی طرف اشارہ کیا"۔

"یہ بھینٹ ہم خود اپنے ہاتھوں سے لیں گے" مہرالنساء نے کسی اور جذبے کے تحت کہا۔

"جو حکم مہارانی کا"۔

"مگر سن ہمیں ہماری پسند کی بھینٹ دے گی یا اپنی پسند کی"۔

"داسی آپ کی پسند کی بھینٹ دے گی...... مہارانی جی...... مہادیوی جی"۔

"ٹھیک ہے انتظام کر" ہری سنگھ نے خوشی خوشی چاندی کا ایک بڑا سا تھال مجسمے کے قدموں میں رکھ دیا اور اس کے بعد کیشو سنگھ کی زنجیریں کھولنے لگا...... اس نے کہا۔

"مہادیوی یہ بڑا خطرناک آدمی ہے...... ہم نے اس کے پیروں میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں اسے دیوی کالکا کے چرنوں میں زنجیروں سمیت لایا جائے گا اور یہاں اس کی بلی دی جائے

گی آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے...... ہری سنگھ تم اس کی فکر مت کرو...... میری شکتی
کے سامنے اس کی شکتی کچھ بھی نہیں رہے گی"۔

"جو حکم دیوی کا تو کیا میں اس کی زنجیریں کھول دوں" ہری سنگھ نے کہا۔

"ہاں" اور کھانڈا ہمارے ہاتھ میں دو" مہرالنساء نے کہا اور کھانڈا اس کے ہاتھ میں
دے دیا گیا...... یہ ایک مضبوط فولاد کا بنا ہوا کھانڈا تھا جسے اگر پتھر پر بھی استعمال کیا جاتا تو پتھر
بھی اس سے کٹ جاتا...... مہرالنساء نے کھانڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور پھر اس نے
اداکاری شروع کر دی...... ایک طرف ہری سنگھ دوسری طرف کشکندہ اس کے سامنے دو
زانوں بیٹھ گئے...... ادھر کیشو سنگھ کے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں کھول دی گئی تھیں، لیکن
وہ پتھر کے بت کی مانند اپنی جگہ ساکت کھڑا ہوا تھا اور یہ بات مہرالنساء کی سمجھ میں نہیں آرہی
تھی کہ کیشو سنگھ پر اس وقت شرافت کا بھوت کیسے سوار ہے، جبکہ اس نے اس دیوہیکل
درندے تک کو ختم کر دیا تھا، لیکن شاید کیشو سنگھ پر حیرت کا غلبہ تھا اور وہ بات کو سمجھ نہیں پا رہا
تھا...... مہرالنساء نے آنکھیں بند کیں...... زندگی میں پہلی بار ایسا عمل کرنے جا رہی تھی جو
اس نے کبھی نہیں کیا تھا...... کیشو سنگھ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اور اصول کے مطابق اس
نے کھانڈے سے اس کی گردن اڑا دینی تھی...... کھانڈا اس کے ہاتھ میں تھا گو اس کے بازو
اس قدر طاقتور نہیں تھے، لیکن اس وقت وہ اپنے ارادوں کے تحت اپنے بازوؤں کی طاقت کا
بخوبی اندازہ لگا رہی تھی، جو کام وہ کرنا چاہتی تھی وہ کر سکتی تھی اس وقت...... اچانک ہی اس
نے کھانڈا بلند کیا اور کیشو سنگھ نے آنکھیں بند کر لیں، لیکن دوسرے لمحے کھانڈا کشکندہ کی
گردن پر پڑا اور کشکندہ کی گردن کئی فٹ دور جا پڑی...... اس کے ساتھ ہی کشکندہ کی چیخ نکل
دی تھی...... اس کا دھڑ الگ اور گردن الگ تڑپنے لگی تھی اور پھر اس سے اتنا خون بہا کہ کوئی
دیکھے تو اسے یقین نہ آئے...... ہری سنگھ اپنی جگہ سے اٹھا...... اسی دوران جیسے کیشو کو بھی
ہوش آ گیا تھا...... اس کے چہرے پر مسرت بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور اس وقت

مہرالنساء چیخی۔

"کیشو سنگھ...... ہری سنگھ کو پکڑو" اور پھر کیشو سنگھ نے ہری سنگھ کی طرف چھلانگ
لگا دی...... ہری سنگھ بری طرح بھاگا تھا لیکن کیشو سنگھ نے جھپٹ کر اسے کسی عقاب کی طرح
پکڑ لیا اور اس کے بعد اس نے ہری سنگھ کو سر سے بلند کر کے ایک نوکیلے پتھر پر دے مارا......
انسانی جسم کو اس طرح دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر گرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا ہو گا، لیکن
ہری سنگھ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے...... ایک پتھر کے اس طرف پڑا تھا اور دوسرا اس
طرف...... غار میں اس وقت جو بھیانک منظر پھیلا ہوا تھا وہ ناقابل یقین تھا لیکن جو ہونا تھا وہ
ہو گیا تھا...... بھیانک آوازیں چاروں طرف ابھر رہی تھیں...... ایک طرف کشکندہ کا بدن پڑا
تڑپ رہا تھا اور دوسری طرف ہری سنگھ کا...... رفتہ رفتہ یہ دونوں بدن ساکت ہو گئے...... دو
بھیانک لاشیں پڑی ہوئی تھیں...... کیشو سنگھ نے مہرالنساء کو دیکھا اور بولا۔

"مہرالنساء بہن تم نے وہ کر ڈالا جو بہر حال...... ہونا تھا، لیکن کب اور کیسے یہ نہیں
معلوم تھا مہرالنساء پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، اچانک ہی اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے
اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ کچھ اور قوتیں اس سے یہ
سب کروا رہی تھیں...... تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"کیشو سنگھ...... تم باہر جاؤ ساری صورت حال کو سنبھالو لیکن اس سے پہلے تم اگر مجھے
اس گڑھی سے باہر نکال دو تو میں تمہارا یہ احسان مانوں گی" کیشو سنگھ نے مہرالنساء کو حیرانی سے
دیکھا اور کہا۔

"مہرالنساء بہن اب جبکہ میری زندگی نئے سرے سے واپس لوٹ آئی ہے آپ جانے
کی بات کر رہی ہیں...... میں تو چاہتا ہوں کہ"۔

"نہیں کیشو سنگھ...... میرے لئے جو بہتر ہے اگر تم وہ کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مہربانی
ہوگی ورنہ پھر تم سے اجازت لئے بغیر مجھے جانا پڑے گا"۔

"نہیں...... میں آپ کے احسانوں کا صلہ ضرور دوں گا، مہارانی جی" کیشو سنگھ نے کہا

اور اس کے بعد اس نے مہرالنساء کی خواہش کے مطابق اسے خاموشی کے ساتھ و...
سے باہر نکال دیا..... اس نے ایک رتھ ساتھ کر دیا تھا مہرالنساء نے کہا تھا کہ اسے رتھ بان کی
ضرورت نہیں ہے..... وہ خود رتھ چلا لے گی..... بیلوں کا ساتھ کافی تھا..... مہرالنساء
گڑھی سے آگے نکل کر ایک ویران علاقے میں پہنچ گئی..... اب اس کا رخ کسی نامعلوم
کی سمت تھا..... مہرالنساء نے کہاں جانا تھا اسے کچھ معلوم نہیں تھا، بس وہ یہ سوچ رہی تھی کہ
ویر گڑھی کے معاملات تو ٹھیک ہو گئے، لیکن ارجن شاستری اس کا پیچھا چھوڑے گا یا
نہیں..... یہ بات تو اللہ ہی جانتا تھا۔

وہ سفر کرتی رہی..... اسے خود بھی کبھی کبھی اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ اس کا بدن
...کا ہے شک ہے لیکن روح تو مہرالنساء کی ہی ہے..... آج تک وہ مہرالنساء کے انداز میں ہی
...جی رہی تھی..... ایک بار بھی اس نے کشکا کے بدن کو قبول نہیں کیا تھا، لیکن مہرالنساء کی
...ہونے کے باوجود وہ اس قدر خطرناک حالات کا مقابلہ کیسے کر رہی تھی..... یہ سب کچھ
...ہو رہا ہے..... اسے خود اس بات کا اندازہ نہیں تھا..... اس وقت بھی وہ اس لق و دق
...یدان میں رتھ دوڑا رہی تھی..... بہت سے خیالات دماغ میں آکر گزر رہے تھے..... کیشو
...کو یاد آتا تھا تو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا..... بہر حال بیچارے کی مدد ہو گئی یہ
...کی بات ہے لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس سے ارجن شاستری کو کوئی نقصان پہنچا یا
...نہ..... آخر کار بیل تھک گئے، رات ہو گئی، اس وقت وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں سامنے ہی
... یہ باغ نظر آ رہا تھا..... بیلوں کو اس نے باغ کے کنارے چھوڑا..... رتھ سے نیچے اتر گئی اور
...باغ میں داخل ہو گئی..... اندھیرا ہوتا چلا آ رہا تھا..... دور دور تک کسی بستی کے آثار نہیں
...تھے، کہیں کوئی روشنی بھی نہیں تھی..... وہ آگے بڑھتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد اسے ایک
...روشنی نظر آ ہی گئی..... یہ روشنی باغ کے درمیان درختوں سے گھری ہوئی کسی جگہ میں
...رہی تھی..... وہ وہاں پہنچی تو اسے ایک بہت بڑی جھونپڑی نما عمارت نظر آئی..... بظاہر وہ
...شان و تھی..... بہر حال اس نے سوچا کہ باغ کا رکھوالا یہاں موجود ہو گا..... دروازے پر
...آواز دی۔

"کوئی ہے؟...... اگر کوئی ہے تو باہر آؤ...... میں مسافر ہوں رات ہوگئی ہے مجھے رُکنے
کے لئے جگہ چاہئے...... جگہ دے سکتے ہو مجھے...... کوئی ہے یہاں......؟ اس وقت اندر سے
ایک آواز سنائی دی۔

"اندر آجاؤ" مہرالنساء دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی...... اندر تیز روشنی ہو رہی
تھی...... یہی روشنی کسی جگہ سے چھن رہی تھی اور اسے باہر سے دیکھا جا رہا تھا، لیکن...... اسے
جو کچھ نظر آیا اس نے اسے ایک لمحے کے لئے ساکت کر دیا...... وہ انسانی ڈھانچہ جو متحرک تھا
ارجن شاستری کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا تھا...... ارجن شاستری ایک کرسی پر بیٹھا ہوا
تھا اور عجیب سے انداز میں اس کی جانب دیکھ رہا تھا...... ڈھانچے کی آنکھوں کے خلا اس پر جمے
ہوئے تھے...... تب اس کے دانت ہلے اور آواز اُبھری۔

"آؤ...... میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا"۔

"تو یہ تمہارا باغ ہے ارجن شاستری" مہرالنساء نے بھی اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

"کشکا" ارجن شاستری نے کہا۔

"کشکا نہیں مہرالنساء"۔

"تجھے کبھی ہوش آئے گا"۔

"ہوش میں ہی تو ہوں ارجن شاستری...... بے ہوش ہوتی تو اپنے آپ کو کشکا کہتی"۔

"تجھے معلوم ہے تیرے پتا نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا...... ارے اسی نے تو ہم
دشمنی کی بنیاد ڈالی ہے...... ارے ورنہ تو ہم دوست تھے...... گہرے دوست...... وہ اپنے دھرم
پر قائم تھا میں اپنے دھرم پر، نہ میں اس کا کچھ بگاڑ تا نہ وہ میرا...... دونوں اپنے اپنے کام کرتے
تھے...... جو میرا کام تھا وہ میں کرتا تھا جو اس کا تھا وہ کرتا تھا...... ہم نے تو اسے کوئی نقصان بھی
نہیں پہنچایا تھا، بات کسی دوسرے ہی کی تھی مگر اس نے جو کچھ کیا اس سے ہماری بیٹی اور دھرم
پتنی مر گئیں...... تو بتا...... تو بتا کیا کرتے ہم......؟ اپنی دھرم پتنی اور بیٹی کی موت کو خاموشی
سے برداشت کر لیتے"۔

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم نے بھی جسونت رائے کے پورے خاندان
کے خاتمے کا فیصلہ کیا تھا"۔

"وہ ہمارا کام تھا...... کیا سمجھیں؟ وہ ہمارا کام تھا...... پاگل...... تجھے صحیح صورت حال کا
علم نہیں ہے...... ارے سب اپنے اپنے کام کرتے ہیں...... ہم نے اپنا کام کیا...... کسی نے ہم
سے کسی بارے میں مدد مانگی، ہم نے اس کی مدد کی مگر سامنے آگیا تیرا باپ اور یہی نہیں......
اس نے ہمارے گھر کو ختم کر دیا"۔

"وہ تمہارا کام تھا ارجن شاستری...... اور یہ میرے والد کا کام تھا جو انہوں نے کیا
جسونت رائے میرے والد کے بھی دوست تھے اور پھر ان کے خاندان کے خاتمے کا معاملہ
تھا...... تم اسے مارنے والے تھے...... میرے والد بچانے والے ہاتھ بن گئے، جو کچھ ہوا وہ
جوابی کارروائی کے طور پر ہوا"۔

"مگر ہماری بیٹی اور بیوی تو ماری گئیں وہ کہاں سے ملیں گی ہمیں"۔

"انسان خود ہی غلطی کرتا ہے اور اپنی غلطیوں کا نتیجہ تو بھگتنا ہی پڑتا ہے"۔

"اور اس کے بعد اس نے جو کچھ ہم سے چھین لیا وہ بھی تیرے سامنے ہے"۔

"ہاں...... اس سے میرے باپ کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے...... اگر اس نے تم سے کچھ
چھین لیا تو تم اسے دوبارہ حاصل نہیں کر سکے...... اس طرح تم مجھے بھی کبھی اپنے مطلب کے
لئے استعمال نہیں کر سکتے ارجن شاستری"۔

"ہم نے تجھے کشکندہ کے پاس بھیجا تھا ساتھ رکھنا تھا اس کا...... کیشو سنگھ سے کیا ملا
تجھے؟ کشکندہ کے ساتھ رہتی تو سنسار کے سارے سکھ تیرے چرنوں میں ہوتے پر تو تو ہے
ہی الٹی...... ارے ہم کہتے ہیں کتنا نقصان پہنچاؤ گے تم باپ بیٹی ہمیں...... جواب دے"
مہرالنساء ہنس پڑی پھر بولی۔

"جب تک تم برائیوں کے راستوں پر گامزن رہو گے ارجن شاستری ہمارے ہاتھوں
تمہیں نقصان ہی پہنچتا رہے گا"۔

"میں تم دونوں باپ بیٹی کو دیکھ لوں گا...... اچھی طرح دیکھ لوں گا...... میری بیٹی کا شریر ہے نا تمہارے پاس، اس لئے آج تک میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن اب مجبوری ہے...... اب مجبوری ہے...... کشکا کا شریر واپس کردو...... کشکا کا شریر مجھے واپس کردو...... اب یہ تمہارے لئے نہیں ہے...... ارجن شاستری نے کہا اور اچانک ہی اس نے اپنے سوکھے ہوئے ہاتھوں کی مٹھیوں میں موجود کالے رنگ کے دانے مہرالنساء پر اچھال دیئے...... دانے زمین پر پڑے اور ایک روشن حصار مہرالنساء کے گرد قائم ہو گیا...... وہ حصار کی قیدی بن گئی اور اپنے ہاتھوں سے ان دیواروں کو ٹٹولنے لگی جو اس کے چاروں طرف بن گئی تھیں اور جن کے پار با آسانی دیکھا جا سکتا تھا، لیکن اچانک ہی اس نے اپنے عقب میں ایک پھنکار سنی اور چونک کر پلٹی...... کالے رنگ کی ایک ناگن کنڈلی مارے ہوئے بیٹھی تھی...... ارجن شاستری نے دوسرا عمل کرنا شروع کر دیا، اس نے کہا۔

"سن مہرالنساء آج تیرے سامنے دو راستے ہیں، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اپنے منہ سے ادا کر...... یہ ایسے بول ہیں جو تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کالکا بنا دیں گے...... یہ بول اپنے منہ سے ادا کر کے تو کالکا دیوی بن جائے گی...... میں نے بڑی مشکل سے یہ عمل تیار کیا ہے...... اگر تو نے یہ بول نہ بولے تو اس کے بعد میں تجھ سے کشکا کا شریر چھین لوں گا اور تجھے اس ناگن کا شریر دے دوں گا...... تو ناگن کے روپ میں جیون بتائے گی اور اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ میں تجھے خود کسی اور کا روپ دے سکتا ہوں یا نہیں...... بول کیا فیصلہ کیا تو نے؟"۔

"جو بول تو مجھے بتائے گا وہ مجھ سے میرا ایمان چھین لیں گے یہی بات ہے نا"۔

"ایمان...... ایمان...... ایمان کون سے ایمان کی بات کر رہی ہے تو...... میری سمجھ میں تو تیرا ایمان ہی نہیں آتا"۔

"تیری سمجھ میں اگر میرا ایمان آجاتا ارجن شاستری تو تو انسان نہ ہوتا...... تیری سمجھ میں یہ کبھی نہیں آئے گا...... کیا سمجھا؟"۔

"ٹھیک ہے تو پھر تیار ہو جا آج تجھے سنسار میں ایک نئی شکل اختیار کرنا ہو گی...... ناگن کے روپ میں جس طرف بھی جائے گی لوگ تجھے ناگن ہی سمجھیں گے اور ہر جگہ تیرا سواگت پتھروں اور ڈنڈوں سے ہو گا...... جا ٹھیک ہے...... سمجھ رہی ہے نا تو...... دوسری صورت وہی ہے کہ میری مان لے"۔

"تھوکتی ہوں تیرے اوپر جانتا ہے میں کون ہوں؟ عمادالدین کی بیٹی ہوں میں...... یہ مصیبتیں تو میرا امتحان ہیں اور میں اس امتحان کو پورے خلوص کے ساتھ دوں گی...... تجھ سے جو کیا جاتا ہے کر لے...... تجھ سے جو بگاڑا جاتا ہے بگاڑ لے میرا ارجن شاستری"۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... دیکھتا ہوں میں" ارجن شاستری نے کہا اور اچانک ہی مہرالنساء نے محسوس کیا کہ جیسے اس کا بدن پگھلتا جا رہا ہے...... وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی اور پھر ایک دم اس کا بدن ہلکا ہو گیا...... پھنکارتی ہوئی ناگن نے اپنا پھن ڈال دیا تھا...... مہرالنساء کو یوں لگا جیسے وہ زمین پر گر پڑی ہو...... اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو ناگن نے اپنا سر اٹھا لیا...... تب مہرالنساء کو احساس ہوا کہ اب وہ ناگن کے بدن میں ہے اور یہ ہلکا پھلکا جسم اس کا اپنا ہے اور سامنے ہی کشکا کا جسم پڑا ہوا ہے...... مہرالنساء نے دیکھا کہ اب وہ حصار بھی اس کے گرد سے ختم ہو گیا ہے...... اب نہ وہ بول سکتی ہے نہ کچھ کر سکتی ہے، بس پھنکار سکتی ہے...... بے شک زندگی ایک اور الیے سے دوچار ہو گئی تھی لیکن وہ تو نہیں کر سکتی تھی جو ارجن شاستری چاہتا ہے...... نتیجہ کچھ بھی نکلے اس نے پھن اٹھایا اور سیدھی کھڑی ہو گئی...... ارجن شاستری نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بس...... بس بھاگ جا یہاں سے اور سن اس جگہ کو یاد رکھنا تھک جائے اور دل میں یہ خیال آئے کہ غلطی کر بیٹھی ہے اور بھول کر بیٹھی ہے...... میری بات تجھے ماننی چاہئے تھی تو جگہ تلاش کرتی ہوئی یہاں آجانا...... ہو سکتا ہے میرے من میں تیرے لئے دیا آجائے اور میں تجھے واپس انسان بنا دوں، لیکن اگر دوبارہ یہاں آئے تو سوچ کر آنا ورنہ وہی ہو گا جو میں نے کہا...... اس سے الگ تیری کوئی بات ماننے والی نہیں ہو گی...... جا اب بس اس سنسار میں بھٹکتی رہ...... میں دیکھوں گا کہ تو اور تیرا اپنا کتنے گیان والا ہے...... اچانک ہی مہرالنساء کی

آنکھیں بند ہو گئیں...... اسے یوں لگا جیسے تیز آندھیاں چل رہی ہیں اور تیز ہواؤں سے اس کا بدن ادھر سے ادھر لڑھک رہا ہو...... اس نے ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑنے کی کوشش کی تاکہ اس کا بدن ادھر ادھر نہ لڑھکنے پائے لیکن ہاتھ تھے ہی کہاں...... وہ تو ناگن تھی...... صرف ایک ناگن جس کے بارے میں یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ کس طرح کی ہے...... پھر تیز ہوائیں ختم ہو گئیں اور اس کے بعد جب مہرالنساء نے آنکھیں کھولیں تو ایک عجیب وغریب منظر اس کی نگاہوں کے سامنے تھا...... کچھ آوازیں گونج رہی تھیں...... بدن میں پتھروں کی چبھن کا احساس تھا...... اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں لیکن غنودگی جیسی کیفیت محسوس ہو رہی تھی...... بمشکل تمام اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کا سانس رکنے لگا...... یہ تو ایک بڑی ہی عجیب وغریب جگہ تھی...... ایک بہت بڑا سیاہ پر ہیبت چبوترہ، جس پر ایک ناگ بیٹھا ہوا تھا...... اس کا چوڑا پھن پھیلا ہوا تھا اور گردن سے نیچے بالوں کے گچھے نظر آرہے تھے...... اس کی آنکھوں میں وحشت ناک سرخی پھیل رہی تھی...... سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا ہے؟ اس کے سامنے پیتل کی ایک تھالی رکھی ہوئی تھی...... اس میں دودھ بھرا ہوا تھا...... چبوترے کے نیچے بے شمار سانپ لہرا رہے تھے...... ان کی پھنکاروں سے قرب وجوار کا ماحول بری طرح گونج رہا تھا...... ایک لمحے کے لئے مہرالنساء اپنا وجود بھول گئی...... خوف سے اس کے بدن میں لہریں دوڑنے لگیں...... وہ شدید بے چینی کا شکار ہو گئی...... آہ...... کتنا بڑا دل لے کر آئے کتنا بڑا سینہ لے کر آئے کہ ان حالات سے نمٹ سکے...... اس نے خاموشی سے اپنے آپ کو سمیٹا اور آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی آگے بڑھ گئی...... شاید وہ سانپوں کی بستی میں پہنچ گئی تھی، لیکن ظاہر ہے وہ ناگ نہیں تھی دوڑتی ہوئی کافی دور نکل آئی...... سانپوں کا وہ انبار عظیم پیچھے رہ گیا تھا، لیکن جب وہ تھکی اور جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں بیٹھ کر سستانے لگی تو اچانک ہی اس کے کانوں میں ایک مدھم سی سرگوشی سنائی دی۔

”تو کون ہے اے اجنبی ناگن“ وہ ایک دم چونک پڑی...... اپنے دائیں سمت دیکھا تو انتہائی گہرے رنگ کا سیاہ ناگ تھوڑے فاصلے پر بیٹھا تھا اور یہ اس کی پھنکار تھی جو آواز بن کر

مہرالنساء کے کانوں تک پہنچی تھی...... مہرالنساء نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”تو کون ہے“۔

”میرا نام کاروشا ہے اور میں شیش ناگ کا ہزارواں بیٹا ہوں“۔

”مم...... مگر میں...... میں“۔

”تو یقین کر میں نے پہلی بار تجھے دیکھا ہے اور اس وقت دیکھا ہے جب تو سانپ قبیلے سے بھاگ کر ادھر آئی تھی“۔

”جا...... میں بس...... میں کون ہوں، کیا ہوں؟ یہ جاننے کی کوشش نہ کر...... یہ جاننا تیرے لئے بہتر نہ ہو گا“۔

”میں تجھ سے محبت کر رہا ہوں...... مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے...... آ میرے ساتھ...... اگر سانپوں کے قبیلے میں نہیں رہنا چاہتی تو کہیں دور کی جگہ ہم اپنا ٹھکانہ بنائیں گے“۔

”میں تجھ سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے پریشان نہ کر“ مہرالنساء نے کہا اور جھاڑیوں سے نکل کر تیز رفتاری سے چل پڑی...... وہ زمین پر رینگتے ہوئے بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی تھی، اس کا لچکدار سیاہ جسم برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا، لیکن کئی بار اس نے دیکھا...... کاروشا مسلسل اس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے...... اس کے بدن میں خوف کی لہریں دوڑتی رہیں...... آہ میں ناگن نہیں ہوں...... میں انسان ہوں کاروشا...... میں انسان ہوں...... وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی...... کاروشا سے کہنا چاہ رہی تھی لیکن کہہ نہ پائی...... نجانے کتنا طویل سفر طے کر لیا اس نے اور پھر اچانک ہی کاروشا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”آگے نہ جا...... آگے نہ جا...... دیکھ دو سپیرے سانپ پکڑتے پھر رہے ہیں...... لے جائیں گے تجھے پکڑ کر...... باز آجا“ مہرالنساء کے ذہن میں ایک تجویز آ ہی گئی اس نے سوچا اس ناگ سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اس سپیرے کے قبضے میں آجائے...... اس نے دو سپیروں کو بھی دیکھ لیا تھا جو بین بجاتے ہوئے ادھر چلے آرہے تھے اور یہ حقیقت تھی کہ اس

بین کی آواز پر نجانے کیوں اس کے ذہن میں ایک غنودگی سی چھانے لگی تھی...... کاروشا پھر بولا۔

"دیکھ...... ادھر نکل چل ان جھاڑیوں میں...... ابھی انہوں نے ہمیں دیکھا نہیں ہے...... بین کی آواز ہمارے حواس چھین لے گی...... نکل چل ادھر ابھی بچنے کا یہی ایک طریقہ ہے ورنہ ہم بچ نہیں سکیں گے...... دیکھ میری بات مان لے...... میں تیرا دوست ہوں، تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن مہرالنساء اس وقت سپیروں کی بین کے سروں میں کھوگئی تھی...... وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی، لیکن اس سے سنبھلا نہیں جارہا تھا...... کاروشا کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی...... تھوڑی دیر کے بعد وہ اس قدر سحر زدہ ہوگئی کہ سپیرے نے آکر اس کے پھن پر ہاتھ ڈال دیا...... سپیرے کے ساتھ ایک نوجوان لڑکا تھا...... اس نے جلدی سے ایک ٹوکری آگے بڑھادی اور سپیرے نے مہرالنساء کو ٹوکری میں بند کر دیا...... دونوں بہت خوش نظر آرہے تھے اور کچھ فاصلے پر کاروشا مایوسی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا، اسے بے حد غم تھا...... وہ اس ناگن کے لئے بہت پریشان ہوگیا تھا...... پھر جب سپیرا اپنے بیٹے کے ساتھ اپنے گھر کی طرف چلا تو کاروشا بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا...... سپیرے کا نام نارائن تھا اور اس کا جوان بیٹا بنسی اس کے ساتھ تھا...... ایک نئی کہانی کا آغاز ہوا تھا...... جب مہرالنساء کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ٹوکری میں بند پایا اور اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا...... یہ کیا ہوا؟ یہ تو بہت برا ہوا...... وہ سوچنے لگی...... ماضی کے تمام واقعات اس کے ذہن میں تازہ ہوگئے...... ایک بار پھر ارجن شاستری نے اسے مشکل میں ڈال دیا تھا...... بہر حال جو کچھ ہوا تھا ہنسی خوشی برداشت کرنا تھا...... تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، جو کچھ ارجن شاستری چاہتا ہے وہ کسی طور ممکن ہی نہیں ہے...... کالی کی پجارن بننے کے بجائے وہ ہزار بار موت کو ترجیح دیتی تھی، جو چیز اس کا ایمان قبول نہیں کرتا تھا وہ اس پر کیسے عمل کر سکتی تھی...... ٹوکری میں بند اس نے سوچا کہ ٹھیک ہے ارجن شاستری تجھ سے جو کچھ کیا جاسکتا ہے تو کرلے دیکھوں گی کہ کتنی وسعتیں

ہیں تیرے اس علم میں...... اور اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو تقدیر پر چھوڑ دیا، لیکن ایک نئی دنیا کے بہت سے مسائل اس کی آنکھوں کے سامنے آئے...... سپیرے نارائن کے گھر میں بھی برے حالات تھے...... تین نوجوان بیٹیاں تھیں جن میں ایک پٹیا تھی...... ایک رجنی تھی اور ایک پوجا...... تینوں بڑی ہی دلچسپ اور ہنسنے ہنسانے والی لڑکیاں تھیں، لیکن نارائن کو ان کا خوف بری طرح پریشان کرتا رہتا تھا...... نارائن کی دھرم پتنی ودھیا بڑی جھگڑالو قسم کی عورت تھی...... ہر وقت لڑتی جھگڑتی ہی رہتی تھی...... پہلی شاندار لڑائی ٹوکری میں بند سنی اور زندگی کے ایک نئے روپ سے دوچار ہوئی...... سپیرا نارائن شاید کہیں سے آیا تھا...... ودھیا نے کہا۔

"کیا لے آئے نارائن مہاراج؟"۔

"کچھ نہیں...... بس تھوڑے سے گیہوں مل گئے ہیں تو ایسا کرا نہیں چکی میں پیس لے"۔

"ہائے...... ہائے...... ہ ئے...... چکی تو جیسے تمہارے ماتا پتا ورثے میں چھوڑ گئے ہیں، تمہارے لئے"۔

"لڑنے جھگڑنے کے علاوہ تجھے اور کچھ آتا ہے ودھیا"۔

"پہلے آتا تھا اب نہیں آتا...... اب تو یہی لڑائی جھگڑا میرا جیون بن چکا ہے"۔

"ارے بابا...... پڑوس میں جاکر چکی پر یہ اناج پیس لا...... روٹی تو پکے گھر میں"۔

"پڑوسی بھی تنگ آچکے ہیں اور میں پڑوسیوں کے طعنوں سے تنگ آچکی ہوں...... کہتے ہیں کہ ودھیا تیرا اپنی گھر میں ایک چکی تک نہیں لاسکتا...... روز روز آجاتی ہے"۔

"پاگل...... میں روز اناج کب لاتا ہوں...... یہ اناج تو میں ادھار لے کر آیا ہوں"۔

"شرم نہیں آتی تمہیں...... گھر کے دروازے پر صبح صبح ادھار والے آکر دستک دیتے ہیں"۔

"تجھے کیا تو تو نہیں جاتی ان سے باتیں کرنے کے لئے"۔

"شرم سے نہیں جاتی...... کیسے منہ دکھاؤں ان لوگوں کو جو ادھار دیئے جاتے ہیں اور

انہیں ادھار واپس ملنے کی امید نہیں ہوتی"۔

"اب لڑے جھگڑے جائے گی یا جاکر آٹا پیستی ہے...... بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے"۔

"اتنی آسانی سے دم نہیں نکلتا نارائن مہاراج اور اسے دیکھو ہاتھی کا ہاتھی ہو گیا چھ فٹ کا قد ہو گیا مگر باپ کے ساتھ ٹوکریاں لئے جنگلوں میں مارا پھرتا ہے...... ارے میں کہتی ہوں کہ کسی ناگ یا ناگن ہی کی بددعا ہے تم پر جو تمہاری روزی رزق اس سنسار سے مٹ گیا ہے"۔

"چل ٹھیک ہے بھئی...... روٹی نہیں کھلاتی نہ کھلا"۔

"روٹی کھاؤ گے کیا...... روٹی کھلا رہی ہوں تمہیں ابھی...... ارے میں کہتی ہوں کہ ان ٹوکریوں کو اٹھا کر باہر پھینکوں...... کوئی ڈھنگ کا کام کرو باپ بیٹے تاکہ گھر میں روٹی تو پکے"۔

"باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں ودھیا...... کیسے اپنے باپ دادا کا دھندا چھوڑ دوں"۔

"وہ بھی نکھٹو...... نکمے رہے ہوں گے ان کی عورتیں بھی اسی طرح روتی پیٹتی رہی ہوں گی...... چولہے میں جائیں تمہارے ماتا پتا اور پرکھے...... پتا نہیں میرے ماتا پتا کو کیا سوجھی تھی جو میرا ہاتھ پکڑ کر تیرے ہاتھ میں دے دیا"۔

"توبہ ہے ودھیا...... توبہ ہے"۔

"ماتا جی...... کیوں لڑے جا رہی ہو پتا جی سے...... یہ غالباً کسی لڑکی کی آواز تھی"۔

"تو چپ بیٹھ بڑوں کے بیچ میں بولتے شرم نہیں آتی...... ہتھنی کی ہتھنی ہو گئی ہے ارے...... لے تیرے پتا جی گیہوں لائے ہیں جا ذرا پیس کر لا"۔

"لاؤ...... اتنی دیر سے سن رہی ہوں، پتا جی کی بے عزتی کئے جا رہی ہو، لاؤ مجھے دو ابھی گیہوں پیس کر لاتی ہوں...... لڑکی نے ہاتھ سے تھیلا لیا اور شاید باہر چلی گئی...... ودھیا دیوی بکتی جھکتی رہی تھی اور مہرالنساء درد بھرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ گھرانے ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں زندگی کا آغاز ایسے ہوتا ہے اور انجام نجانے کیسے ہوتا ہوگا۔

بہر حال...... یہ تو دنیا کے تجربات تھے خود اس پر جو بیتی تھی شاید بہت ہی کم ایسی لڑکیاں ہوتی ہوں جن کے ساتھ واقعات یہ سلوک کرتے ہوں، لیکن بہرحال...... نارائن کا گھرانہ بڑا دلچسپ تھا...... پورا دن دلچسپ ہنگامے ہوتے رہے تھے...... یہاں تک کہ رات ہو گئی اور پھر رات کا کون سا پہر تھا جب مہرالنساء نے ٹوکری کے آس پاس کسی ناگ کے پھنکارنے کی آوازیں سنیں...... وہ نیم غنودہ کیفیت میں تھی لیکن پھنکاریں ٹوکری کے بالکل قریب تھیں، چنانچہ جاگ گئی اور پھر اسے چند ہی لمحوں کے بعد معلوم ہو گیا، وہ کاروشا ہے...... مہرالنساء دل ہی دل میں ہنسنے لگی، یہ پاگل ناگ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے...... وہ نہیں جانتا کہ اصلیت کیا ہے، لیکن کیا کرتی...... کیا بتاتی اسے؟ کافی دیر تک کاروشا اس کی ٹوکری کے گرد چکرا تارہا اور اس کے بعد وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا...... بہت وقت گزر گیا تھا اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نیم خوابیدگی کی کیفیت تھی کہ اچانک ہی اس کے جسم کو دھکا لگا اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ نیچے گر رہی ہو...... ٹوکری درحقیقت نیچے گر رہی تھی، غالباً وہ کسی اونچی جگہ رکھ دی گئی تھی، لیکن دوسرے لمحے اسے ساری حقیقت معلوم ہو گئی...... ٹوکری کو اوپر سے نیچے گرانے والا بھی کاروشا ہی تھا جس نے بڑی محنت کر کے اس کو نیچے پھینکا تھا اور نیچے گر کر ٹوکری کا ڈھکن کھل گیا...... مہرالنساء نے کاروشا کو دیکھا تھا جو اس کے قریب ہی موجود تھا اور ابھی دیوار سے نیچے اترا تھا...... کاروشا اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"جلدی سے باہر نکل چلو...... اس وقت سب سو رہے ہیں...... اگر سپیرا جاگ گیا تو پھر تمہیں پکڑ لے گا" مہرالنساء نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور اس کے بعد وہ کاروشا کے ساتھ زمین پر بل کھاتی ہوئی آگے بڑھتی رہی...... تھوڑی دیر بعد کاروشا ایک نالی کے ذریعے باہر نکل آیا تھا...... باہر جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں...... ایک درخت تھا جس کے تنے کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ تھا...... کاروشا نے غالباً اسی سوراخ میں اپنا ٹھکانہ بنایا تھا...... اندر جا کر یہ سوراخ بہت بڑا تھا اور اتنا کشادہ تھا کہ وہ دونوں کنڈلی مار کر وہاں بیٹھ سکتے تھے، اس سوراخ میں

داخل ہونے کے بعد کاروشا نے کہا۔

"فی الحال یہ محفوظ جگہ ہے اور ہمیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی"۔

"تم نے مجھے آزاد کرانے کے لئے بہت کوشش کی ہے کاروشا"۔

"میں تمہارے لئے دیوانہ ہو گیا ہوں...... اب میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں رہا ہے...... میں تمہیں آزاد کرائے بغیر خود زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا"۔

"کاروشا...... تم ناگ ہو نا"۔

"ہاں...... کیوں؟"۔

"مگر میں ناگن نہیں ہوں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مجھے ایک بات بتاؤ"۔

"ہاں پوچھو"۔

"کیا تم سانپوں کے پاس ایسی کوئی شناخت نہیں ہوتی کہ تم ناگن کا پتا چلا سکو"۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو...... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی"۔

"اچھا یہ بتاؤ...... تم نے پہلے کبھی مجھے اپنے قبیلے میں دیکھا"۔

"نہیں"۔

"وجہ بتا سکتے ہو"۔

"وجہ صاف ظاہر ہے تم کسی اور قبیلے میں رہتی ہو گی"۔

"نہیں کاروشا اپنے خیال کی تصحیح کرلو...... میں سرے سے ناگن ہوں ہی نہیں"۔

"کیا کہہ رہی ہو تم میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا"۔

"میں انسان ہوں"۔

"کیا......؟" کاروشا حیرت سے بولا۔

"ہاں میں انسان ہوں" کاروشا بہت شدید حیرت کا شکار ہو گیا تھا...... اس نے کہا۔

"تو کیا انسانوں میں اچھادھاری ہوتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ہم ناگوں میں جب ہماری عمر ہزار سال ہو جاتی ہے تو یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم اپنی مرضی سے روپ بدل لیتے ہیں...... انسان بھی بن سکتے ہیں...... جانور بھی...... جو چاہیں بن سکتے ہیں تو کیا انسانوں میں بھی ہزار سال کی عمر ہو جانے کے بعد ایسی کوئی قوت پیدا ہو جاتی ہے...... کاروشا نے معصومیت سے پوچھا اور مہر النساء ہنس پڑی، پھر بولی۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے"۔

"تو پھر تم کیسے کہتی ہو کہ تم انسان ہو"۔

"کاروشا ہمارے ہاں جادو منتر ہوتے ہیں"۔

"وہ تو ہمارے ہاں بھی ہوتے ہیں"۔

"ایک جادوگر نے مجھے ناگن بنا دیا ہے"۔

"جھوٹ بولتی ہو تم"۔

"سچ کہتی ہوں کاروشا...... بالکل سچ کہتی ہوں"۔

"تو کیا واقعی؟"۔

"ہاں کاروشا"۔

"لیکن پھر ہوا کیا ہو گا میں تمہاری بات کیسے مانوں؟"۔

"کاروشا تم بتاؤ کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے کہ تم میری بات کا یقین کرلو" کاروشا ایک لمحے سوچتا رہا اور پھر وہ آگے بڑھا...... اس نے اپنا منہ مہر النساء کے جسم سے لگا دیا...... وہ اس کے کالے چمکدار اور لچکدار جسم کو سونگھ رہا تھا...... دیر تک وہ اسے سونگھتا رہا پھر مایوس لہجے میں بولا۔

"ہاں...... تمہارے بدن میں کسی ناگن کی بدبو نہیں ہے، مگر یہ سب کچھ کیا ہے...... ایسا میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا...... ناگن یا ناگ تو اچھادھاری بن جاتے ہیں، مگر کسی انسان کو

ناگ بنتے ہوئے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا...... یہ تو واقعی بڑی عجیب بات ہے...... بہت ہی
عجیب بات ہے۔

"کیا تم مجھے اپنی کہانی سناؤ گی؟"۔

"چھوڑو...... تم ایک سانپ ہو میری کہانی سن کر کیا کرو گے"۔

"دل چاہتا ہے باقی تمہاری مرضی ہے"۔

"پھر بھی میری یہ آرزو ہے کہ میں تمہارے بارے میں جانوں" وہ بولا اور مہرالنساء
سوچ میں ڈوب گئی، اس وقت تقدیر نے اسے جو کچھ بنا دیا تھا وہ الگ ہی بات تھی اور آنے
والے وقت میں جو کچھ ہونے والا تھا وہ بالکل الگ...... وہ اس کو اپنی کہانی سنانے لگی اور کاروشا
خاموشی سے پھن نیچے ڈالے یہ کہانی سنتا رہا...... مہرالنساء کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے
اور کاروشا سنجیدگی سے یہ ساری کہانی سن رہا تھا...... مہرالنساء کے خاموش ہونے کے بعد وہ
بہت دیر تک خاموش رہا...... پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"بہت دکھ بھری کہانی ہے اور اس کہانی میں بڑی عجیب و غریب باتیں سامنے آئی
ہیں...... تعجب کی بات ہے...... تعجب کی بات ہے لیکن ایک سوال میرے دل میں بار بار پیدا
ہو رہا ہے"۔

"وہ کیا کاروشا؟"۔

"تم اپنے باپ کے پاس واپس کیوں نہیں چلی گئیں...... بے شک تمہارا بدن کشکا کا تھا
لیکن تمہاری روح تو مہرالنساء کی تھی اور پھر تم کہتی ہو کہ تمہارے باپ ایک علم والے آدمی
تھے، وہ تمہیں ضرور پہچان لیتے"۔

"کاروشا میں نے دنیا بہت کم دیکھی ہے...... اس میں کوئی شک نہیں کہ تقدیر نے مجھے
ان راستوں پر لا ڈالا جن پر میں نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا...... میں تو ماں باپ
کے زیر سایہ پلنے والی ایک معصوم سی لڑکی تھی لیکن تقدیر مجھ سے کچھ اور ہی کھیل کھیلنا چاہتی
تھی...... میں کوئی راستہ نہیں جانتی...... بھٹک کر کہاں سے کہاں آ گئی ہوں...... یہ بھی نہیں

تی کہ میرے ماں باپ کہاں رہتے ہیں؟ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم...... اس جگہ کا نام حسن
تو جہاں ہم رہتے تھے، لیکن حسن پور کہاں ہے...... مجھے کچھ پتا نہیں جن چکروں میں
پھنس رہی ہوں اب تو میں نے ان کے بارے میں تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے...... میں نہیں
تی کہ...... کہ سب کچھ کیا ہے اور میں کس طرح اپنے ماں باپ تک پہنچ سکتی ہوں" کاروشا
نے پھر کوئی جواب نہیں دیا تھا...... بہت دیر تک وہ وہاں رکے پھر کاروشا نے کہا۔

"اب تم کیا چاہتی ہو......؟ یہاں سے نکل جاؤ...... یہ جگہ خطرناک ہو سکتی ہے...... میں
نے تمہیں آزاد کرا لیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ نارائن تمہیں تلاش کرے گا...... کہیں ایسا نہ
ہو کہ تم دوبارہ نارائن کے ہاتھ لگ جاؤ...... ویسے تو وہ برا آدمی نہیں ہے، لیکن پھر بھی...... تم
ہا گن ہو ہی نہیں...... بلاوجہ اس کی قید میں رہو گی"۔

"ایک بات کہوں کاروشا؟"۔

"ہاں کہو"۔

"نارائن بہت اچھا آدمی ہے...... اس کے گھر کے حالات بڑے افسوس ناک ہیں......
ن جوان بیٹیاں ہیں اس کی...... تم انسانوں کے مسائل نہیں جانتے کاروشا...... اس زمین پر
سان بہت مجبور ہیں...... بیٹیوں والے بیٹیوں کے لئے پریشان ہیں...... اس گھر میں تین
کیاں ہیں اور ان لڑکیوں کے لئے ان کا باپ کچھ نہیں کر پا رہا...... وہ ایک مظلوم آدمی
ہے...... بے سہارا ہے...... اس کے پاس اپنی بچیوں کے مستقبل کے لئے کوئی راستہ نہیں
ہے...... وہ دن رات ان کے لئے پریشان رہتا ہے...... میرے دل میں ان کے لئے بڑا دکھ
ہے...... کاروشا سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"انسانوں کا سب سے بڑا مسئلہ دولت ہوتی ہے...... اگر انہیں دولت مل جائے تو ان
کے مسائل حل ہو جاتے ہیں"۔

"ہاں...... انسان نے اپنے اوپر یہی بدنصیبی طاری کر لی ہے...... دولت انسان کا سب
سے بڑا مسئلہ ہے"۔

"دولت...... سونے کے انبار اور چمکدار پتھروں میں چھپی ہوتی ہے...... مجھے ایک بڑی جگہ کا پتا ہے جہاں ایک شخص نے ایک برتن میں پیلی دھات کے سکے دفن کیے تھے...... وہ برتن ان سکوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ شخص مر گیا...... ہم سانپ چونکہ زمین کے نیچے نیچے گھومتے رہتے ہیں، اس لئے بہت سی چیزیں خود بخود ہمارے علم میں آجاتی ہیں اور کیونکہ وہ ہمارے کام کی نہیں ہوتیں اس لئے بڑا مسئلہ بن جاتا ہے"۔

"کیا واقعی تمہیں کسی ایسی جگہ کا علم ہے"۔

"ہاں"۔

"آہ...... پھر ہم نارائن کو اس بارے میں کیسے بتائیں...... کیا کیا جائے......؟"۔

"یہ کام میں کر سکتا ہوں" وہ بولا اور مہر النساء چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم"۔

"ہوں...... تمہیں معلوم نہیں...... یقیناً نہیں معلوم کیونکہ نا تم ناگن ہو نہ سپیرے اور ناگ کا رشتہ جانتی ہو...... یہ سپیرے بین کی زبان میں ہمیں بتاتے ہیں کہ کتنے عرصے وہ ہمیں اپنے ساتھ رکھیں گے...... ہمارے درمیان جادو منتر کے ذریعے معاہدے ہوتے ہیں اور ہم دونوں ان معاہدوں پر کام کرتے ہیں...... ہم انہیں بتاتے ہیں کہ ہم ان سے کیا چاہتے ہیں اور وہ ہمیں بتاتے ہیں...... شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ جب سپیروں کو ان کے باپ دادا سانپوں کے بارے میں بتاتے ہیں تو سانپوں کی پھنکار بھی انہیں بتائی جاتی ہے اور اس طرح سانپ اور سپیرے کے درمیان رابطہ قائم رہتا ہے مگر یہ کام خاندانی سپیرے کرتے ہیں...... عام سپیرے نہ تو سانپ کی زبان کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی انہیں یہ آواز سمجھائی جاتی ہے"۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو کاروشا؟"۔

"تم سے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا میں" کاروشا نے عجیب سے لہجے میں کہا اور مہر النساء خاموش ہوگئی...... زندگی کا یہ روپ بھی دیکھنا تھا کیسی انوکھی بات تھی...... بڑی بی

تھی...... تب مہر النساء نے کہا۔

"کیا تم مجھے سانپ اور سپیروں کی زبان سمجھا سکتے ہو...... سکھا سکتے ہو"۔

"تم سیکھنا چاہتی ہو"۔

"ہاں"۔

"تو ٹھیک ہے میں تمہیں یہ زبان بھی سکھادوں گا اور وہ جگہ بھی دکھادوں گا جہاں بڑی سکے دبے ہوئے ہیں"۔

"تب پھر...... مہر النساء نے مسرور لہجے میں کہا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ارجن شاستری کسی زمانے میں عمادالدین کا گہرا دوست تھا...... بچپن کی دوستی کبھی کبھی بڑی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے، حالانکہ دونوں کے مذہب الگ الگ تھے، لیکن ارجن شاستری اور عمادالدین کے درمیان کبھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ بچپن سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہوئے اور اس کے بعد عملی زندگی کا آغاز ہوا اور عملی زندگی نے دونوں کو ایک عجیب و غریب الجھن میں ڈال دیا...... ارجن شاستری نے بے شک زبردست علوم سیکھے تھے اور خاصے علم کا ماہر ہو گیا تھا، لیکن ایک ذرا سی گڑبڑ ہو گئی جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن گئے...... دونوں کو شدید قسم کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا...... ارجن شاستری جب کبھی تنہائی میں ہوتا اور غور کرتا تو بہر حال یہ بات تو اس کے دل کو لگتی تھی کہ وہ اگر برائیوں کے راستے پر جا رہا تھا تو عمادالدین نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر نیکیوں کے راستے اپنائے تھے اور بہت اچھے طریقے سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا، جبکہ اس کے بھائیوں نے اسے بہت نقصان پہنچایا تھا...... عمادالدین فطری طور پر ایک شریف آدمی تھا اور اس نے برائی کے جواب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بھلائی کی تھی لیکن بہر حال یہ سارا معاملہ جو ہوا تھا یہ بڑا افسوس ناک تھا...... ارجن سوچتا تھا کہ کاش...... بات اس حد تک رخ اختیار نہ کر چکی ہوتی، لیکن اب سب کچھ ختم ہو گیا تھا...... ساری بات ہاتھ سے نکل گئی تھی، جو کچھ ہو چکا تھا اسے نہ عمادالدین درست کر سکتا تھا نہ خود ارجن شاستری...... بیوی اور بیٹی سے ہاتھ دھونے کے بعد پھر بھلا عمادالدین سے دوستی کا کیا

سوال پیدا ہوتا تھا...... عمادالدین کو وہ جس انداز میں شکست دینا چاہتا تھا، اس کے لئے اس نے بڑی محنت سے سوچا تھا، لیکن تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی...... مہرالنساء کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ عمادالدین کی سیدھی سادھی...... معصوم اور پردہ دار لڑکی ہے، وہ جس طرح چاہے گا اسے اپنے جال میں گرفتار کر کے اس سے کام لے سکتا ہے، لیکن ایسا آسان نہیں ہوا تھا اور مہرالنساء نے اسے ناکوں چنے چبوا دیئے تھے، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ مہرالنساء اس کے لئے بہت بڑا عذاب بن گئی تھی اور وہ اپنی ناکامیوں سے جھنجھلایا ہوا تھا...... مہرالنساء سے کشکا کا بدن چھین کر اس نے اسے ناگن بنا دیا تھا اور ناگن نکل گئی تھی، لیکن اسے یہ پتا نہیں تھا کہ وہ مزید حماقت کر بیٹھا ہے اور اب اس حماقت کا کوئی حل اس کے پاس نہیں ہے...... جب تک کشکا کے بدن میں مہرالنساء کی روح تھی کشکا کا جسم تر و تازہ رہتا تھا اور تمام ضرورتیں پوری ہو جاتی تھیں، اس کے بدن کی شان و شوکت رکھنے کی، لیکن دوسرے دن ارجن شاستری نے اس بدن سے بدبو اٹھتی ہوئی محسوس کی، اس کا رنگ بگڑ گیا تھا اور اب ایک مردہ جسم تیزی سے مائل تھا کہ وہ اپنی حیات کھو بیٹھے...... یہ دیکھ کر ارجن شاستری پاگل ہو گیا تھا...... پھر وہ مہرالنساء...... مہرالنساء چیختا ہوا وہاں سے دوڑ پڑا...... اب اسے اس ناگن کی تلاش تھی جو اس نے اپنے ہاتھ سے بنا ڈالی تھی، لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے نتیجے میں اسے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا...... مہرالنساء کا اب کہیں پتا نہیں تھا...... وہ چاروں طرف اب اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا...... اس کے حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

"مہرالنساء...... واپس آ جا...... میرے سامنے آ جا مہرالنساء...... وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے کچھ نہیں کہوں گا...... تجھے کشکا کا بدن واپس دے دوں گا...... آہ میری کشکا کا چہرہ تو میرے سامنے رہتا تھا...... اس کا شریر تو دیکھ لیا کرتا تھا میں کبھی، آہ...... مہرالنساء اس کا شریر گل رہا ہے...... وہ ختم ہو جائے گا...... مہرالنساء بیٹی...... میں تجھے تیری مرضی کے خلاف کبھی مجبور نہیں کروں گا...... میری کشکا کا شریر بچا لے...... مہرالنساء...... مہرالنساء" جنگلوں، پہاڑوں میں چیختا پھر رہا تھا وہ لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مہرالنساء کتنی دور نکل گئی ہے...... پھر دوسرا اور

تیسرا دن بھی گزر گیا اور مہر النساء کی تلاش میں ناکام رہ کر جب وہ واپس جھونپڑی کی طرف آیا جہاں کشکا کا بدن پڑا ہوا تھا تو دور دور تک بدبو کے شدید بھبکے پھیلے ہوئے تھے..... اتنے کہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا، وہ اندر پہنچا اور اس نے کشکا کے بدن کو دیکھا جس سے بہت سارے کیڑے مکوڑے لپٹے ہوئے تھے اور اس کے بدن میں جگہ جگہ سوراخ ہو گئے تھے..... سارا چہرہ گل سڑ گیا تھا..... آنکھوں کی جگہ گڑھے نظر آ رہے تھے..... ارجن شاستری دھاڑیں مار مار کر رونے لگا..... مہر النساء بیٹی میری کشکا کا بدن خراب ہو گیا..... تو نے..... تو نے مگر نہیں تو نے کچھ نہیں کیا..... یہ جو کچھ کیا ہے میں نے ہی کیا ہے..... وہ رو رہا تھا لیکن مہر النساء ان تمام حالات سے بے خبر کاروشا کے ساتھ رات کی تاریکیوں کا سفر کر رہی تھی..... کاروشا اسے وہ خزانہ دکھانے لے جا رہا تھا جو اس نے دیکھا تھا اور جس سے بیچارے نارائن کے حالات بدل سکتے تھے..... وہ لوگ رات کی تاریکیوں میں سفر کرتے رہے، جس بستی سے وہ گزر رہے تھے وہ گہری نیند سو رہی تھی اور وہاں مکمل خاموشی اور سناٹا طاری تھا..... چاند کی پیلی روشنی میں زمین پر دو خوبصورت سانپ برق رفتاری سے سفر کر رہے تھے اور ان کا رخ ان کھنڈرات کی طرف تھا جو اب سامنے ہی نظر آ رہے تھے..... تھوڑی دیر کے بعد کاروشا مہر النساء کو لے کر ان کھنڈرات میں داخل ہو گیا..... یہ بھی زندگی کا ایک عجیب و غریب تجربہ تھا..... جب کوئی انسان کسی سانپ کی شکل میں زمین کی گہرائیاں ناپ رہا ہو اور دیکھ رہا ہو کہ زمین کے نیچے کی دنیا کیا ہے؟ بہر حال کاروشا اپنی یادداشت کی بنا پر مختلف جگہوں سے گزرتا ہوا آخر کار ایک زیر زمین جگہ میں داخل ہو گیا جہاں بڑے بڑے طاق بنے ہوئے تھے..... جہاں ایک بہت بڑی مٹی کی ہانڈی دفن تھی اور مٹی کی اس ہانڈی میں سنہری اشرفیاں لبالب بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں..... یہ بہت بڑی ہانڈی تھی اور اتنی اشرفیاں تھیں کہ ان سے نارائن امیر کبیر آدمی بن سکتا تھا..... مہر النساء کو اس بات کی خوشی ہوئی کہ وہ انسان ہو کر کسی انسان کے کام آ رہی ہے..... یہ تو بہت بڑی سعادت ہوتی ہے کہ کوئی کسی کے لئے زندگی کا ذریعہ بن جائے..... بہر حال کاروشا نے اسے تمام راستے سمجھائے، نشانات دکھائے اور اس کے بعد دونوں وہاں

سے نکل آئے..... کاروشا باہر ایک صاف ستھری اور سپاٹ جگہ آنے کے بعد بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ مہر النساء تم نارائن کو جو آواز میں نے تمہیں سکھائی ہے اس کے ذریعے اس خزانے کے بارے میں بتا دو گی"۔

"مجھے ان آوازوں کی اور مشق کرا دو، کیونکہ بہر حال میں نہیں جانتی کہ میرے منہ سے نکلنے والی پھنکاریں نارائن سمجھ سکے گا"۔

"تو ٹھیک ہے آج رات یہی کام کرتے ہیں" پھر سانپوں کی زبان مہر النساء کی سمجھ میں آنے لگی..... سانپ ایک دوسرے سے کس انداز میں گفتگو کر سکتے تھے، لیکن ایک ناگن کسی سپیرے کو اپنی پھنکار سے اپنا مقصد سمجھا سکے تو یقیناً یہ انسانی معلومات میں اضافہ بھی تھا اور ایک حیرت ناک عمل بھی، لیکن ظاہر ہے کاروشا غلط نہیں کہہ رہا ہو گا، جب اس کی ایک بات سچ ثابت ہو گئی ہے تو دوسری بات بھی سو فیصدی سچ ہو گی..... مہر النساء کو اس بات کا پورا پورا یقین تھا..... اس رات وہ کاروشا سے ساری تفصیلات حاصل کرتی رہی اور اسے یہ عمل خاصا دلچسپ محسوس ہوا..... یہاں تک کہ چاند ڈوب گیا اور اس کے بعد صبح کے اجالے نے آہستہ آہستہ سر ابھارا تو کاروشا کہنے لگا۔

"دن کی روشنی میں خبردار وہاں جانے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں کیونکہ جن راستوں سے تم گزرو گی ان راستوں پر زندگی نہیں ملتی"۔

"میں جانتی ہوں" مہر النساء نے کہا..... کاروشا دن بھر اس کے ساتھ رہا..... دونوں نے اپنی خوراک تلاش کی تھی جو انہی کھنڈرات سے انہیں حاصل ہو گئی تھی اور پھر جب شام ہو گئی تو مہر النساء تیار ہو گئی..... البتہ جب وہ رات کی تاریکیوں میں وہاں سے آگے بڑھی تو اس نے دیکھا کہ کاروشا اپنی جگہ رک گیا ہے..... مہر النساء نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اور بولی۔

"کیوں..... تم ساتھ کیوں نہیں آ رہے" کاروشا نے آہستہ سے کہا۔

"تم جاؤ..... میرا تمہارے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے" مہر النساء نے کوئی تعرض نہیں کیا اور وہ برق رفتاری سے رات کی تاریکیوں میں سنسان راستے تلاش کرتی ہوئی نارائن

کے گھر کی طرف چل پڑی اور یہ بھی دلچسپ بات تھی کہ وہ چھپتی چھپاتی نارائن کے گھر میں
داخل ہوئی تو اسی کے بارے میں جھگڑا ہو رہا تھا...... نارائن کا نوجوان بیٹا بنسی سر جھکائے
ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور نارائن اس پر بگڑ رہا تھا۔

"حرام خور...... بانس کا بانس ہو گیا اور تمیز نہیں آئی...... کیا خوبصورت ناگن تھی،
ارے چار پیسے تو اس کے مل ہی جاتے...... اپنی ماتا کو دیکھ سسری ہمیشہ میرے پیچھے پڑی رہتی
ہے...... ارے ایسے نکھٹو جن دیئے تھے میں اکیلا جنا کیا اجاڑ پھونکوں...... کیا کماؤں...... انہیں
دیکھو سانڈ کے سانڈ ہو گئے اور اتنا سا کام نہیں کیا گیا...... ناگن کو ٹوکری میں رکھا اور ایسی جگہ
[illegible] ٹوکری آسانی سے گر پڑے"۔

"[illegible]ے...... ہے تم [illegible] نام کیوں لے رہے ہو؟"۔

"اور کیا اپنی اماں کا نام لوں...... یا تیری [illegible] نام لوں...... ارے اس سے پوچھ اگر ناگن
رات کو سوتے میں لڑکیوں کو...... تجھے یا مجھے ڈس لیتی تو کیا ہوتا؟ ایسے رکھنی چاہئے تھی
ٹوکری"۔

"ابا...... تم یقین کرو میں نے ٹوکری اس طرح نہیں رکھی تھی...... پتا نہیں کیسے گر
پڑی...... ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں دیوار پر سانپ چڑھنے کے نشانات ہیں...... یوں لگتا ہے
جیسے ناگن کا ناگ آ گیا ہو"۔

"ہاں...... ہاں تجھے اس کے علاوہ اور کیا نظر آئے گا...... تو بھی تو اپنی ناگن کا ناگ ہے،
بلکہ کالا ناگ ہے...... باتیں بنا رہا ہے میرے سامنے...... ناگن کا ناگ آ گیا ہو گا...... کہاں سے
آ گیا ہو گا ناگن کا ناگ؟ ہیں...... تو پکڑ کر لایا تھا اسے"۔

"ابا...... تم یقین کرو میں نے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھا ہے...... دو سانپوں کے
نشانات ملتے ہیں زمین پر...... آنے اور جانے کے...... آیا ایک اور گئے دو ہیں...... اس کا
مطلب ہے ناگ آیا دیوار پر چڑھا...... ٹوکری گرائی اور ناگن کو لے گیا"۔

"تو بھی بیٹا کسی دیوار پر چڑھ جا...... جا کر...... وہ دھیا اسے سمجھا لے مجھ سے زیادہ فضول

[illegible]نہ کرے یہ...... مجھے سمجھا رہا ہے، حرام زادہ"۔

"ابا جب تمہارا دل چاہتا ہے مجھے دس بیس گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے ہو......
ٹھیک ہے اگر اس طرح سے تمہارا دل ٹھنڈا ہو رہا ہے تو تمہاری مرضی...... میں کیا کہہ
[illegible]ہوں بنسی نے کہا اور پھر پاؤں پٹختا ہوا گھر سے باہر نکل گیا"۔

"دیکھا دیکھا...... دیکھا اپنے جوان کے تیور کیا زمین پر گھمک پیدا کرتا ہوا نکلا ہے......
[illegible]ے میں کہتا ہوں"۔

"ارے بس...... بس بہت کہہ چکے تم...... اس لئے خاموش ہو گئی تھی کہ بیٹے کے
سامنے زبان کھولوں گی تو وہ بھی سر چڑھے گا...... ارے کیا میرے بچے کے پیچھے پڑ گئے ہو
تم...... چھوڑو پھر دھندا...... ناگ اور ناگنوں کا...... کچھ نہیں ملتا اس سے، جس چیز سے پیٹ نہ
بھرے اس کے پیچھے لگے رہنے کا کیا فائدہ؟ بس کہہ دیا ہے میں نے...... چھوڑو ان چکروں کو
اور کوئی ڈھنگ کا کام کرو...... محنت مزدوری کرو کھیتوں پر کام کرو"۔

"ہاں ہاں تو تو یہی چاہتی ہے نا...... ہل چلاؤں کھیتوں میں اور وہیں جان دے دوں"۔

"تو پھر بھاڑ میں جاؤ میری طرف سے...... مار وا سے جس نے تمہاری ناگن نکال دی"۔

"میری ناگن تو ہے بلکہ میری ہی کیا اس گھر میں سب سے بڑی تو ہی ناگن ہے"۔

"ہاں ہاں...... میں ہی ناگن ہوں...... زہر نکال دو میرا"۔

"نکالنا پڑے گا...... نکالنا پڑے گا" نارائن نے کہا اور غصے سے گھر سے باہر نکل گیا......
مہرالنساء چکی کے پاس بیٹھی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی...... یہ چکی شاید محلے یا پڑوس سے آئی
تھی، کیونکہ پچھلے دن اس چکی کے بارے میں ہی جھگڑا ہو رہا تھا، لیکن بہرحال دیکھنا یہ تھا کہ
اب آگے قصہ کیا ہوتا ہے اور مہرالنساء کو کس طرح یہ موقع ملتا ہے، چنانچہ وہ انتظار کرتی
رہی...... اس کے نکل جانے پر نارائن بہت دکھی تھا اور اس کا بیٹا بڑا دکھی، لیکن بہرحال
مہرالنساء انتظار کرتی رہی...... یہاں تک کہ رات ہو گئی...... رات کو وہ تاک میں رہی کہ گھر
کے لوگ پرسکون ہو جائیں اور وہ نارائن کو اپنی پھنکاروں سے متوجہ کرے...... زندگی کا بہت

ہی انوکھا تجربہ تھا، لیکن تجربات ہی زندگی ہوتے ہیں اور مہر النساء کو بالکل ہی ایک انو
ہونے کے باوجود زندگی کے جن تجربات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، وہ ناقابل یقین تھے۔
بہر حال زندگی بھی تھی اور تجربات بھی...... سو رات کو نارائن صحن میں آ کر بیٹھ گیا،
پریشان تھا بیوی بچے سب گہری نیند سو گئے...... رات خاصی گزر چکی تھی، اب نارائن
پکڑے بیٹھا ہوا تھا...... پھر اس نے نارائن کی آواز سنی۔

"اے بھگونت...... سنسار بنانے والا تو تو اکیلا ہی ہے...... پر یہ کیا ہے کہ سنسار میں
کو اتنا دکھی کر دیا ہے کہ اسے دکھ کھا جاتے ہیں اور کسی کو سکھ دیئے ہیں تو اتنے کہ دکھ نام
چیز کو وہ جانتے ہی نہیں ہیں...... میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ تیرے پاس انیائے نہیں ہے
پر بھگوان کچھ تو ہمارے لئے بھی کر دیا ہوتا...... اتنا تو ہوتا بھگوان...... کہ جو بیٹیاں تو نے
ہیں سنسار میں ان کے ہاتھ پیلے کر دیتے...... بڑی پریشانی ہے بھگوان...... کھانے کو رو
نہیں ہے...... بیٹیوں کے من میں بھی کیا آتی ہوگی، پتا نام کی چیز ہیں مگر ان کے لئے ک
نہیں کر سکتے...... ہماری جان کا ٹکڑا ہیں وہ...... مہر النساء ان الفاظ سے بہت متاثر ہوئی تھی۔
تھوڑی دیر تک وہ ان کے تاثر میں ڈوبی رہی...... پھر اچانک ہی اسے کاروشا کا سکھایا ہوا سبق
آیا اور اس کے منہ سے ایک پھنکار نکلی...... اس نے اس پھنکار کا ردعمل صاف دیکھا تھا
نارائن ایک دم چونک پڑا تھا، اس نے کہا۔

"لیکن...... یہ تو ہماری کھوئی ہوئی ناگن ہے" مہر النساء پھر پھنکاری...... اس نے کارو
کے دیئے ہوئے سبق کے مطابق کہا۔

"ہاں میں وہی ہوں جسے تو نے جنگلوں سے پکڑا تھا...... میں یہیں ہوں بھاگی نہیں
ہوں...... تیرا بیٹا بے قصور ہے، مگر میں تجھے کچھ بتانا چاہتی ہوں"۔

"بتا...... بتا کیا بتانا چاہتی ہے؟" نارائن بہر حال خاندانی سپیرا تھا اور سانپوں کی زبان
سمجھتا تھا...... مہر النساء کو اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ کاروشا کا سکھایا ہوا سبق غلط نہیں ہے
نارائن اسی زبان میں بات کر رہا تھا، یعنی وہ جو کچھ اپنی پھنکاروں میں کہہ رہی تھی نارائن اسے

اسی انداز میں دے رہا تھا اور مہر النساء بھی اس کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ رہی
مہر النساء پھر پھنکاری اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"ابھی تو بھگوان سے شکایت کر رہا تھا اپنے غریب ہونے کی...... کیا تو بے پناہ امیر ہونا
ہے...... کیا تیرے اندر اتنی ہمت ہے کہ بہت ساری دولت کو برداشت کر سکے"۔

"ہے...... ہے...... ہے...... ہے" نارائن پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا۔

"تو پھر میں تیرے سامنے آ رہی ہوں، تو مجھے پکڑنے کے چکر میں مت پڑ جانا...... میرا
اور میرے ساتھ ساتھ چل...... تھوڑا فاصلہ طے کرنا ہوگا تجھے...... ایسی چیز اپنے ساتھ
لے جس سے تو اشرفیوں کا ایک بڑا انبار اپنے ساتھ لا سکے...... زمین کھودنے کا بندوبست
کر لے اور میرے ساتھ چل...... آخری بار کہہ رہی ہوں کہ مجھے پکڑنے کی کوشش میں
پڑ جانا میرا پکڑنا تیرے لئے کوئی فائدہ مند نہیں ہوگا، لیکن اگر تو میرا پیچھا کرے گا تو سمجھ
کہ تیرے عیش ہی عیش ہیں"۔

"ابھی لے بھگونتی...... ابھی لے...... اے بھگوان کیا یہ سچ ہے...... کیا یہ سب سچ
ہے؟" نارائن ادھر ادھر بھاگنے لگا...... خاصا بدحواس ہو گیا تھا...... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
اس طرف دیکھ بھی رہا تھا...... پھر اس نے ٹاٹ کی ایک بوری...... رسی کا ایک لچھا اور ایک
زمین کھودنے والی اڑل اپنے ساتھ لی...... کندھے پر رکھ کر تیار ہو گیا تھا...... مہر النساء اپنی جگہ
نکلی اور اس کے سامنے آ گئی تھی...... نارائن کا بدن کانپنے لگا تھا...... اور مہر النساء دروازے
طرف بڑھ گئی تھی اور نارائن اس کے پیچھے چل پڑا...... اس کے منہ سے اب بھی حیرت
کی آوازیں نکل رہی تھیں...... باہر دنیا سوئی ہوئی تھی...... مہر النساء نارائن سے کچھ فاصلے
آگے چل رہی تھی اور نارائن تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا......
طے ہوتے رہے...... نارائن چلتا رہا...... ظاہر ہے کہ ناگ اور سپیرے کا جنم جنم کا رشتہ
ہے...... اگر مہر النساء کسی اور روپ میں ہوتی تو نارائن کو شاید اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ
کی تقدیر کے ستارے چمک رہے ہیں لیکن ایک ناگن اس سے مخاطب ہوئی تھی...... اس

کی رہنمائی کر رہی تھی...... نارائن کو پورا پورا یقین تھا کہ اس کا کہا غلط نہ ہو گا...... وہ دل ہی دل میں نجانے کیا کیا منصوبے بنائے جا رہا تھا اور اس کا سفر جاری تھا...... یہاں تک کہ وہ کھنڈرات آگئے جن میں خزانہ موجود تھا اور مہر النساء ان کھنڈرات میں داخل ہو گئی"۔

"ارے! یہ تو پر تیجومل کے کھنڈرات ہیں" نارائن کے منہ سے نکلا اور مہر النساء پھنکاری...... اس نے کہا۔

"آجا میرے ساتھ...... جو کچھ میں کہوں تجھ سے وہ کرتا رہ اور اپنے حواس قائم رکھ" مہر النساء اسے اسی جگہ لے گئی اور پھر اس نے آخری الفاظ کہے"۔

"اب یہاں کھدائی کر بالکل اس جگہ جہاں میں اس وقت کنڈلی مار کر بیٹھی ہوئی ہوں...... میں یہاں سے ہٹتی ہوں کھدائی ذرا احتیاط سے کرنا اور پھر نارائن مہر النساء کی ہدایت کے مطابق کھودنے لگا...... یہاں تک کہ مٹی کی وہ ہانڈی بر آمد ہو گئی اور نارائن نے اس میں بھری ہوئی اشرفیاں دیکھیں۔

"اے بھگوان...... اے بھگونتی...... وہ سونے کے سکوں کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا اور مہر النساء نے نفرت سے منہ بنایا...... کچے دھرم والوں کا غلط عقیدہ...... بھلا دولت کو سجدہ کرنا بھی کوئی معانی رکھتا ہے...... سجدہ کرنے کے لئے تو بس ایک ہی ذات ہے...... اسے جتنے سجدے کرو گے اتنا ہی اس سے فیض حاصل ہو گا...... مہر النساء نے سوچا اور وہاں سے چل پڑی...... اب ان کھنڈرات میں رکنا نہ اس کے لئے ضروری تھا نہ ممکن...... اتنا اندازہ اسے ہو چکا تھا کہ کاروشا یہاں سے جا چکا ہے...... ویسے ایک اچھا ساتھی تھا ایک اچھا ناگ...... اگر ساتھ رہتا تو کوئی ہرج نہیں تھا، لیکن وہ ساتھ چاہتا تھا مہر النساء کے لئے ممکن نہ تھا، چنانچہ اب یہاں سے چل کر کسی اور جگہ قیام کیا جائے...... سوچتی تو دل کی دکھن حد سے زیادہ بڑھ جاتی...... بھلا ایک ناگن ایک موذی جانور کی حیثیت سے زندگی گزارنا بھی کوئی معانی رکھتا ہے۔

ارجن شاستری کے سینے میں آگ سلگ رہی تھی...... اس نے اپنے ہاتھوں سے بیٹی کی ارتھی بنائی تھی اور اس کی چتا جلادی تھی...... چتا کے شعلے بجھتے جا رہے تھے...... کشکاوتی کی موت تو بہت پہلے ہو گئی تھی، لیکن ارجن کے ذہن کا شیطان...... مہر النساء کو اس کے بدن کا قیدی بنا کر بہت مطمئن تھا اور یہ حقیقت تھی کہ مہر النساء سے کشکا کا بدن ارجن ہی چھین سکتا تھا...... اس نے شدت جوش سے مہر النساء کو ناگن کا بدن دے دیا تھا، لیکن اب اس کا دل بری طرح رو رہا تھا، جو کرنا چاہتا تھا وہ کر تو بیٹھا تھا لیکن کرنے کے بعد جو ہو رہا تھا وہ بڑا ہی دکھ والا تھا اور ارجن شاستری کو احساس ہو رہا تھا کہ زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے اس نے...... وہ زار و قطار رو رہا تھا اور چتا کے سلگتے ہوئے شعلوں کے سامنے کہہ رہا تھا۔

"بڑا ہی پاپی ہوں میں...... بڑا ہی کمینہ ہوں...... ہاں میں بڑا ہی کمینہ ہوں...... اگر میرا من تجھے دیکھنے کو چاہتا تھا کشکا تو میں تیرے شریر کو تلاش کر کے تجھے چلتے پھرتے روپ میں تو دیکھ لیتا تھا...... ارے بھگوان...... اپنے ہاتھوں سے میں نے اپنی یہ آس بھی کھودی...... اب کس کے سہارے جیون بیتاؤں...... بتا مجھے میری بیٹی...... کیا کروں میں؟" چتا کے شعلے بجھ گئے لیکن ارجن اپنی ہڈیوں والے جسم کے ساتھ رات بھر وہیں کھڑا رہا اور روتا رہا، لیکن بعد میں رونے والے بے مقصد ہی روتے ہیں، انہیں ان آنسوؤں سے کچھ نہیں ملتا...... صبح کے سورج نے ارجن کو یہی بات بتائی تھی وہ مایوسی کے انداز میں آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا باغ کے ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا...... یہ جادو نگری اس کی اپنی تھی...... بہت بڑا جادوگر تھا وہ، لیکن اس خیال سے کہ بہت بڑا جادوگر ہوں...... اسے خود ہی اپنے آپ سے نفرت

ہونے لگی...... اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"واقعی...... میں بہت بڑا جادوگر ہوں...... اتنا بڑا جادوگر کہ میرے بدن پر گوشت کی ایک بوٹی نہیں ہے...... میری پتنی اور بیٹی مر چکی ہیں...... ارے واہ رے...... ارجن شاستری کہاں ہیں تیرے بیر...... کہاں ہیں تیرے غلام؟ آؤ رے آؤ...... سب آجاؤ میرے سامنے آجاؤ...... ذرا تمہارے ساتھ ایک سبھا تو لگالوں...... آؤ تمہارا شاستری تمہیں حکم دیتا ہے، سب آجاؤ" اور درختوں کے تنوں کے عقب سے عجیب و غریب شکلیں باہر نکلنے لگیں...... کسی کا سر ایک بہت بڑے غبارے سے بھی بڑا اور بدن سوکھا...... کسی کا بدن ڈھول کی طرح پھولا ہوا...... کوئی عورت کوئی مرد بھیانک شکلوں کے...... پندرہ بیس غلام باہر آگئے اور ارجن شاستری انہیں دیکھتا رہا۔

"بیٹھ جاؤ" اس نے کہا اور سب گردن جھکا کر بیٹھ گئے...... ان کے جسم سے سڑاند اٹھ رہی تھی اور ساری فضا اس سڑاند سے غلاظت آلود ہوگئی تھی...... ارجن شاستری نے کہا۔

"بولو...... کیا دے سکتے ہو تم مجھے؟ میں تم سے سوال کرتا ہوں جواب دو گے مجھے"۔

"ہاں...... جواب دیں گے"۔

"تو پھر جواب دو مجھے"۔

"سوال پوچھو" ایک بھتنے نے کہا۔

"میں کون ہوں"۔

"ارجن...... مہاراج...... ارجن شاستری"۔

"ہوں اور تم ہو میرے غلام"۔

"ہم سب تمہارے غلام ہیں"۔

"میرے غلاموں کیا تم مجھے میرا شریر واپس کر سکتے ہو...... میرا وہ بدن دے سکتے ہو مجھے جو تھا"۔

"نہیں" سب نے بیک وقت جواب دیا...... اس وقت جو کانفرنس یہاں ہو رہی تھی وہ

قدر ہولناک اور بھیانک تھی کہ دیکھنے والے اگر دیکھ لیتے تو ان کے کلیجے ہی پھٹ جاتے...... ارجن شاستری نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم تو بڑے شکتی مان ہو...... مجھے میرے شریر کا گوشت نہیں دے سکتے"۔

"ہماری شکتی تو تم ہو ارجن شاستری...... ہم تو تمہارے بیر ہیں...... تمہارے داس ہیں جو شکتی تمہارے گیان میں ہے وہی تو ہمیں جیتا رکھتی ہے...... اگر تم اپنی شکتی سے اپنے بدن کا گوشت حاصل نہیں کر سکتے تو ہم بھلا وہ گوشت تمہیں کیسے دے سکتے ہیں"۔

"تو تم کس مرض کی دوا ہو؟" مجھے بتاؤ۔

"نہیں شاستری مہاراج...... ہم تو بس تمہارے داس ہیں...... ہمیں تو صرف وہی کرنا آتا ہے جو تمہیں کرنا آتا ہے...... تمہیں اپنے شریر سے محروم ایک مسلمان نے کیا ہے...... تمہارا کھیل تو اسی کے ساتھ ہے...... ہم بھلا کیا دے سکتے ہیں تمہیں"۔

"تو تم بھاڑ میں کیوں نہ جاؤ...... کیا فائدہ تمہارے ہونے سے ہے...... میں نے سارا جیون تمہارے لئے طرح طرح کے جاپ کئے...... تمہیں اپنے قبضے میں کیا اور تم میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے" میرا شریر مجھے نہیں دے سکتے تو ایسا کرو کہ میری کشکاوتی اور میری دھرم پتنی کے شریر نرگ سے یعنی جہنم سے نکال لاؤ...... وہ شریر مجھے دے دو"۔

"ہم نرگ تک نہیں جا سکتے مہاراج...... ہم تمہیں وہ شریر نہیں دے سکتے"۔

"تمہارا ستیاناس...... پھر بتاؤ تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟" بولو...... کیا کر سکتے ہو تم میرے لئے؟"۔

"ہم تمہارے لئے رو سکتے ہیں مہاراج...... تمہارے لئے دکھی ہو سکتے ہیں اور وہ کر سکتے ہیں جو تم کہو گے"۔

"بھاڑ میں جاؤ تم...... چولہے میں جاؤ...... رو تو میں خود رہا ہوں...... ارے ایسے رو رہا ہوں میں کہ بس...... بھگوان اس سنسار میں کسی کو نہ رلائے...... ایسے روتا رہا ہوں میں"۔

"کیا کریں ہم...... ہم کیا کر سکتے ہیں...... ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے...... کیا سمجھے"۔

"ہاں میں جانتا ہوں تم کچھ نہیں کر سکتے...... نہ تم مجھے میری کشکا دے سکتے ہو اور نہ تم میری دھرم پتنی دے سکتے ہو، نہ مجھے میرا شریر دے سکتے ہو تو پھر میں تمہارا کیا اچار ڈالوں...... برا ہی تو کیا تھا میں نے...... سچ مچ برا ہی تو کیا تھا کہ تھوڑے سے پیسوں کے لئے جسونت رائے کا پورا گھرانہ ختم کرنے پر تل گیا تھا...... بہت برا کیا تھا میں نے...... بھگوان کی سوگند بہت برا کیا تھا...... ہرے بھگوان آج تیرا نام پھر سے میری زبان پر آگیا ہے...... میں نے پھر تیرا نام لے کر تجھے پکارا ہے بھگوان...... سچ بات یہ ہے کہ انسان کتنا ہی غلط راستوں پر جا نکلے، ایک نہ ایک دن تیری طرف اس کی واپسی ہوتی ہے...... بھگوان...... میں نے شیطان سے رابطہ قائم کیا ہوا تھا، لیکن برائی برائی ہی ہے...... ایک دن شیطان کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن تیری طرف آنے والے راستے کبھی بند نہیں ہوتے...... بھگوان تیرا نام دوبارہ میری زبان پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ تو نے مجھے پکار لیا ہے...... آرہا ہوں بھگوان...... تیری طرف آرہا ہوں...... ارے جاؤ کمبخت مارو...... تم جا کر کسی جوہڑ میں گر جاؤ...... مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے اب...... اس نے سامنے بیٹھے ہوئے بیروں سے کہا اور سارے بیرے اٹھ کر بھاگ گئے...... ارجن شاستری کا ڈھانچہ تنہا رہ گیا تھا، اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے اور رونے لگا، پھر بولا۔

"بھگوان...... بھگوان...... برا ہو گیا تھا مجھ سے...... بہت برا ہو گیا تھا مجھ سے...... کیا کروں...... مجھے اپنی طرف آنے کا راستہ دکھا...... میں تو اندھا ہو چکا ہوں...... راستہ دکھا بھگوان مجھے...... وہ زار و قطار روتا رہا اور پھر اس نے خود ہی آہستہ سے کہا"۔

"حسن پور...... ہاں...... جرم تو میں نے عماد الدین کا کیا تھا...... مجرم تو میں عماد الدین کا ہوں...... میرے بچپن کا دوست، بھائیوں جیسا عماد الدین اب میرا بدترین دشمن ہے...... عماد الدین معاف کر دے مجھے میرے بھائی...... آرہا ہوں میں...... تیری طرف اب حسن پور ہی میں مجھے پناہ مل سکتی ہے...... ارجن شاستری اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر چھپتا چھپاتا حسن پور کی جانب چل پڑا...... دنیا سے بچنا بھی ضروری تھا، کیا کیا جاتا۔

کسی کی خوشیوں میں شریک ہونا بھی انسان کے لئے نہ صرف خوشی کا باعث ہے بلکہ اگر خود کوئی پودا لگایا جائے اور اس سے پھل برسنے لگیں تو اپنی خوشیاں بے پناہ ہو جاتی ہیں...... نارائن کو یہ عظیم الشان خزانہ دینے کے بعد مہر النساء نے سوچا تھا کہ اب یہاں سے نکل جائے کوئی کام تو رہا نہیں تھا اب...... نارائن خزانہ لے کر گھر چلا گیا تھا اور مہر النساء وہیں کھنڈرات میں پڑی سوچتی رہی تھی کہ اب کیا کرے...... ناگن کے روپ میں زیادہ سے زیادہ کہاں جا سکتی ہے، جہاں تک گئی تھی وہاں سے واپس انہی پرسکون کھنڈرات میں لوٹ آئی تھی...... نجانے کیوں اس کا دل وہاں سے جانے کو نہیں چاہا تھا...... بہر حال سوچتی رہی کہ کیا کرے...... کئی دن وہاں گزر گئے...... پھر اسے نارائن یاد آیا اور اس نے سوچا کہ جا کر اس کے گھر کے حالات تو دیکھ لے...... راتوں کو چھپتی چھپاتی نارائن کے گھر پہنچی تھی اور وہاں جو اس نے خوشیوں کا بسیرا دیکھا تھا تو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا تھا...... نارائن اس کی دھرم پتنی اس کی بیٹیاں اور بیٹا...... بس پھولے پھولے پھر رہے تھے، لگتا تھا جیسے انہیں ایک نیا سنسار مل گیا ہو...... دولت بھی کیا خراب شے ہوتی ہے...... بیچارہ شاستری دولت کے حصول کے جال میں ہی تو پھنس گیا تھا...... اپنا شریر کھو بیٹھا...... خاندان تباہ ہو گئے، کچھ بھی نہیں تھا اس کے پاس...... نجانے کہاں مر رہا ہے...... خیر جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ تو کچھ بھی ہو جائے کبھی نہیں کروں گی میں...... بس کبھی کبھی اس کے لئے دل میں رحم کے کچھ جذبات جاگ اٹھتے ہیں...... آخر میرے باپ کا دوست تھا لیکن اب کیا کروں...... کہاں

جاؤں...... پتا نہیں حسن پور کے راستے کیسے ہیں، کس طرف ہیں...... مجھے تو کچھ نہیں معلوم ان کے بارے میں ورنہ وہیں جاتی...... دیکھتی کہ عمادالدین صاحب کا کیا حال ہے؟ وہ کس حال میں جی رہے ہیں...... بڑی دکھی ہو گئی تھی وہ اور پھر وہ کھنڈرات میں واپس آ گئی......

دوسرا دن تھا کہ اسے کچھ پھنکاریں سنائی دیں...... یہ کاروشا تھا جو اسے ہی پکار رہا تھا...... کاروشا بہرحال ایک اچھا ساتھی تھا...... کم از کم اس وقت تک، جب تک وہ ناگن کے روپ میں تھی، چلا گیا تھا کہیں...... پھر واپس آ گیا...... خیر ملا تو جائے اس سے...... اس نے جوابی پھنکار ماری اور اس کے بعد نکل کر کاروشا کے سامنے آ گئی...... کاروشا پھنکار کر کھڑا ہو گیا تھا اس نے کہا"۔

"تم کہاں چلی گئی تھیں یہاں سے؟" میں دو بار آ کر تمہیں دیکھ چکا ہوں"۔

"ہاں میں یہاں نہیں تھی کاروشا، مگر تم کہاں گئے تھے؟ اور کہاں سے واپس آئے ہو"۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم ناگن نہیں ہو، بلکہ ناگن کے روپ میں عورت ہو...... پہلے میں تم سے محبت کرنے لگا تھا مگر اب تمہارا احترام کرتا ہوں، کیونکہ تم ہم میں سے نہیں ہو...... تمہارے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کر آیا ہوں میں...... کیا میرے ساتھ حسن پور جاؤ گی"۔

"حسن پور...... مہرالنساء ایک دم خوش ہو گئی"۔

"ہاں"۔

"کیا تم حسن پور کا راستہ جانتے ہو"۔

"ہاں"۔

"مگر کیسے؟"۔

"میں وہاں تک گیا تھا"۔

"کیوں؟"۔

"تمہارے لئے"۔

"میرے لئے...... وہ حیرت سے بولی"۔

"ہاں"۔

"میرے لئے تم حسن پور گئے تھے؟"۔

"گیا نہیں تھا بلکہ یوں سمجھو کہ حسن پور تلاش کرتا پھرا تھا"۔

"تو تمہیں حسن پور مل گیا"۔

"نہ صرف حسن پور بلکہ وہاں میں نے تمہارا گھر بھی تلاش کر لیا"۔

"کیا واقعی؟"۔

"ہاں"۔

"ایک بات بتاؤ"۔

"ہاں پوچھو"۔

"کیا تم مجھے حسن پور لے جا سکتے ہو؟"۔

"ہاں کیوں نہیں، میں نے تو اتنا کچھ معلوم کر لیا ہے کہ تم سنو گی تو حیران رہ جاؤ گی"۔

"کیا مطلب؟"۔

"حسن پور کے قرب و جوار میں کچھ کھنڈرات ہیں بالکل ان جیسے کھنڈرات...... جیسے کھنڈرات میں اس وقت ہم یہاں موجود ہیں...... تمہیں معلوم ہے کہ ہم ناگ ہمیشہ ایسی ہی جگہوں کو پسند کرتے ہیں...... حسن پور کے کھنڈرات میں، میں نے تمہارا بدن دیکھا ہے"۔

"کیا؟"۔

"ہاں"۔

"میرا بدن؟"۔

"ہاں...... وہ وہاں محفوظ ہے"۔

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں"۔

"تمہارا نام مہرالنساء ہے نا؟"۔

"ہاں"۔

"اور تمہارے والد کا نام عمادالدین"۔

"ہاں بالکل"۔

"عمادالدین روزانہ رات کی نماز وہیں پڑھتے ہیں اور اس کے بعد دیر تک تمہارے بدن کے پاس بیٹھے رہتے ہیں...... میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھا ہے...... معلومات حاصل کی ہے۔

مہرالنساء کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے...... کاروشا اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"رونے کی ضرورت نہیں...... میں تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں...... اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا"۔

"تم مجھے وہاں پہنچا سکتے ہو"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"تو ٹھیک ہے" "مجھے وہاں لے چلو...... مہرالنساء آنسو بھری آواز میں بولی۔

"جب تم جانا چاہو"۔

"جب کی بات نہیں میں تمہارے ساتھ ابھی چل رہی ہوں...... مہرالنساء نے کہا اور کاروشا اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا"۔

مہرالنساء کاروشا کے ساتھ چل پڑی...... درحقیقت جن خوفناک واقعات سے اس کا واسطہ پڑا تھا ان کا اس نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا...... وہ تو ایک معصوم اور الڑ لڑکی تھی، جس نے ہمیشہ ماں باپ کی شفقت اور مامتا کے سائے میں زندگی گزاری تھی...... کبھی ماں باپ کو ایسا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ کسی بات پر اسے برا بھلا کہیں...... پھر تقدیر نے اسے ان بھیانک غاروں میں لا ڈالا جہاں موت کے خوفناک سائے منہ پھاڑے اسے

نگلنے دوڑتے رہے...... لیکن بس ایک روشنی اس کے ساتھ تھی...... عمادالدین نے اسے سکھایا تھا کہ ہر مشکل صبر کے آگے سرنگوں ہوتی ہے...... اور صبر کا ہتھیار سب سے طاقتور ہوتا ہے...... شاید اسی کے سہارے وہ اب تک جیتی رہی تھی اور آخرکار وہ اپنے گھر جا رہی تھی...... طویل سفر کے بعد اس نے ایک آبادی دیکھی اور کاروشا نے کہا۔

"یہ حسن پور ہے"۔

❁ ❁ ❁

عمادالدین کی زندگی میں اپنی اکلوتی بیٹی کے سوا اور کچھ نہیں تھا...... ارجن شاستری نے جو کچھ کیا تھا اس کے لئے انہیں بحالت مجبوری جوابی کارروائی کرنا پڑی تھی، ورنہ اپنا سب کچھ چھوڑنے کے بعد بھائیوں کی بے اعتنائی سے دلبرداشتہ ہو کر انہوں نے جو گوشے اپنائے تھے، بس وہی ان کے لئے سکون کا باعث تھے...... مہرالنساء کے سلسلے میں ارجن شاستری نے جو کچھ کیا تھا اس کا زخم عمادالدین کے سینے پر تھا...... انہوں نے اپنے طور پر مہرالنساء کے جسم کو محفوظ کیا تھا اور قدرت کا تماشہ دیکھا تھا کہ روح سے خالی جسم بھی کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے...... زلیخا کو انہوں نے اس بارے میں نہیں بتایا تھا کیونکہ عورت کمزور دل کی مالک ہوتی ہے، البتہ زلیخا سے انہوں نے یہی کہا تھا کہ آخرکار ایک دن مہرالنساء واپس آجائے گی...... بس اس بات کو اپنے ایمان کی طرح مضبوطی سے دل میں رکھنا اور زلیخا آرزوؤں کے چراغ جلائے بیٹی کی واپسی کی منتظر تھی، اس کی آنکھیں بیٹی کا انتظار کرتے کرتے دھندلا گئی تھیں...... عمادالدین روزانہ عشاء کی نماز انہی کھنڈرات میں پڑھتے تھے اور اس کے بعد رات کو بہت دیر تک مہرالنساء کے بدن کے پاس بیٹھے رہا کرتے تھے اور عبادت کرتے رہتے تھے...... معمول کے مطابق اس دن بھی وہ کھنڈر میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے...... مہرالنساء کا جسم ان کے عقب میں تھوڑے فاصلے پر موجود تھا کہ انہیں قدموں کی آہٹ سنائی دیں اور وہ چونک کر پلٹے...... یہاں کون آسکتا ہے؟ لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد انہوں نے ایک انسانی ڈھانچے کو دیکھا جو آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ان کی جانب آرہا تھا...... عمادالدین ایک دم

سنبھل گئے...... ان کے ذہن کے تمام خانے روشن ہوگئے تھے...... اس انسانی ڈھانچے کو انہوں نے ایک لمحے کے اندر پہچان لیا تھا...... یہ ارجن شاستری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا...... عمادالدین کو ایک لمحے کے لئے پریشانی لاحق ہوئی کہ ارجن شاستری نے آخر کار اس جگہ کا پتہ لگا لیا اور لازمی بات ہے کہ اگر اس نے مہرالنساء کے جسم کو ابھی تک نہیں دیکھا ہے تو وہ اس جسم کو دیکھ لے گا، حالانکہ مہرالنساء کا جسم ذرا تاریکی میں رکھا ہوا تھا...... بہر حال جو کچھ وہ پڑھ رہے تھے انہوں نے اسے اپنے سینے پر منتقل کیا اور ارجن کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے...... کچھ لمحوں کے بعد ارجن شاستری قریب آگیا تھا، اس نے کہا۔

"عمادالدین"۔

"تو تم آگئے ارجن شاستری"۔

"پہچان لیا تم نے مجھے؟"۔

"ہاں پہچان لیا اور جانتا بھی ہوں تمہیں...... کالے علم کو لے کر میرے سامنے آئے ہو ارجن شاستری اب بولو کیا چاہتے ہو"۔

"نہیں عمادالدین...... کالے علم کو میں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں، اب صورت حال بہت مختلف ہے...... ارجن شاستری نے کہا اور عمادالدین گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگے پھر مسکرا کر بولے"۔

"یہ جو گندے علم کے ماہر اور مالک ہوتے ہیں وہ ہر طرح کا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں، لیکن ارجن شاستری میرے سامنے تمہیں جھوٹ بولنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا"۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہا عمادالدین"۔

"تو پھر سچ بولو...... سچ کیا ہے"۔

"میں نے کالا جادو ترک کر دیا ہے، اب میں کالی طاقت سے بالکل نکل آیا ہوں اور ہر قسم کے کالے علم پر لعنت بھیجتا ہوں...... میں نے سچے دل سے بھگوان کا نام لیا ہے، بالکل سچے دل سے اور تمہارے پاس صرف تم سے معافی مانگنے کے لئے آیا ہوں...... نہ میں تم سے اپنا

بدن واپس مانگتا ہوں...... نہ کوئی اور خواہش ہے میرے دل میں، بس اگر ہوسکے میرے دوست تو مجھے معاف کردو، ہوسکتا ہے تمہارے معاف کر دینے سے میرے من کو شانتی مل جائے...... میں سارے اعترافات کرنا چاہتا ہوں...... کالے علم کے ذریعے نہ صرف میں نے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے، بلکہ اور بھی بہت سے برے کام کئے ہیں میں نے...... واقعی جسونت رائے کے ساتھ جو کچھ میں کر رہا تھا وہ بہت برا تھا اور تم نے اسے بچانے کے لئے جو کچھ کیا وہ بالکل ٹھیک تھا اب یہ میری بدقسمتی ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ بھگوان کی طرف سے میرے کئے کی سزا ہے کہ میں خود تو اس کا شکار نہیں ہوا مگر میرے دل کی دُنیا لٹ گئی...... میری پتنی اور میری بیٹی...... میرے گناہ کا شکار ہوگئیں اور میں جیتا رہا تاکہ جیون کی ہر سانس کے ساتھ ان کے لئے تڑپتا رہوں...... مان لیا ہے بھگوان کا یہ نیائے میں نے...... بھگوان کا یہ انصاف مان لیا ہے میں نے...... عمادالدین تم اور معاف کردو تو پھر جا کر کسی گپھا میں بیٹھ جاؤں گا اور بعد کا جیون وہیں بتا دوں گا...... دنیا سے جی بھر گیا ہے میرا۔

عمادالدین غور سے اسے دیکھتے رہے، نجانے کیوں ارجن شاستری کی آوازیں ان کے دل کو چھو رہی تھیں اور انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس وقت ایک سچ ان کے سامنے ہے...... بہت دیر تک وہ خاموشی سے ارجن شاستری کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا"۔

"ارجن! کیا واقعی ہی تمہارے دل میں ایمان جاگ اُٹھا ہے؟"۔

"سب کچھ کھونے کے بعد، کیا جاگا ہے، کیا سویا ہے، اسے جانے دو اگر سمجھتے ہو کہ تم سے کچھ مانگنے آیا ہوں تو کچھ نہیں مانگوں گا...... بس ہوسکے تو مجھے معاف کردو...... یہی تمہاری بڑی مہربانی ہوگی میرے ساتھ"۔

"آؤ بیٹھو ارجن دنیا میں بہت سی چیزوں کے حل موجود ہیں...... ہر چیز کا ایک حل ہوتا ہے کہ انسان جو کھو بیٹھتا ہے وہ شاید کبھی نہیں پاسکتا ہو، لیکن سکون کے راستے بند نہیں ہوتے...... مشورہ دوں گا میرے دوست دل چاہے تو مان لینا، اپنے ضمیر سے پوچھ کر مجھے جواب دینا...... ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں تمہیں...... ہوسکتا ہے تمہارے لئے کارآمد رہے۔

ارجن شاستری آہستہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھا اور پھر گھٹنے موڑ کر عمادالدین کے سامنے بیٹھ گیا...... عمادالدین گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے...... تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے گردن اٹھا کر کہا“۔

”میں جائزہ لے رہا تھا اس بات کا کہ اگر کسی کو کوئی عظیم پیشکش کی جائے تو اس کا ماضی دیکھ لیا جانا زیادہ مناسب ہے اور مجھے یہ اندازہ ہوا ارجن شاستری کے زمانہ قدیم میں جب بتوں کی پوجا ہوتی تھی اور بت پرست اپنی برائیوں میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے تو انہیں ”دعوت ایمان“ دی گئی اور جس نے یہ دعوت قبول کرلی وہ پاک ہو گیا، ہر برائی سے جو اس نے ماضی میں کی تھی، حساب کتاب کی ذمہ داری مالک دو جہاں کی ہے...... روز قیامت ایسے لوگوں سے کیا حساب ہوگا یہ ہم نہیں جانتے لیکن دعوت دی گئی ہے کہ گندگی سے نکل کر باہر پاک صاف اور شفاف زمین پر آجاؤ...... پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں تمہیں یہی دعوت دوں تو غلط نہیں ہے ارجن...... جو کچھ بھی کر چکے ہو...... جہاں تک پہنچ چکے ہو...... تمہاری ذات سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا ہے، اگر وہ حیات ہے تو اس سے معافی مانگ لینا اور کوشش کرنا کہ وہ تمہیں معاف کردے...... دنیا سے جا چکا ہے تو اللہ سے معافی مانگو...... شاید معافی مل جائے...... میں تمہیں جو پیشکش کرنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ...... کلمہ حق پڑھ لو...... جھوٹ سے نجات حاصل کرلو...... کہ حق...... حق ہے اور باطل...... باطل...... باطل کو فنا ہونا ہے اور باطل فنا ہو جائے گا...... ارجن شاستری میرے بچپن کے دوست ہو تم...... یقین کرو...... بہت بار میرے دل میں تمہارے لئے محبتوں کی لہر جاگی لیکن کیا کرتا...... تم نے رشتوں کا رخ ہی بدل لیا تھا...... مجبوری تھی میری...... میرے دوست...... بالکل مجبوری تھی...... میں وہ رخ تبدیل نہیں کرسکتا تھا، کیا سمجھے؟ مجبور ہو گیا تھا بالکل ورنہ ایسا نہ کرتا سمجھے...... بات بالکل ہی مختصر ہے؟ بالکل ہی مختصر اور آگے کیا کہوں ...... بس سمجھ لو یہی ایک حل ہے میرے پاس...... بدلے میں کچھ نہ مانگنا...... دینے والی ذات ”ذات باری“ کی ہے...... ہم تو صرف ہاتھ پھیلانے والوں میں سے ہیں...... ہاتھ

پھیلائے رہیں گے، اگر ہمارے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھنا مقصود ہوگا اسے تو رکھ لے گا ورنہ ہر حالت میں اس کا شکر...... کیونکہ جتنا اس نے دیا ہے وہ اتنا ہے کہ ہم کہیں اور سے نہیں حاصل کرسکتے...... یہ تو اس کی رضا ہے کتنا دے...... یہ تو دینے والے کی مرضی اور اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا...... اس سے مانگنے میں شرم کیسی، جس نے سب کچھ ہی دیا ہو...... عمادالدین کی لرزتی ہوئی آواز ارجن شاستری پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی، کچھ دیر کے بعد اس نے کہا“۔

”میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے مہرالنساء کے بارے میں پوچھو گے اور نفرت کا اظہار کرو گے...... شرط رکھو گے کہ مہرالنساء تمہیں واپس دے دی جائے اس کے بعد تم دوسری بات کرو گے لیکن تم نے وہ سب کچھ نہیں کیا“۔

”ہاں...... میں نے بڑی محنت سے اپنے اوپر جبر کیا ہے، یہی تو احکام الٰہی ہے...... ہم رشتے بناتے ہیں...... بیٹی...... بہن...... بیوی...... ماں...... باپ...... سارے رشتے ہوتے ہیں اور ان رشتوں کے جال میں پھنس کر ہم اصل رشتہ بھول جاتے ہیں، جو ہمارے اور ہمارے مالک کے درمیان ہے...... ہم اس کے احکامات کو بھول کر اپنی خواہشوں کی غلامی کرنے لگتے ہیں...... میرے دل میں میری بیٹی مہرالنساء ہے، جس کی روح تم نے اپنی بیٹی کشکاوتی کے بدن میں قید کردی ہے...... دل میں لاکھوں آرزوئیں مچلتی ہیں اور دل چاہتا ہے کہ تم سے اس کے بارے میں پوچھوں لیکن اگر میں دیوانہ وار تم سے اس کے بارے میں سوال کردیتا تو روز قیامت مجھ سے یہ سوال ضرور ہوتا کہ اس کے بندے کے بارے میں...... میں نے کیوں نہیں پوچھا...... اپنی محبت کی جانب قدم کیوں بڑھائے...... بس یہ خوف تھا جس کی وجہ سے میں نے تم سے اپنی نور نظر کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا...... ارجن شاستری اور اب بھی میں تم سے یہی کہتا ہوں کہ اپنی مشکلوں کا حل چاہتے ہو تو کلمہ ایمان پڑھ لو...... بعد میں دل چاہے تو مجھے میری مہرالنساء کے بارے میں بھی بتا دینا“۔

ارجن شاستری کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا...... وہ زاروقطار رونے لگا...... اس کے

آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے...... روتے ہوئے اس نے کہا"۔

"میں تیار ہوں مجھے ایمان کی روشنی دے دو عمادالدین...... مجھے ایمان کی روشنی دے دو، مجھے اس سے روشناس کرادو جو سچ ہے...... جو حق ہے...... جو یکتا ہے...... جو واحد ہے...... مجھے اس سے روشناس کرادو...... میں اس کے راستے پر چلنا چاہتا ہوں...... میں اپنے بدن کی ساری غلاظتوں کو دھو دینا چاہتا ہوں...... مجھے اپنے گوشت کا ایک ذرہ نہیں چاہئے، ان سوکھی ہڈیوں میں ایمان اتار دو...... یہی میری آرزو ہے...... عمادالدین...... میرے دوست یہی میری آرزو ہے...... میری یہ آرزو...... پوری کردو...... پوری کردو میری یہ آرزو......

ارجن شاستری اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے عمادالدین کے پاؤں پکڑ لئے...... عمادالدین نے جلدی سے اس کے ہاتھوں کو روکتے ہوئے کہا"۔

"نہیں...... بے شک تم نے ابھی کلمہ ایمان نہیں پڑھا...... لیکن ارادہ کر چکے ہو اور مسلمانوں کی صف میں داخل ہوگئے ہو...... مسلمان بھائی...... مسلمان بھائی سے پاؤں نہیں پکڑواتا، بلکہ اسے سینے سے لگاتا ہے اور عمادالدین نے اٹھ کر ارجن شاستری کے سوکھے ہوئے ڈھانچے کو سینے سے لگالیا"۔

مہرالنساء ایک گھریلو لڑکی تھی...... ایک دین دار باپ کی بیٹی...... حسن پور میں پیدا ہوئی تھی...... حسن پور ہی میں پلی بڑھی تھی، لیکن بستی اس نے اس حد تک دیکھی تھی...... جتنی اس کے باپ نے انگلی پکڑ کر دکھادی تھی...... یہاں آکر وہ ماضی کے تصورات میں کھو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی...... کاروشا بھی رک گیا تھا اور خاموشی سے مہرالنساء کو دیکھتا رہا تھا...... مہرالنساء نے رندھی ہوئی آواز میں کہا"۔

"ہائے کاروشا مجھے تو اپنا گھر بھی معلوم نہیں ہے"۔

"لیکن مجھے ایک ایسی جگہ معلوم ہے جہاں تمہارا اثریر موجود ہے" اور وہ جگہ ایک کھنڈر ہے"۔

"تم مجھے وہاں لے جاسکتے ہو"۔

"ہاں کیوں نہیں...... کاروشا نے جواب دیا"۔

"تو چلو پھر وہیں چلو...... ہو سکتا ہے وہاں مجھے میری زندگی مل جائے"۔

"آؤ...... کاروشا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور دونوں راستے طے کرتے ہوئے ان کھنڈرات میں داخل ہوگئے...... کاروشا ایک بہترین رہنما تھا اس نے جن جذبوں کے تحت یہ سب کچھ کیا تھا وہ الگ نوعیت کے حامل تھے، لیکن اسی کو قدرت کہتے ہیں...... مالک حقیقی اپنا عمل کرتا ہے اور انسان، بس اسی کے تحت ہر کام کرتا ہے...... اس وقت ایک اہم مسئلے کا فیصلہ

ہو رہا تھا، کیونکہ جب مہرالنساء ایک اندرونی حصے میں پہنچی تو اس نے دنیا کا سب سے حیرت انگیز منظر دیکھا...... ایسا منظر جس نے اس کے دل کو لرزا دیا...... بہت عرصے کے بعد اس نے عمادالدین صاحب کو دیکھا...... پر رونق چہرہ...... پر وقار...... ایمان کی تمازت سے چمکتا ہوا اور اس کے مدمقابل ارجن شاستری...... جو عمادالدین کے سینے سے لگا ہوا تھا...... دو دشمن ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے...... لیکن جن کے سینے ملے ہوئے تھے...... مہرالنساء شدت حیرت سے گنگ رہ گئی اور کچھ لمحوں کے لئے سب کچھ بھول گئی، وہ اس عجیب منظر سے بری طرح حواس باختہ ہو گئی تھی...... یہ تو وہ عمل تھا جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا...... یہ کیا ہو رہا ہے، لیکن جو ہو رہا تھا وہ ہو تا رہا...... اس نے عمادالدین کی آواز سنی وہ کہہ رہے تھے“۔

”تو ارجن شاستری...... کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے نیک اور متبرک کام سب سے پہلے کیا جانا چاہئے تاکہ برکتوں سے کسی عمل کا آغاز ہو اور اس کے بعد باقی باتیں“۔

”عمادالدین تم عظیم ہو...... مجھے حکم دو میں کیا کروں“۔

”صدق دل سے یہ فیصلہ کر چکے ہو کہ مذہب اسلام قبول کرو گے“۔

”ہاں“ ارجن شاستری نے جواب دیا۔

”تو پھر کچھ لمحے رکو“ عمادالدین صاحب نے ایک برتن میں پانی لیا، کچھ پڑھا...... اس پر دم کیا اور ارجن شاستری کو دیتے ہوئے بولے“۔

”بسم اللہ کر کے پی جاؤ“۔

”لیکن“۔

”نہیں...... جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو“ ارجن شاستری نے پانی کا برتن ہاتھ میں لیا...... جب سے اس کے جسم کی ہیئت بدلی تھی، پانی اور غذا کی اسے ضرورت ہی نہیں رہی تھی...... ہڈیوں کو بھلا کس چیز کی حاجت ہوتی...... پھر بھی اس نے عمادالدین کا حکم مانا...... پانی منہ سے لگایا اور پینے کے انداز میں اسے اپنے آپ میں انڈیلنے لگا، اس سے پہلے بھی ایک دو بار یہ کیا

لیکن پانی اس کی ہڈیوں پر سے بہہ گیا تھا، مگر اس وقت یہ پانی اس کے منہ میں داخل ر نہیں گم ہو گیا تھا اور ارجن شاستری حیرت سے اپنی ہڈیوں کے بدن کو دیکھنے لگا تھا، اس کہا“۔

”پہلے ایسا نہیں ہوا...... پہلے ایسا نہیں ہوا“ جواب میں عمادالدین مسکرا دیئے...... ہوں نے کہا“۔

”کلام الٰہی پڑھا ہوا تھا اس پانی پہ یہ زمین پر نہیں گرتا...... کبھی نہیں گرتا...... تمہارے ن کی ہیئت واپس آ رہی ہے...... یہ آغاز تھا چلو اب آگے شروع ہو جاؤ اور اس کے بعد بہت ے ایمان افروز مناظر سامنے آئے...... ارجن شاستری نے کلمہ پڑھا اور عمادالدین نے اس کا ابراہیم علی رکھا...... ادھر مہرالنساء حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی...... جب اس کام ے فراغت حاصل ہو گئی تو عمادالدین نے کہا“۔

”ہاں...... اب تم مجھے میری بیٹی کے بارے میں بتاؤ ابراہیم علی“۔

”بس...... میں نے جو جادو کا عمل کیا تھا اس سے مہرالنساء کی آتما کشکا کے شریر میں خل کر دی گئی تھی“۔

”وہ ساری کہانی مجھے معلوم ہے...... جوابی عمل کے طور پر میں نے مہرالنساء کے جسم کو ہاں انہی کھنڈرات میں محفوظ کر دیا تھا...... وہ دیکھ اس طرف...... اللہ تعالیٰ کے فضل سے ن کے بدن میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوئی اور وہ منتظر ہے روح کی واپسی کا“ ابراہیم علی پڑا...... اس نے کہا۔

”باقی کہانی میں تمہیں سناتا ہوں“ اور پھر ابراہیم نے ساری کہانی وہاں تک سنا دی جہاں النساء کو ناگن بنا کر اس نے فرار کرا دیا تھا...... عمادالدین صبر و سکون کے ساتھ یہ سب کچھ نتے رہے تھے...... پھر انہوں نے کہا“۔

”ذات باری ایسے ہی اپنی وحدانیت اور اپنی موجودگی کا یقین دلاتے ہیں...... میں نے تو ے صبر سے انتظار کیا ہے اور اب بھی انتظار کرتا رہوں گا جب تک کہ اس کا حکم نہ

ہو گا...... انہوں نے اپنی رحمت سے یہ جسم محفوظ رکھا ہے تو میرا ایمان ہے کہ ایک دن میری مہرالنساء اس بدن میں ضرور واپس آ جائے گی...... مہرالنساء کے لئے یہ آخری لمحات تھے وہ تیزی سے آگے بڑھی اور عمادالدین کے پیروں سے جا لپٹی...... عمادالدین نے اسے دیکھا اور ابراہیم علی بے اختیار چیخ پڑا"۔

"عمادالدین یہ مہرالنساء ہے...... یہ مہرالنساء ہے...... میں اپنے گندے عمل کا آخری کام کرنے کو تیار ہوں اور اس کے بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی سے یہ گندہ علم نکال دوں گا...... تھوڑی دیر کے بعد ناگن مردہ پڑی ہوئی تھی اور مہرالنساء آنکھیں کھول کر بیٹھی ہوئی تھی...... اس کا دماغ جاگ رہا تھا...... ایک ایک بات اس کے علم میں تھی...... باپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اس نے پھر آہستہ سے بولی"۔

"ابو مجھے امی کے پاس لے چلیں"۔

"آؤ ابراہیم علی......" عمادالدین نے ابراہیم علی کا ہاتھ پکڑا اور تینوں شاداں و فرحاں آبادی کی جانب چل پڑے...... بیشک یہ ایک کہانی ہے لیکن ہر کہانی کچھ حقیقتوں سے کشید ہوتی ہے اور سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ ذات ایزدی جو بھی کرنا چاہے وہ کر سکتی ہے...... انسانی عقل تو بہت محدود ہے وہ بھلا ان رموز کو کیا سمجھے گی...... جو آسمان کی بلندیوں سے تفویض ہوتے ہیں"۔

ختم شد